تالیف

محمود احمد غضنفر

نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب

حیاتِ تابعینؒ کے درخشاں پہلو

تالیف

محمود احمد غضنفر

تاریخ اشاعت

مئی ۲۰۰۴ء

ناشر

e-mail: nomania2000@hotmail.com
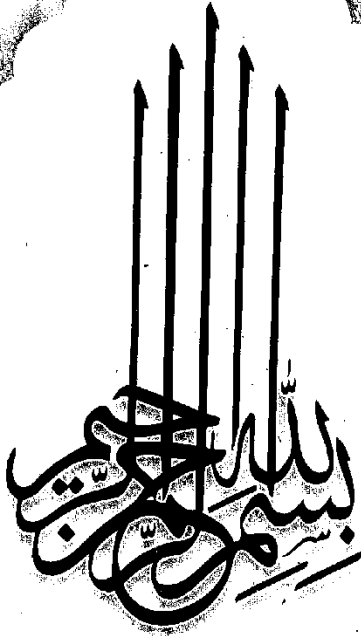
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

ذات ہے رحمان تیری اے رحیم
ابتداء کرتا ہوں تیرے نام سے

ایم اے غضنفر

الٰہی! مجھے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے گہری محبت اور عقیدت ہے۔

الٰہی! مجھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فیض یافتہ تابعین عظام رضی اللہ عنہم سے گہری محبت اور عقیدت ہے۔

الٰہی! مجھے روز قیامت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا تابعین عظام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کا ہی ساتھ نصیب فرما دینا۔

الٰہی! یہ بات تیرے علم میں ہے کہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم سے خاص تیری رضا کی خاطر محبت کرتا ہوں۔

یا ارحم الراحمین

دعا گو:- محمود احمد غضنفر

گلیم فقیری میں سرمایہ سلطانی رکھنے والے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفے چند

الحمدللہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی سید المرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین و بعد

کشتگان خنجر تسلیم و رضا' صبر و تحمل کے کوہ گران' مملکت علم و عمل کے تاجدار' زاہد' اور شب زندہ دار' رات کو جائے نماز اور دن کو میدان جہاد کے شہسوار' منبر و محراب کی زینت' تلاوت کے دھنی اور قرآن و سنت کے دلدادہ اپنے سینوں میں نورانی دل رکھنے والے اور اپنے دلوں میں قرآنی انوار کی تجلیات کو جذب کرنے والے جنہوں نے دنیاوی مال و متاع کو پرکاہ کی حیثیت نہ دی'

جن بوریا نشینوں کے آستانوں پر کجکلاہان اقلیم سیم و زرادب و احترام اور عجز و انکساری سے حاضری دیا کرتے تھے جن کے دور کو زبان رسالت نے خیرالقرون قرار دیا' جو جابر و ظالم حکمرانوں کے سامنے نہ کبھی جھکے نہ ڈرے اور نہ ہی ان کے پاؤں کبھی ڈگمگائے نہ لرزے نہ کپکپائے۔ جو گلیم فقیری میں سرمایہ سلطانی رکھنے والے تھے جنہیں صحابہ کرامؓ کی زیارت اور

ان سے کسب فیض کی سعادت حاصل ہوئی۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

آغوش صحابہ میں تعلیم و تربیت پانے والے عظیم المرتبت تابعین کی درخشاں روایات کا مرقع قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ اس سے پہلے "حیات صحابہ کے درخشاں پہلو" کتاب منظرعام پر آچکی ہے، جسے علمی، ادبی جہادی، اور تبلیغی حلقوں میں پسند کیا گیا، یہ محض اللہ سبحانہ و تعالی کا فضل و کرم ہے کہ اس نے ان عظیم ہستیوں کا تذکرہ اردو زبان میں منتقل کرنے کی توفیق عطا فرمائی جن کے سینوں پر انوار رسالت براہ راست پڑے۔ یہ کتاب پانچ سو دس صفحات پر مشتمل ہے اس میں اٹھاون صحابہ کرام کی انقلابی زندگیوں کا تذکرہ دل آویز انداز میں کیا گیا ہے. اس کے بعد یہ دوسری کتاب پیش خدمت ہے جس کا نام "حیات تابعین کے درخشاں پہلو" تجویز کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں جلیل القدر تابعین کی قابل رشک زندگی کے حیرت انگیز واقعات کی دلنشین جھلکیاں پیش کی گئی ہیں۔ اور ہر تابعی کے تذکرے کے بعد ان مستند کتابوں کے حوالہ جات بھی درج کر دیئے گئے ہیں۔ جن سے یہ واقعات اخذ کیے گئے۔ -------------- یہ کتاب عربی زبان میں تفسیر و ادب کے معروف سکالر ڈاکٹر عبدالرحمان رافت باشا مرحوم کی قلمی کاوش کا نتیجہ ہے۔ جس نے ادبی اور علمی حلقوں میں تہلکہ مچادیا۔

یہ کتاب پھول کی پتی اور ہیرے کے جگر کا آمیختہ ہے۔ اس میں دارورسن کے نوحے بھی ہیں اور لطف و عنایات کے زمزمے بھی اس میں حجاج بن یوسف کے ظلم و جور اور عمر بن عبد العزیز کے عدل و انصاف خلفائے بنو امیہ کے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ۔ اور شاگردان صحابہ رضی اللہ عنہ کی درویشانہ طرز معاشرت کی دلپذیر جھلک دیکھائی گئی ہے۔ اس عربی ادب اور سیرت نگاری کے شاہکار کو بعض عرب ممالک کے تعلیمی اداروں میں شامل نصاب کرلیا گیا ہے' تاکہ ان اداروں میں تعلیم حاصل کرنے والا ہر نوجوان اپنی عظمت رفتہ کے نقوش کا بچشم خود مشاہدہ کرسکے۔

اس اثر انگیز انقلابی کتاب کو رواں دواں اور سلیس اردو زبان کے قالب میں ڈھالنے کی سعادت میرے نصیب میں آئی۔ میں نے مقدور بھر کوشش کی کہ عربی ادب کی چاشنی' لطافت اور شیرینی کی جھلک اردو میں برقرار رکھی جائے مجھے اس میں کس قدر کامیابی ہوئی اس کا فیصلہ قارئین کرام ہی کرسکتے ہیں۔ اگر اس کاوش میں کوئی خوبی ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اور اگر کوئی خامی پائی جاتی ہے۔ تو وہ میری کم مائیگی' کوتاہی اور کم علمی کی بنا پر ہے۔ دعا ہے کہ ان خرقہ پوش عظیم المرتبت ہستیوں کی قابل رشک سیرت کا مطالعہ ہمارے دلوں کے لیے رقت انگیز ثابت ہو اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے زندگی کے کٹھن مراحل طے کرنے کی توفیق ارزانی میسر ہو۔ یہ اضافہ شدہ ایڈیشن پہلی بار قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ اس سے پہلے چھ ایڈیشن چھپ

چکے ہیں اس ایڈیشن میں حضرت عبدالرحمن الغافقیؒ، حکمران حبشہ حضرت اصحمتہ نجاشیؒ، حضرت ابو العالیتہ رفیع بن مہرانؒ، حضرت احنف بن قیسؒ، اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کے حالات زندگی درج کئے گئے ہیں۔

امید ہے یہ کتاب تعلیمی، تربیتی، تبلیغی اور جہادی مقاصد کے لئے مفید ثابت ہوگی۔

قارئین کرام سے مؤدبانہ التماس ہے کہ اپنی مخلصانہ دعاؤں میں مجھے، میرے والدین میری اولاد اور اساتذہ کو یاد رکھیں۔

و صلی اللہ علی النبی محمد و علی آلہ و اصحابہ وسلم

محمود احمد غضنفر

مدیر ادارۃ دعوۃ الحق

لاہور ۔ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

یہ دیباچہ تاریخی اور ادبی اہمیت کے پیش نظر معمولی سی مناسب ترمیم کے ساتھ "حیات تابعین کے درخشاں پہلو" کی زینت بنایا گیا ہے۔ بلا شبہ یہ تحریر اس کتاب کے ماتھے کا جھومر ہے اللہ تعالی مولانا معین الدین احمد ندوی مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت کی معطر فضائیں نصیب فرمائے آمین۔

(ایم اے غضنفر)

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

ایمانی قوت' دینی حمیت' مذہبی و اخلاقی روح اور علمی و عملی خدمتوں کے اعتبار سے خیرالقرون کے تین زریں دور یا تین طبقے ہیں صحابہ' تابعین اور تبع تابعین ان کے دور میں مسلمان دینی اور دنیاوی سعادت و فلاح کی معراج کمال کو پہنچے اس کے بعد جو ترقی ہوئی وہ صرف ایوان تمدن کے نقش و نگار ہیں۔

ان تین طبقوں میں سے دوسرا طبقہ یعنی تابعین جو اس کتاب کا

موضوع ہے اس حیثیت سے نہایت اہم ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی جو دین کا اصل سرچشمہ تھے اور تبع تابعین کی جس میں تمام بڑے بڑے آئمہ پیدا ہوئے درمیانی کڑی ہے اسی نے صحابہ رضی اللہ عنہ کی علمی اور اخلاقی برکتوں کو سارے عالم میں پھلایا۔

کلام اللہ اور احادیث نبوی دونوں ان کے فضائل پر شاہد ہیں کلام اللہ میں انکے فضائل اور امتیازات بتائے گئے ہں۔ اور مہاجرین و انصار کے ساتھ انہیں بھی رضوان الٰہی کی دولت سے سرفراز کیا گیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

والسابقون الاولون من المهاجرين و الانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنات تجرى من تحتها الانهار خلدين فيها ذالک الفوز العظيم۔ (التوبہ)

اور مہاجرین و انصار میں سے جن لوگوں نے قبول اسلام میں سبقت کی اور جن لوگوں نے خوش دلی کے ساتھ ان کی اتباع کی اللہ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش ہیں اور اللہ نے ان کے لیے باغ تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

ظاہر ہے کہ اس آیت کا مصداق تابعین کرام ہی ہیں کہ وہی عمل میں مہاجرین و انصار کے تابع اور زمانہ کے لحاظ سے ان کے بعد تھے۔ اور اسی لیے عرف عام میں ان کا لقب تابعی رکھا گیا ہے۔

احادیث میں اس سے زیادہ واضح الفاظ میں ان کا تذکرہ ہے اور ان کو خیر کے لقب سے سرفراز فرمایا گیا ہے۔

خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔

سب سے بہتر لوگ میرے زمانے کے ہیں (صحابہ)

پھر وہ جو ان سے متصل ہیں (تابعین)

پھر وہ جو ان سے متصل ہیں (تبع تابعین)۔

یہ تینوں اپنے زمانہ کے لیے باعث خیروبرکت تھے اسلام کو انہیں کی خیروبرکت سے روحانی اور مادی فتوحات حاصل ہوئی تھیں۔

تابعین کی مقدس جماعت علم و عمل میں صحابہ رسول ﷺ کا عکس جمیل تھی اس نے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی علمی اور اخلاقی وراثت کو مسلمانوں میں پھیلایا عہد رسالت کے بعد اور شخصی حکومت کے اثر سے اسلامی نظام میں جو خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں ان کی اصلاح کی اگر اصلاح نہ کر سکی تو ان خرابیوں کے مقابلہ میں اسلام کے مصفی سرچشمہ کو باہر کے گردو غبار اور کدورت سے اپنی کوششوں سے محفوظ رکھا۔ مذہبی علوم کی حفاظت و اشاعت کی خاطر نئے علوم کی بنیاد رکھی اسلامی سلطنت کی حدود کو وسیع کیا' اسلام کو پھیلایا غرض وہ تمام برکتیں تکمیل تک پہنچائیں جن کا عہد صحابہ میں آغاز ہوا تھا۔

اور جو پوری ہو چکی ان کی حفاظت کی۔

امام زہری۔ مکحول شامی' ابراہیم نخعی' قاضی شریح' سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم نے علم کا پایہ سنبھالا۔ محمد بن سیرین۔ سعید بن مسیب' سعید بن جبیر امام زین العابدین' رضی اللہ عنہم نے اخلاق کا درس دیا حسن بصری' اویس قرنی اور عامر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم نے عشق و محبت الہٰی کی آگ سوزاں رکھی' حضرت عمر بن عبد العزیز نے خلافت راشدہ کے نمونہ کو زندہ کیا۔ غرض تابعین کرام نے علم و عمل کے ہر شعبے میں مسلمانوں کے لئے بہترین اسوہ چھوڑا علم اور اخلاق کی یہ تقسیم وصف غالب کی بنا پر ہے ورنہ علم و اخلاق کے سارے محاسن کم و بیش ان تمام بزرگوں میں مشترک تھے۔

ان سب کا مشترک اور اہم کارنامہ دینی علوم جس پر مذہب اسلام کا دارومدار ہے کی حفاظت و اشاعت اور قرآن و حدیث سے متفرع علوم کی تاسیس ہے اگر ان بزرگوں نے جانکاہ تکلیفیں اور مشقتیں اٹھاکر اس خزانہ کو محفوظ نہ کیا ہوتا تو اس کا بڑا حصہ برباد ہوجاتا' تبع تابعین کے دور کے تمام بڑے بڑے آئمہ کرام جن کے فیض سے آج مذہبی علوم زندہ ہیں۔

سب تابعین رضی اللہ عنہم ہی کے حلقہ درس کے فیض یافتہ تھے۔

یوں تو تابعی ہر وہ شخص ہے جس نے کسی صحابی کی بحالت ایمان زیارت کی ہو جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں فرق مراتب ہے اسی طرح تابعین میں بھی خدمات اور کارناموں کے اعتبار سے فرق مراتب پایا جاتا ہے۔

ان کے علاوہ تابعین میں بڑے بڑے فاتحین اور کشور کشا بھی ہیں جن کی تلواروں نے مشرق و مغرب کے ڈانڈے ملادیئے۔

کچھ سلاطین و فرمانروا بھی ہیں جن کی تمدن نوازی نے اسلامی حکومت کو تمدن کا گہوارہ بنادیا۔ ان سب کی اچھی کوششیں امت مسلمہ کی جانب سے شکریہ کی مستحق ہیں۔ اس کتاب کا مقصد انہی برگزیدہ نفوس کے حالات پیش کرنا ہے۔ جنھوں نے مسلمانوں کے لیے کوئی اخلاقی یا مذہبی نمونہ چھوڑا ہے۔ اور جن کے اخلاقی نمونوں سے اسلام کی روح زندہ اور جن کی علمی کوششوں سے اسلامی علوم و فنون کی عمارت قائم ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ تابعین کی سیرت کی تکمیل کے بعد کاتب سطور کو تبع تابعین کی سیرت نگاری کی سعادت بھی عطا فرمائے کہ اس ناچیز کے ہاتھوں سیرت صحابہ سے لے کر تبع تابعین کا سلسلہ الذہب پورا ہو جائے اور اس کام کو مؤلف کے لیے پروانہ مغفرت بنادے۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز

معین الدین احمد ندوی
دار المصنفین اعظم گڑھ۔

۲۴ نومبر ۱۹۳۷ء۔

۱۸ رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ

تابعین عظامؒ امت کے درخشندہ ستارے:

الحمد لله رب العالمين و الصلوة و السلام على سيد المرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين و بعد / اعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم والسابقون الاولون من المهاجرين و الانصار و الذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم و رضوا عنه و اعدلهم جنات تجرى من تحتها الانهار○

○ تابعی کی تعریف

جس نے ایک یا ایک سے زائد صحابہؓ سے بحالت ایمان ملاقات کی ہو اسے تابعی کہا جاتا ہے۔

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ رسول اقدس ﷺ سے ملاقات کے شرف کی بنا پر صحابی ہونے کے لئے بحالت ایمان محض ملاقات ہی کافی ہے

ہے۔ لیکن تابعی ہونے کے لئے صحابی سے محض ملاقات کافی نہیں بلکہ طویل عرصے تک صحابی کے پاس رہ کر علم حاصل کرنا شرط ہے۔ لیکن اکثر محدثین کے نزدیک جس شخص نے ایک صحابی یا ایک سے زائد صحابہ کرامؓ سے ملاقات کی ہو خواہ ان کے ساتھ نہ بھی رہا ہو تب بھی وہ تابعی ہے۔ انہوں نے صحابی کو محض دیکھنے والوں کو بھی تابعین میں شمار کیا ہے۔

ابن حبان نے یہ شرط رکھی ہے کہ صحابی کو دیکھنے والا شخص شعور کی عمر کا ہو اگر وہ کمسن ہو تو اس کی رؤیت کا اعتبار نہیں۔

عراقی کہتے ہیں کہ ابن حبان کے قول کی توجیہ کی جائے گی کہ جیسے صحابی ہونے کے لئے اس کا باسمجھ اور باشعور ہونا ضروری ہے اسی طرح تابعی ہونے کے لئے بھی صحابی کی رؤیت کے وقت اس کا باسمجھ اور باشعور ہونا ضروری ہے۔

رسول اقدس ﷺ نے اپنے درج ذیل ارشاد گرامی میں صحابہ اور تابعین کی طرف یوں اشارہ فرمایا ہے۔

" طوبی لمن رانی و امن بی و طوبی لمن رای من رانی" الحدیث

"خوشخبری ہے اس کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور خوشخبری ہے اس کے لئے جس نے مجھے دیکھنے والوں کو دیکھا"۔

تو اس حدیث میں رسول اقدس ﷺ نے محض رؤیت کا ذکر کیا ہے۔

○ تابعین کی تعداد

تابعین کی تعداد شمار سے باہر ہے کیونکہ ہر وہ شخص جس نے صحابی کو دیکھا اس کی زیارت کی وہ تابعی ہے جب نبی اقدس ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے تو ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام موجود تھے جو مختلف علاقوں کی طرف چلے گئے اور اطراف عالم میں پھیل گئے اور ہزاروں لوگوں نے ان قدسی صفات صحابہ کرامؓ کی زیارت کی۔

○ تابعین کے طبقات

تابعی عظامؒ کے مختلف طبقات ہیں۔ امام حاکم نیشاپوری نے تابعین کے پندرہ طبقات بیان کئے ہیں۔ ان میں سب سے آخری طبقہ وہ ہے جنھوں نے اہل بصرہ میں حضرت انس بن مالکؓ کی اھل کوفہ میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی' اہل مدینہ میں سے حضرت سائب بن یزید کی اہل مصر میں حضرت عبداللہ بن حارث کی اور اہل شام میں سے حضرت ابوامامہ باھلی کی زیارت کی۔

آئمہ اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دور تابعین کا اختتام ۱۵۰ ہجری کو اور تبع تابعین کے دور کا اختتام ۲۲۰ ہجری کو ہوتا ہے۔

○ مخضرمی تابعین

تابعین عظام میں سے کچھ لوگ مخضرمی بھی ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے دور جاہلیت کو پایا عہد رسالت میں مسلمان بھی ہوچکے مگر رسول اقدس ﷺ کی زیارت نہ کرسکے۔ مثلاً ابو رجاء عطاروی اور سوید بن

غفلتہ وغیرہ۔ حافظ برھان الدین سبط بن العجمی نے چالیس سے زائد مخضرم لوگوں کے نام گنوائے ہیں۔

○ سب سے افضل تابعی

محدثین کا اس بات میں اختلاف ہے کہ تابعی حضرت سعید بن مسیب ہیں۔ اور اہل کوفہ کے نزدیک حضرت علقمہ بن قیس نخعی اور حضرت اسود بن یزید نخعی ہیں۔ اور بعض اہل علم کے نزدیک افضل ترین تابعی حضرت اویس قرنی ہیں۔ اہل بصرہ کے نزدیک حضرت عطاء بن ابی رباح افضل ترین تابعی ہیں۔ بلاشبہ یہ سب علم و فضل کے حامل تھے ہم ان کے ساتھ اور بھی بہت سے کبار تابعین کو شمار کرسکتے ہیں۔ مثلاً حضرت عروہ بن زبیر، حضرت عامر شعبیؒ حضرت محمد بن سیرینؒ، عورتوں میں سے حضرت حفصہ بنت سیرینؒ عمرہ بن عبدالرحمن اور ام درداء الصغری الدمشقیہ کے نام کبار تابعین میں شامل ہیں۔

○ فقہائے سبعہ

کبار تابعین میں مدینہ منورہ کے ساب فقہائے کرام کے نام آتے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت سعید بن مسیبؒ (۱۵۔ ۹۴ ہجری)

۲۔ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیقؒ (۳۷۔ ۹۹ ہجری)

۳۔ حضرت عروہ بن زبیرؒ (۹۴ ہجری)

۴۔ حضرت خارجہ بن زید بن ثابتؒ (۲۹۔۹۹ ہجری)

۵۔ حضرت سلیمان بن یسارؒ (۳۴۔۱۰۷ ہجری)

۶۔ حضرت عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود ھذلیؒ (۹۸ ہجری)

۷۔ حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوفؒ (۹۴ ہجری)

بعض اہل علم نے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر(۱۰۶ ہجری) کو اور بعض نے حضرت ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ھشام مخزومی (۹۴ ہجری) کا نام بھی ذکر کیا ہے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ:

وصلی اللہ علی النبی محمد و علی آلہ واصحابہ وسلم:

محمود احمد غضنفر

(۱)

حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ

میں نے تین اشخاص ایسے دیکھے جو علم سے محض اللہ کی رضا چاہتے ہوں وہ ہیں حضرت عطاء، حضرت طاؤس اور حضرت مجاہد۔

(سلمہ بن کہیل)

۹۷ ہجری ذی الحجہ کا آخری عشرہ ہے۔ بیت اللہ میں انسانوں کا ٹھاٹیں مارتا ہوا سمندر دیکھائی دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے مہمان دور دراز کا سفر طے کر کے یہاں پہنچے ہیں۔ ان میں پیدل بھی ہیں اور سوار بھی' بوڑھے بھی ہیں اور جوان بھی' کالے بھی ہیں اور گورے بھی عربی بھی ہیں اور عجمی بھی' آقا بھی ہیں اور غلام بھی' یہ سب رب کائنات کے حضور سر جھکائے' امیدوں کے دامن پھیلائے گریازاری کرتے ہوئے والہانہ انداز میں چلے آرہے ہیں۔ جھکے جارہے ہیں۔ وہ دیکھو ننگے سر' ننگے پاؤں ایک تہبند پہنے اور ایک چادر اوڑھے خلیفۃ المسلمین سلیمان بن عبدالملک جو گیانہ انداز میں بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے' آج یہاں سب امتیازات ختم ہو چکے ہیں۔ اللہ کے دربار میں سب برابر ہیں خلیفہ بھی عام رعایا کی طرح حج کا لباس پہنے دربار الٰہی میں حاضر ہے۔ اس کے پیچھے دو آسمان حسن و جمال کے بدر' نسیم بوستان' گوہر شاہدار' چاندرخ خوبرو اور خوش اطوار شہزادے جو گیانہ لباس پہنے سر جھکائے دربار الٰہی میں حاضر ہیں۔ بادشاہ سلامت نے طواف سے فارغ ہوتے ہی اپنے وزیر سے پوچھا مفتی اعظم مکہ اس وقت کہاں ہوں گے؟ اس نے عرض کیا کہ وہ بیت اللہ کی مغربی جانب نماز ادا کر رہے ہیں بادشاہ سلامت اپنے دونوں بیٹوں کے ہمراہ وہاں گئے جب اس طرف چلے تو حفاظتی دستہ حرکت میں آیا اس نے راستہ بنانے کے لیے لوگوں کو پیچھے ہٹانا چاہا لیکن بادشاہ سلامت نے اپنے حفاظتی دستے کو منع کر دیا اور فرمایا' یہ دربار الٰہی ہے یہاں سب برابر ہیں۔ یہاں وہی افضل ہے جس کی عبادت قبول ہو

جائے اور وہ متقی ہو۔ یہ کہتے ہوئے خلیفۃ المسلمین اس شخص کی طرف چل دیئے جس کے بارے میں اپنے وزیر سے تھوڑی دیر پہلے پوچھا تھا۔ دیکھا کہ وہ ابھی تک نماز میں مصروف ہے۔ دنیا و مافیہا سے بے نیاز رکوع سجود میں منہمک ہے۔ لوگ اس کے انتظار میں دائیں بائیں اور پیچھے بیٹھے ہیں بادشاہ بھی وہاں عام لوگوں کی طرح بیٹھ گئے اور اپنے بیٹوں کو بھی اپنے ساتھ بٹھالیا۔ اب یہ دونوں قریشی شہزادے غور سے اس شخص کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ جس کی ملاقات کا اشتیاق امیر المؤمنین اور بہت سے دیگر افراد کو ہے' سب ٹکٹکی لگائے اس کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ کہ کب نماز سے فارغ ہو اور وہ اس سے ہمکلام ہوں' شہزادے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک حبشی نژاد بوڑھا' کالا بھجنگ' گھنگھریالے بال اور چپٹی ناک والا آدمی نماز پڑھ رہا ہے ابا حضور سمیت سبھی لوگ اس کے انتظار میں ہیں۔

○

جب یہ شخص نماز سے فارغ ہوا اور اپنا رخ اس طرف کیا جدھر خلیفہء وقت جلوہ نشین تھا۔

امیر المؤمنین سلیمان بن عبدالملک نے مؤدبانہ سلام عرض کیا۔ تو اس نے بڑے بے نیازی کے انداز میں سلام کا جواب دیا۔ دعا سلام کے بعد امیر المؤمنین نے حج کے مسائل دریافت کرنا شروع کیے اور اس نے ہر مسئلے کا تفصیلی اور مدلل جواب دیا۔ جب تمام مسائل دریافت کر لیے تو امیر المؤمنین سلیمان بن عبدالملک نے اس شخص کا شکریہ ادا کیا اور دونوں بیٹوں

کو ساتھ لیا اور صفا مروہ کی طرف چل دیئے۔ درآنحالیکہ وہ صفا مروہ کے درمیان سعی کر رہے تھے کہ شہزادوں نے منادی کی آواز سنی وہ پکار پکار کر یہ کہہ رہا تھا۔

مسلمانو! ذرا غور سے سنو اس مقدس مقام بیت اللہ میں عطاء بن ابی رباح کے علاوہ لوگوں کو کوئی اور شخص فتوی جاری نہیں کر سکتا۔ ہاں کسی وجہ سے اگر وہ یہاں موجود نہ ہوں تو ان کی غیر حاضری میں عبداللہ بن ابی نجیح کو فتوی دینے کا حق ہے۔ یہ اعلان سن کر ایک شہزادے نے اپنے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا ابا حضور حکومت کا ایک کارندہ یہ اعلان کر رہا ہے کہ یہاں عطاء بن ابی رباح کے علاوہ کوئی فتوی نہیں دے سکتا۔ حالانکہ آپ نے تھوڑی دیر پہلے ایک ایسے شخص سے دینی مسائل دریافت کیے جو بظاہر معمولی سا معلوم ہوتا تھا اس نے آپ کی کوئی پرواہ بھی نہیں کی اور نہ ہی وہ آپ کی کوئی تعظیم بجالایا۔ یہ بات سن کر امیرالمؤمنین نے اپنے بیٹے سے کہا۔

میرے پیارے بیٹے: وہ شخص جس کے سامنے ہم باادب بیٹھے دینی مسائل دریافت کر رہے تھے' وہی تو عطاء بن ابی رباح ہے تم آج اس کی شان بے نیازی اور ہماری اس کے سامنے عاجزی' انکساری و درماندگی کا بچشم خود مشاہدہ کر چکے ہو۔ یہ عظیم شخصیت اپنے علم' عمل اور تقوی کی وجہ سے آج یہاں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مسند کی وارث ہے۔

پھر فرمایا بیٹا: علم حاصل کرو۔

علم ایک کمینے شخص کو معزز بنا دیتا ہے۔
گمنام کو شہرت عطاء کرتا ہے' اور غلام کو بادشاہ بنا دیتا ہے۔

○

امیر المؤمنین سلیمان بن عبدالملک نے علم کی شان کے متعلق کوئی مبالغہ آرائی نہیں کی تھی' بلکہ ایک حقیقت کا انکشاف کیا تھا۔ کیونکہ یہی عطاء بن ابی رباح بچپن میں ایک مکی مالدار عورت کے غلام تھے' لیکن اللہ تعالیٰ نے اس حبشی غلام کو بچپن ہی سے علم کی طرف راغب کر دیا تھا' انہوں نے اپنے وقت کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ایک حصہ اپنی آقا مکی خاتون کی خدمت کے لیے وقف تھا' اور اس میں پوری جانفشانی سے گھریلو کام کاج میں مصروف رہتے۔ دوسرا حصہ اپنے رب کی عبادت کے لیے مخصوص تھا جس میں پورے انہماک سے عبادت الٰہی میں مصروف رہتے اور تیسرا حصہ حصول علم کے لیے خاص تھا اور اس میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ' حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ جو بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس وقت موجود تھے' ان کے سامنے انہوں نے زانوے تلمذ طے کیے یہاں تک کہ ان کا سینہ علم' فقہ اور احادیث رسول علیہ السلام سے معمور ہو گیا۔

○

جب دولت مند مکی خاتون نے یہ دیکھا کہ اس غلام نے اپنے آپ

کو اللہ کے لیے بیچ ڈالا ہے۔ اور اپنی زندگی حصول علم کے لیے وقف کر دی ہے تو اس رحم دل خاتون نے اللہ تعالی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اسے اپنی غلامی سے آزاد کر دیا تاکہ اس سے اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچے آزادی ملتے ہی حضرت عطاء بن ابی رباح نے بیت اللہ میں ڈیرے ڈال دیے۔

اسی کو اپنا گھر سمجھا کہ جس میں انہوں نے پناہ لی اسی کو اپنا مدرسہ سمجھا کہ جس میں وہ علم حاصل کریں اور اسی کو اپنی عبادت گاہ سمجھا کہ جس میں تقوی و طاعت کے ذریعے اللہ تعالی کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے' مئورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسلسل بیس سال حضرت عطاء بن ابی رباح مسجد حرام میں مقیم رہے۔

○

جلیل القدر تابعی حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ علم کے ایک ایسے اعلی و ارفع مقام پر فائز ہوئے' جس پر انکے ہم عصر تابعین میں سے چند ایک کے علاوہ کوئی فائز نہ ہو سکا۔ آپ ان کے علمی مقام کا اس سے اندازہ لگائیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگ ان سے دینی مسائل دریافت کرنے کے لیے امڈ پڑے ہر ایک کی خواہش تھی کہ آگے بڑھ کر ان سے کوئی نہ کوئی دینی مسئلہ پوچھے آپ نے انہیں دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا۔ اہل مکہ' مجھے یہ منظر دیکھ کر بہت تعجب ہوا کہ آپ جوق در جوق مجھ سے دینی مسائل دریافت

کرنے کے لیے آتے ہیں جبکہ ابن ابی رباح ہر وقت تمہارے درمیان یہاں موجود ہیں۔ ان سے بہتر دینی مسائل بھلا کون جانتا ہے۔

○

حضرت عطاء بن ابی رباح علم اور عمل کے اس مقام پر اپنی دو عادتوں کی بنا پر فائز ہوئے۔

(۱) ایک تو انہیں اپنے نفس پر کامل درجے کا کنٹرول تھا وہ اپنے نفس کو اس کا موقع ہی نہیں دیتے تھے۔ کہ وہ لایعنی امور سے لذت حاصل کر سکے۔

(۲) دوسرا انہیں اپنے وقت کا بہت احساس تھا انہوں نے کبھی بھی کسی فضول بات یا فضول کام میں اپنا وقت ضائع نہیں کیا۔

کوفے کے جید عالم دین اور معروف عبادت گذار جناب محمد بن سوقہ کی زیارت کرنے کے لیے کچھ لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے ان زائرین سے ارشاد فرمایا: کیا میں آج آپکو ایک ایسی بات بتاؤں جس نے مجھے بہت فائدہ پہنچایا ہو سکتا ہے یہ بات تمہیں بھی فائدہ دے۔ سب نے بیک زبان ہو کر کہا کیوں نہیں ضرور بتائیے۔

ارشاد فرمایا: مجھے حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ نے ایک دن نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

بیٹا: ہم سے پہلے لوگ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فضول باتوں کو ناپسند کیا کرتے تھے۔ میں نے دریافت کیا حضور فضول باتوں سے کیا مراد ہے؟

انہوں نے فرمایا۔

قرآن مجید پڑھنے اور اسے سمجھنے' حدیث رسول بیان کرنے اور اس پہ عمل کرنے' نیکی کا حکم دینے یا برائی سے روکنے یا ایسا علم حاصل کرنے جو قرب الہی کا باعث ہو یا اپنی ضرورت اور معیشت کے بارے میں ایسی بات کرنے جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو ان کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر بات کو فضول تصور کیا کرتے تھے پھر انہوں نے میری طرف غور سے دیکھا اور فرمایا کیا تمہیں یہ معلوم نہیں۔

ان علیکم لحافظین کراما کاتبین

پھر انہوں نے ارشاد فرمایا ! . کیا ہم میں سے کسی ایک کے سامنے اس کا وہ نامہ اعمال نشر کر دیا جائے جو اس نے صرف دن کے پہلے حصے میں مرتب کرایا۔ کیا اسے اپنی بد اعمالیوں کی ایک لمبی فہرست دیکھ کر شرم محسوس نہیں ہوگی۔ کیا اسے اس بات کا شدت سے احساس نہ ہوگا کہ میں نے جو کچھ بھی کیا نہ اس سے دینی فائدہ ہوا اور نہ دنیاوی۔

○

بلاشبہ اللہ تعالی نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے علم سے بہت سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔ فیض یافتگان میں اہل علم بھی ہیں اور اہل صنعت و حرفت بھی اور انکے علاوہ اور بھی بے شمار لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں مناسک حج کی ادائیگی کے دوران مجھے عجیب وغریب صورتحال سے دوچار ہونا پڑا جس کی طرف ایک

حجام نے میری توجہ لائی۔

وہ اس طرح میں طواف اور سعی سے فارغ ہو کر حجام کے پاس گیا تاکہ حجامت بنوا کر احرام کھول دوں۔

میں نے حجام سے پوچھا حجامت کے کتنے پیسے لو گے؟

اس نے برجستہ جواب دیا اللہ آپ کی راہنمائی فرمائے عبادت کی قیمت نہیں لگائی جاتی۔

بیٹھو جو میسر ہو دے دینا۔ میں یہ سن کر شرمندہ ہوا اور بیٹھ گیا۔ اس نے قبلہ رخ ہو کر بیٹھنے کے لیے کہا یہ سن کر مجھے اور زیادہ شرمندگی محسوس ہوئی، میں قبلہ رخ ہو کر بیٹھا اور سر کی بائیں جانب حجام کی طرف کر دی تو اس نے کہا جناب دائیں طرف قریب کیجئے تو میں نے سر کی دائیں طرف اس کے قریب کر دی اس نے میری حجامت بنانا شروع کی اور میں تعجب اور حیرت میں ڈوبا ہوا خاموش اپنی حجامت بنوا رہا تھا تو اس نے کہا جناب آپ خاموش کیوں بیٹھے ہیں آپ بآواز بلند اللہ اکبر کہیں۔ میں نے اللہ اکبر کہنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ حجامت سے فارغ ہو گئے۔ اور اسے پیسے ادا کر دیئے۔ جانے لگا تو اس نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے تو میں نے کہا اب گھر جا رہا ہوں تو اس نے مجھے کہا حضرت پہلے دو رکعت پڑھ لیں اس کے بعد جہاں چاہیں تشریف لے جائیں میں نے دو رکعت نماز ادا کی اور اپنے دل میں کہا۔ یہ حجام تو کوئی جید عالم معلوم ہوتا ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر میں اس کے پاس گیا اور پوچھا کہ یہ باتیں آپ نے کہاں سے حاصل کیں اس نے کہا اللہ آپ کی

زبان مبارک کرے۔ مفتی اعظم مکہ حضرت عطاء بن ابی رباح سے میں نے یہ علم حاصل کیا۔ اور میں نے بہت سے لوگوں کو ان مسائل کی طرف توجہ دلائی۔

○

حضرت عطاء بن ابی رباح پر دنیا بڑی مہربان ہوئی۔ لیکن انہوں نے دنیا سے ہر ممکن اجتناب کیا اور زندگی بھر صرف ایک قمیص پر گذارہ کیا اور قمیص بھی ایسی پہنتے جس کی قیمت پانچ درہم سے زیادہ نہ ہوتی' حکمرانوں نے بیشتر مواقع پر انہیں اپنے دربار میں آنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے حتی الامکان وہاں جانے سے اجتناب کیا۔ انہیں اس بات کا اندیشہ تھا' کہ بادشاہوں کے دربار میں حاضری سے میری روحانی کیفیت دھندلا جائے گی' لیکن کبھی کبھار مسلمانوں کے فائدے کی خاطر خلیفہ وقت کے دربار میں چلے جایا کرتے تھے۔

عثمان بن عطاء خراسانی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے ابا جان کے ساتھ ہشام بن عبدالملک کی ملاقات کے لیے اپنے عمدہ گھوڑے پر سوار ہو کر دارالحکومت دمشق کی جانب روانہ ہوا راستے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بوڑھا آدمی موٹی اور کھردری قمیص پہنے ہوئے بوسیدہ جبہ زیب تن کیے ہوئے اور معمولی سی ٹوپی سر پر پہنے سیاہ رنگ کے گدھے پر سوار خراماں خراماں دمشق کی جانب رواں دواں ہے۔ مجھے یہ منظر دیکھ کر ہنسی آ گئی' میں نے مسکراتے ہوئے اپنے ابا حضور سے پوچھا۔ یہ عجیب و غریب آدمی کون

ہے؟

ابا جان نے کہا: خاموش رہو یہ فقہائے حجاز کے سردار عطاء بن ابی رباح ہیں جب وہ ہمارے قریب آئے تو ابا جان گھوڑے سے اتر کر ان سے بغل گیر ہوئے۔

دونوں نے ایک دوسرے سے حال دریافت کیا پھر دونوں اپنی اپنی سواری پر سوار ہوئے اور سوئے منزل چل دیے یہاں تک کہ ہشام بن عبدالملک کے محل کے دروازے پر جا کھڑے ہوئے۔ ابھی وہاں پہنچے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اندر سے بلاوا آگیا۔ میرے ابا جان اور انکے ساتھی بزرگ مفتی اعظم مکہ عطاء بن ابی رباح اندر تشریف لے گئے اور میں وہیں کھڑا رہا۔

جب دونوں بزرگ دربار سے باہر آئے تو میں نے ابا جان سے پوچھا امیر المئومنین سے ملاقات کیسی رہی؟

فرمانے لگے: کہ جب امیر المئومنین ہشام بن عبدالمالک کو پتہ چلا کہ باہر محل کے دروازے پر عطاء بن ابی رباح کھڑے ہیں۔ تو فوراً انہیں اندر آنے کی دعوت دی گئی بخدا مجھے بھی انہیں کی وجہ سے دربار میں جانے کا موقع ملا۔

جب ہشام نے انہیں آتے ہوئے دیکھا تو تعظیماً کھڑا ہو گیا۔ اور والہانہ انداز میں مسلسل خوش آمدید کہنے لگا۔ یہاں تک کہ انہیں اپنے برابر تخت پر بٹھالیا۔ دربار میں اس وقت ملک کی اہم شخصیات جلوہ افروز تھیں

سب ایک دوسرے سے محو گفتگو تھے لیکن انہیں دیکھ کر سب خاموش ہو گئے۔

امیر المومنین ہشام بن عبدالملک نے عطاء بن ابی رباح کو مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا۔

ابو محمد کیسے آنا ہوا؟

فرمایا امیر المومنین حرمین شریفین کے باشندے اللہ جل جلالہ کے مہمان اور رسول اکرم ﷺ کے پڑوسی ہیں۔ میری گذارش ہے کہ ان کے وظائف مقرر کر دیجیے امیر المومنین نے اپنے منشی کو مخاطب ہو کر کہا۔ مکہ اور مدینہ کے تمام باشندوں کو سال بھر کے اخراجات کی حکومت کی طرف سے ادائیگی کا حکم لکھ دیجئے۔

پھر پوچھا میرے لائق اور کوئی خدمت؟

فرمایا: ہاں امیر المومنین اہل حجاز اور اہل نجد اصل عرب اور اسلام کے سپوت ہیں۔ میری تجویز ہے ان کے صدقات کا وافر حصہ انہیں پر لٹا دیا جائے امیر المومنین نے یہ تجویز سنتے ہی کاتب کو اس کی تعمیل کا حکم دیا۔

پھر پوچھا ابو محمد میرے لیے اور کوئی خدمت؟

فرمایا: ہاں امیر المومنین سرحدوں پر دفاعی خدمات سرانجام دینے والے مجاہدین ملک کی بڑی اہم خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ جب بھی کوئی دشمن ملک کی طرف بری نگاہ سے دیکھتا ہے تو یہ اس کے مقابلے میں سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ انہیں بہت کم معاوضہ دیا جاتا

ہے' اگر یہ بھوک کی وجہ سے ہلاک ہو گئے تو یاد رکھنا ملک کی سرحدیں غیر
محفوظ ہو جائیں گی۔

یہ سنتے ہی امیرالمومنین نے فورا وہاں وافر مقدار میں راشن بھیجنے اور
مزید سہولتیں بہم پہچانے کا حکم دیا۔

پھر پوچھا: ابو محمد میرے لائق کوئی اور خدمت؟

فرمایا: ہاں امیرالمئومنین ذمی لوگوں سے ان کی طاقت سے بڑھ کر
ٹیکس وصول نہ کیا جائے۔ امیرالمئومنین نے یہ حکم بھی فورا نافذ کر دیا کہ کسی
بھی ذمی سے اس کی طاقت سے بڑھ کر ٹیکس وصول نہ کیا جائے۔

پھر پوچھا ابو محمد میرے لائق اور کوئی خدمت؟

فرمایا: ہاں۔

امیرالمئومنین ہر وقت اپنے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ یاد
رکھو تجھے اکیلا پیدا کیا گیا۔

تم اکیلے ہی مرو گے۔ اور اکیلے ہی تجھے قبر سے اٹھایا جائے گا۔ اللہ
کی قسم کوئی بھی ان درباریوں سے تمہارے ساتھ نہ ہو گا۔

ہشام بن عبدالملک سر کو جھکائے ہوئے زار وقطار رونے لگے۔

اسے روتا ہوا چھوڑ کر حضرت عطاء بن ابی رباح وہاں سے اٹھ کر
چل پڑے اور میں بھی ساتھ ہو لیا' جب ہم محل کے دروازے پر پہنچے تو ایک
آدمی بھری ہوئی تھیلی لے کر آیا اور عطاء بن ابی رباح سے کہا یہ آپ کے
لیے امیرالمئومنین نے بھیجی ہے قبول کیجئے پوچھا یہ کیا ہے؟

عرض کیا کہ اس کا تو مجھے بھی علم نہیں امیرالمؤمنین کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

فرمانے لگے افسوس صد افسوس میں نے یہ باتیں کوئی ذاتی فائدہ اٹھانے کے لیے نہیں کی تھیں اور ساتھ ہی یہ آیت تلاوت کر دی۔

وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی اللہ رب العالمین ○

اس پہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو پروردگار عالم پر ہے۔

یہ کہا اور تھیلی لینے سے انکار کرتے ہوئے محل سے باہر آ گئے۔

بخدا یہ امیرالمؤمنین کے پاس گئے اور پھر وہاں سے اٹھ کر آ گئے اور وہاں سے ایک قطرہ تک پانی کا نہ پیا۔

اللہ اکبر وللہ الحمد

○

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے سو سال عمر پائی عمر بھر علم اور عمل کو اپنا سرمایہ حیات سمجھا۔ ساری زندگی نیکی اور تقوی کے خوگر رہے۔ پوری عمر لوگوں سے بے پروائی اور اللہ تعالی کی طرف راغب رہے۔ جب موت کا وقت آیا تو دنیا کے بوجھ سے اپنے کندھوں کو آزاد پایا اور نیک اعمال توشہ آخرت کے لیے وافر مقدار میں موجود تھے۔ اس کے علاوہ ستر حج کیے ستر مرتبہ میدان عرفات میں وقوف کا موقع میسر آیا۔ اس دوران وہ

مسلسل اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کا سوال کرتے رہے نیز اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور جہنم سے پناہ مانگتے رہے۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

○

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

	جلد	صفحہ
۱۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد		۳۸۶/۲
۲۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی		۳۱۰/۳
۳۔ صفۃ الصفوۃ لابن جوزی		۲۱۱/۲
۴۔ غرر الخصائص		۱۱۷
۵۔ وفیات الاعیان لابن خلکان		۲۶۱/۳
۶۔ طبقات الشیرازی		۲۶۱
۷۔ نکت الہمیان		۱۷
۸۔ میزان الاعتدال		۱۹۷/۲
۹۔ تذکرۃ الحفاظ		۹۲/۱
۱۰۔ تہذیب التہذیب		۱۹۹/۷
۱۱۔ نزہۃ الخواطر		۸۵/۱

(۲)

حضرت عامر بن عبداللہ التمیمی رضی اللہ عنہ

آٹھ اشخاص

جنھیں زہد و تقویٰ میں عروج حاصل ہوا۔ ان میں سے پہلے نمبر پر حضرت عامر بن عبداللہ التمیمی ہیں۔

(علقمہ بن مرشد)

ہجرت کے چودہ برس بیت گئے امیر المومنین فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق معمار و کاریگر صحابہ کرام اور تابعین عظام نے سرزمین عراق مین ایک نئے شہر بصرہ کو آباد کیا۔ انکے عزائم یہ تھے کہ اس نئے شہر کو فوجی چھاؤنی کے طور پر استوار کیا جائے۔ تاکہ یہاں سے لشکر اسلام ایران کو اپنے زیر اثر لانے کے لیے فوجی کارروائی کو باسانی ترتیب دے سکے۔ اور اسی طرح ان کے عزائم میں یہ بھی بات تھی کہ یہ نیا شہر دعوت و ارشاد کا مرکز بھی ہو۔ اور روئے زمین پر اللہ کے نظام کو نافذ کرنے کے لیے مینارہ نور بھی ثابت ہو۔ فوجی اہمیت کا یہ نیا شہر جب تیار ہو گیا۔ تو جزیرہ عرب کی ہر جانب سے مسلمان جوق در جوق یہاں آکر آباد ہونے لگے۔ اسی طرح نجد' حجاز اور یمن سے بہت سے مجاہدین کے قافلے کشاں کشاں بصرہ چھاؤنی پہنچنے شروع ہوئے۔ اور وہاں آکر انہوں نے ڈیرے جما لیے۔ ان آنے والے قافلوں میں وادی نجد کے ایک معروف خاندان بنو تمیم کا ایک چشم و چراغ عامر بن عبداللہ التمیمی بھی نہاں خانہ دل میں جذبہ جہاد لئے ہوئے یہاں پہنچا۔

○

عامر بن عبداللہ ان دنوں نیک دل' سلیم الفطرت' پاکیزہ ذہن' خوبرو' کڑیل جوان تھا۔ بصرہ اپنی نو آبادی کے باوجود مال و دولت کے اعتبار سے دوسرے شہروں کی نسبت امتیاز حاصل کر چکا تھا۔ کیونکہ مسلسل فتوحات کی بناء پر یہاں مال غنیمت کے انبار لگ رہے تھے۔ اور خالص سونے کے

ذخائر جمع ہو رہے تھے لیکن اس تمیمی نوجوان عامر بن عبداللہ کو ان میں سے کسی چیز کی خواہش نہ تھی۔ وہ لوگوں سے بے نیاز اور اللہ کی محبت میں وارفتہ' دنیا اور اس کی رعنائیوں سے کبیدہ خاطر اور اللہ کی رضا کا طلب گار تھا۔

○

ان دنوں پر رونق شہر بصرہ کے گورنر' لشکر اسلام کے جرنیل' باشندگان بصرہ کے مربی و مرشد جلیل القدر صحابی حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ تھے۔ عامر بن عبد اللہ صلح ہو یا جنگ' سفر ہو یا حضر' بہر صورت حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ رہتے۔ ان سے قرآن مجید کا علم نورانی حاصل کیا اور پھر اسے دوسرے لوگوں کے سامنے من و عن بیان کیا۔

جب اس نوجوان نے نورانی علوم کے جواہرات سے اپنی جھولی بھر لی۔ تو اپنے قیمتی اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کر لیا۔ ایک حصہ تعلیم کے لیے وقف کر دیا اور اس حصے کو بصرہ کی مسجد میں لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینے کیلئے وقف کر دیا۔ دوسرا حصہ عبادت کے لیے وقف کر دیا۔ اور اس حصے میں دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر اللہ کی عبادت میں اتنی دیر کھڑے رہتے کہ پاؤں تھک جاتے تیسرا حصہ جہاد کے لیے وقف کر دیا اور اس میں اسلحہ سے لیس ہو کر ایک تجربہ کار مجاہد کے روپ میں میدان جہاد میں میں کارہائے نمایاں سرانجام دیتے۔ ان کے علاوہ انہوں نے زندگی بھر کوئی چوتھا مشغلہ

اختیار نہیں کیا۔ وہ اپنے دور میں بصرہ کے عابد و زاہد مشہور تھے۔

○

بصرے کا باسی بیان کرتا ہے۔ کہ میں ایک دفعہ سفر میں اس قافلے میں شامل ہوا جس میں حضرت عامر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سفر کر رہے تھے۔ رات ہوئی تو ہمارے قافلے نے جنگل ہی میں گھنے درختوں کے ایک جھنڈ کے قریب پڑاؤ کیا۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے اپنا سامان اکٹھا کیا۔ اور اپنا گھوڑا درخت کے ساتھ باندھا۔ زمین سے گھاس اکٹھی کر کے اس کے سامنے پھینک دی تاکہ یہ اسے کھا کر سیر ہو جائے۔ اور خود درختوں کے جھنڈ میں داخل ہو گئے۔ میں بھی یہ عزم لے کر دبے پاؤں اس کے پیچھے ہو لیا' کہ آج میں ضرور یہ نظارہ کرونگا کہ عامر بن عبداللہ رات کی تاریکی اور درختوں کے خوفناک جمگھٹے میں کیا کرتے ہیں۔ وہ درختوں کے درمیان دور تک گئے یہاں تک کہ وہ ایک ایسی جگہ پر جا کھڑے ہوئے جہاں کسی کی نظر نہ پڑے پھر انہوں نے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ نماز ایسی وارفتگی میں پڑھ رہے تھے کہ کیا کہنے میں نے ایسی عمدہ' مکمل اور خشوع سے بھرپور نماز اس سے پہلے کسی کو پڑھتے نہیں دیکھا تھا نماز سے فارغ ہو کر انہوں نے اپنے رب سے سرگوشیاں شروع کر دیں۔ ولدوز آواز میں فرمانے لگے۔

الٰہی ! تو نے اپنے حکم سے مجھے پیدا کیا۔ اور اپنی مرضی سے مجھے اس دنیا کی آزمائشوں میں مبتلا کیا' پھر تو خود ہی مجھ سے فرماتا ہے کہ سنبھل کر چل۔

الٰہی ! تو جانتا ہے کہ اگر مجھے یہ ساری دنیا دے دی جائے' اور پھر کوئی مجھ سے تیری رضا کی خاطر اس کا مطالبہ کر دے تو میں تیری رضا کو ترجیح دوں اور ساری دنیا مطالبہ کرنے والے کو دے دوں۔ اور مجھے ذرہ برابر بھی کوئی مضائقہ نہ ہو۔ اے رحم کرنے والے مجھے سکون قلب عطا کر۔

الٰہی ! میں نے تجھ سے ایسی محبت کی ہے۔ جس سے دنیا کی ہر مصیبت جھیلنی میرے لیے آسان ہو گئی ہے۔ اور تیرے ہر فیصلے کو برضا و رغبت تسلیم کرنے کا حوصلہ ملا ہے۔

تیری سچی محبت کے ہوتے ہوئے مجھے دن رات میں آنے والے نشیب و فراز کی کوئی پرواہ نہیں۔

○

بصرے کا رہنے والا وہ شخص بیان کرتا ہے کہ پھر مجھے نیند آ گئی لیکن نیند گہری نہ تھی میں پوری رات نیند اور بیداری کی کشمکش میں مبتلا رہا۔ کبھی آنکھ لگ جاتی اور کبھی کھل جاتی۔ لیکن حضرت عامر پوری رات نماز اور مناجات میں مصروف رہے یہاں تک کہ صبح صادق نمودار ہوئی۔ تو انہوں نے نماز فجر ادا کی۔

اور اس کے بعد یہ دعا کی۔

الٰہی ! صبح ہو چکی ہے۔ اور تیرا فضل تلاش کرنے کے لیے لوگوں کی چہل پہل شروع ہو چکی ہے ہر شخص کی کوئی نہ کوئی ضرورت ہے۔ اور میری ضرورت یہ ہے کہ تو مجھے بخش دے۔

الٰہی ! کرم فرما میری اور ان سب لوگوں کی حاجات کو پورا کر دے۔ بلاشبہ تو سب سے بڑھ کر کرم فرمانے والا ہے۔

الٰہی ! میں نے تجھ سے تین چیزیں مانگیں تھیں۔ تو نے مجھے دو عطا کر دیں۔ اور ایک ابھی تک عطا نہیں کی۔ الٰہی ! وہ تیسری چیز بھی عطا کر دے تا کہ میں اپنی منشا کے مطابق جی بھر کر تیری عبادت کر سکوں۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھے پیچھے مڑے تو ان کی نظر مجھ پر پڑی تو گبھرا گئے۔ بڑے ہی افسردہ لہجے میں مجھ سے کہا۔ میرے بصری بھائی کیا تو ساری رات یہاں مجھے دیکھتا رہا ہے۔

میں نے کہا ! جی ہاں۔

فرمانے لگے : خدارا جو تو نے دیکھا کسی کو نہ بتانا' اس کو اپنے دل میں ہی چھپائے رکھنا' اللہ تمہاری حفاظت فرمائے۔

میں نے کہا مجھے وہ تین چیزیں بتاؤ جو تم نے اللہ سے مانگی تھیں' دو تمہیں دے دی گئیں اور ایک ابھی تک نہیں ملی۔ اگر تم نہیں بتاؤ گے تو میں بھی یہ راز فاش کر دونگا۔ اور لوگوں سے آج رات کا پورا واقعہ بیان کر دونگا۔

فرمایا: تیری مہربانی آج کا یہ واقعہ کسی کو نہ بتانا۔

میں نے کہا : میری وہی شرط ہے۔ جب اس نے میرے رویہ کو دیکھا تو فرمایا مجھے اللہ کا گواہ کر کے وعدہ دو کہ تم میری اس کیفیت کو لوگوں کے سامنے بیان نہیں کرو گے میں نے عرض کی۔ کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تیری زندگی میں یہ واقعہ میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔

تو وہ فرمانے لگے: کہ مجھے سب سے زیادہ دین کو تباہ و برباد کرنے کا خطرہ عورتوں سے تھا۔ میں نے اپنے رب سے التجا کی کہ میرے دل سے عورتوں کی محبت نکال دے اللہ نے میری دعا قبول کر لی۔ اب میری یہ حالت ہے۔ کہ عورت اور دیوار کو دیکھنا میرے لیے برابر ہے۔

میں نے کہا یہ تو ایک چیز ہوئی! دوسری کیا ہے؟

فرمانے لگے: میں نے اپنے رب سے دوسری التجا یہ کی کہ میں اس کے سوا کسی سے نہ ڈروں۔ اللہ نے میری یہ دعا بھی قبول کر لی۔ اب ارض و سما میں سے اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔

فرمانے لگے میں نے اللہ سے التجا کی کہ میری نیند ختم ہو جائے اور میں رات دن اللہ کی عبادت میں گذار سکوں۔ لیکن میری یہ دعا قبول نہیں ہوئی۔

جب میں نے یہ باتیں سنیں تو ان سے کہا حضرا اپنے آپ پہ رحم کیجئے تم رات بھر عبادت میں مصروف رہتے ہو۔ اور دن بھر روزے کی حالت میں رہتے ہو جنت تو اس سے کم عمل پہ بھی ان شاء اللہ تمہیں عنایت کر دی جائے گی اور جہنم سے بچاؤ کے لیے اپنے آپ کو ہلکان نہ کیجئے۔ اللہ کی رحمت آپ کے شامل حال ہے۔

فرمانے لگے مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں قیامت کے دن مجھے شرمسار نہ ہونا پڑے جبکہ اسوقت شرمساری کوئی فائدہ نہ دے گی۔ بخدا میں عبادت میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دینا چاہتا ہوں۔

اگر نجات مل گئی تو یہ اللہ کی رحمت ہے۔
اگر پکڑا گیا تو یہ میری کوتاہی ہو گی۔

○

عامر بن عبداللہ رات بھر مصلے پر کھڑے ہو کر عبادت کرنے والے ہی نہ تھے بلکہ وہ دن بھر گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو کر میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے والے ایک جفاکش مجاہد بھی تھے۔

جب بھی کسی نے جہاد کے لیے پکارا سب سے پہلے چاق و چوبند یہی میدان میں اترے جب بھی کسی معرکے میں حصہ لینے کے لیے مجاہدین میں شامل ہوتے تو اپنا ایک قافلہ تشکیل دیتے۔ اور جہاد کے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے اپنے قافلے کے احباب سے مخاطب ہو کر کہتے کہ میرے آپ سے تین مطالبے ہیں۔ وہ پوچھتے کون سے ؟

آپ فرماتے :

۱۔ ایک مطالبہ تو یہ ہے کہ میں آپ سب کا خادم بن کر شریک سفر رہوں گا۔ اور آپ میں سے کسی کو کوئی اعتراض نہ ہو گا۔

۲۔ دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ جب بھی نماز کا وقت ہو گا تو اذان میں دوں گا۔ اور آپ میں سے کوئی بھی میرا یہ حق چھیننے کو کوشش نہیں کرے گا۔

۳۔ اور تیسرا مطالبہ یہ ہے کہ میں اپنی حیثیت کے مطابق آپ پر اپنی گرہ سے خرچ کروں گا۔ اور کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔

اگر قافلے کے احباب یہ تینوں مطالبے برضاو رغبت قبول کر لیتے تو ان کے ساتھ رہتے' ورنہ دوسرے قافلے کی جانب رخ کرتے۔
اور اس قافلے کے ساتھ مل کر سفر کرتے جو ان کے مطالبے بلاچوں چراں مان لیتا۔

○

حضرت عامر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ان مجاہدین میں سے تھے جو خطرناک مواقع پر جوانمردی سے آگے بڑھتے ہیں۔ اور طمع اور لالچ کے وقت دامن سمیٹ کر کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں گھمسان کی لڑائی میں مردانہ وار اس طرح بے خوف و خطر آگے بڑھتے جس کی مثال جنگی تاریخ میں نہیں ملتی اور غنیمت کا مال سمیٹتے وقت یوں کنارہ کشی اختیار کرتے۔ جیسے کوئی غیر مرغوب چیز کو دیکھ کر منہ پھیر لیتا ہے۔

○

فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جنگ قادسیہ سے فارغ ہو کر ایران کے شاہی محل میں فروکش ہوئے عمر بن مقرن کو حکم دیا کہ مال غنیمت اکٹھا کریں اور اس کی گنتی کریں۔ تاکہ غنیمت کا پانچواں حصہ دار السلطنت مدینہ منورہ کو بیت المال کے لیے روانہ کر دیا جائے۔ اور باقی غنیمت کا مال مجاہدین میں تقسیم کر دیں۔ ایسا عمدہ مال اور قیمتی اشیاء کے ان کے سامنے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ کہ کیا کہنے! عمدہ شیشے کی نقش و نگار والی

دیدہ زیب ٹوکریوں میں سونے چاندی کے وہ برتن نہایت سلیقے سے رکھے ہوئے تھے۔ جن میں ایرانی بادشاہ کھانا کھایا کرتے تھے۔

وہاں ساگوان کی لکڑی کے بنے ہوئے نہایت عمدہ اور دلکش صندوقوں میں ایرانی حکمرانوں کے لباس' اور ہیرے موتی جڑی ہوئی اشیاء دیکھنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھیں وہاں عمدہ' دیدہ زیب' اور دلفریب زیورات ڈبوں میں سلیقے سے رکھے ہوئے تھے۔ وہاں ایرانی بادشاہوں کی نیاموں میں بند تلواریں ایک نیا رنگ جمائے ہوئے تھیں۔

اور وہاں ان بادشاہوں اور جرنیلوں کی تلواریں بھی پڑی ہوئیں تھیں جو مختلف ادوار میں ایرانی حکمرانوں کے آگے سرنگوں ہوئے۔

O

کارکن تمام حاضرین کے سامنے مال غنیمت کی گنتی کر رہے تھے۔ کہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک پراگندہ حال' غبار آلود شخص ایک بھاری مٹکا اٹھائے قلندرانہ انداز میں چلا آ رہا ہے۔ حاضرین نے اپنی زندگی میں اس جیسا برتن نہیں دیکھا تھا مال غنیمت کی جو چیزیں ان کے سامنے پڑی ہوئیں تھیں۔ وہ اس مٹکے کے مقابلے میں ہیچ نظر آنے لگیں۔ اس برتن میں جب جھانکا تو وہ ہیرے جواہرات کا بھرا ہوا تھا۔

حاضرین نے اس شخص سے پوچھا

یہ قیمتی خزانہ کہاں سے ہاتھ لگا ہے۔

اس نے کہا یہ معرکہ کے دوران غنیمت کے طور پر میرے ہاتھ آیا

ہے۔

انھوں نے پوچھا: کیا اس میں سے کوئی چیز تم نے الگ کی ہے ؟

اس نے کہا اللہ تمہیں ہدایت دے یہ کیسے ہو سکتا ہے اللہ کی قسم ہیرے جواہرات سے اٹا ہوا یہ برتن اور ایران کے بادشاہوں کی ملکیت میں ساری دولت میرے نزدیک ایک کٹے ہوئے ناخن کے برابر بھی نہیں ہے۔

اگر یہ مسلمانوں کے بیت المال کا حق نہ ہوتا تو میں کبھی بھی یہ اٹھا کر تمہارے پاس نہ لاتا انھوں نے کہا اللہ آپ کو عزت دے آپ کون ہیں ؟

اس نے کہا: اللہ کی قسم میں اپنے بارے میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا اور نہ کسی غیر کو مبادا کہ تم میری تعریف کرنے لگو۔

میں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور اس کی بارگاہ سے ثواب کی امید رکھتا ہوں۔ یہ کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

وہ یہ منظر دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ انھوں نے اس کے پیچھے ایک آدمی بھیجا تاکہ وہ یہ خبر لائے کہ یہ کون ہے!

وہ شخص اس کے پیچھے چلتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے مجاہد ساتھیوں سے جا ملا ان سے جا کر پوچھا کہ یہ صاحب کون ہیں ۔ انھوں نے کہا: کیا تمہیں معلوم نہیں یہ بصرہ کے زاہد عامر بن عبداللہ تمیمی ہیں۔

○

حضرت عامر بن عبداللہ ان اوصاف حمیدہ کے باوجود لوگوں کی جانب

سے پیدا کردہ مشکلات سے اور مصائب سے بچ نہ سکے۔ انہیں بالکل ان لوگوں کی طرح تکالیف اور پریشانیاں جھیلنا پڑیں جو لوگ حق کا برملا اظہار کرتے ہیں اور برائیوں کو بزور بازو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایک دفعہ یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت عامر بن عبداللہ نے دیکھا کہ بصرے کی پولیس کے سربراہ کا ملازم ایک غیر مسلم ذمی کو گردن سے پکڑے ہوئے لیے جا رہا ہے۔ اور وہ بیچارہ لوگوں سے دردمندانہ انداز میں فریاد کر رہا ہے۔

لوگو! مجھے بچاؤ!

مسلمانوں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدے کی حفاظت کرو۔

یہ سن کر حضرت عامر آگے بڑھے۔ ذمی سے پوچھا کیا تم نے ٹیکس ادا کر دیا ہے! اس نے کہا! ہاں:

پھر آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے جس نے اس بیچارے کی گردن دبوچ رکھی تھی۔

گرجدار آواز سے کہا: تم نے اسے کیوں پکڑا ہے؟

اس نے کہا کہ میں اسے صاحب بہادر کے باغیچہ کی صفائی کرانے کے لیے لے جا رہا ہوں۔ حضرت عامر نے ذمی سے پوچھا کیا تم بخوشی یہ کام کرنے کے لیے تیار ہو۔

اس نے کہا بالکل نہیں میں اگر باغیچہ صاف کرنے میں لگ گیا۔ تو میں اپنے بچوں کے لیے کیسے کماؤں گا۔

اللہ کے لیے میری مدد کرو، مجھے اس مصیبت سے چھڑاؤ۔ اللہ آپ کا بھلا کرے گا۔ حضرت عامر نے پکڑنے والے سے کہا کہ اسے چھوڑ دو۔

اس نے کہا میں نہیں چھوڑوں گا۔

حضرت عامر نے نے ذمی پہ اپنی چادر پھینک کر ایک ہی جھٹکے میں اسے چھڑا لیا اور پھر فرمایا اللہ کی قسم میری زندگی میں حضرت محمد ﷺ کے معاہدے کو نہیں توڑا جا سکتا اور اس توتکار میں جو لوگ وہاں جمع ہو چکے تھے ان سب نے حضرت عامر بن عبداللہ کی طرفداری کی۔

پولیس ملازمین نے حضرت عامر بن عبداللہ پر صاحب امر کی اطاعت ترک کرنے کا الزام عائد کر دیا۔ علاوہ ازیں ان پر جماعۃ المسلمین سے خروج کا الزام بھی لگا۔ اور ان کے متعلق یہ بھی کہا کہ اس نے شادی نہ کر کے سنت نبوی ﷺ کا انکار کیا ہے۔ اور یہ نہ دودھ پیتا ہے اور نہ گوشت کھاتا ہے۔ اس طرح یہ حلال چیزوں کو حرام قرار دینے کا مرتکب ہوا ہے۔ اور مزید برآں یہ حکمرانوں کی مجلس سے کنی کتراتا ہے۔ ان الزامات کی فائل بنا کر امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دی۔

○

امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بصرہ کے گورنر کو حکم دیا کہ عامر بن عبداللہ کو بلا کر ان پر عائد کردہ الزامات کی تحقیقات کر کے جلد مجھے حقیقت حال سے آگاہ کریں۔

گورنر نے حضرت عامر کو بلایا اور کہا: کہ امیرالمؤمنین کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے میں آپ سے چند سوال پوچھنا چاہتا ہوں!

فرمایا: خوشی سے پوچھئے۔

گورنر نے پوچھا: آپ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے اعراض کرتے ہوئے شادی سے انکاری ہیں۔

فرمایا: میں نے نبی ﷺ کی سنت کا انکار کرتے ہوئے شادی کے بندھن سے راہ فرار اختیار نہیں کیا۔ میں صدق دل سے یہ اعلان کرتا ہوں کہ اسلام میں رہبانیت دنیا ترک کر دینے کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔ البتہ شادی نہ کرانے کی اصل وجہ یہ ہے کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میرا ایک دل ہے۔ کیوں نہ صرف ایک اللہ ہی کے ساتھ لو لگائی جائے مجھے یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں بیوی میرے دل پر غالب نہ آ جائے۔

پھر اس نے دریافت کیا کہ تم گوشت کیوں نہیں کھاتے؟

آپ نے فرمایا جب دل چاہے اور آسانی سے دستیاب ہو تو کھا لیتا ہوں اس نے پوچھا تم پنیر کیوں نہیں کھاتے۔ آپ نے فرمایا: میں ایک ایسے علاقے میں رہتا ہوں جہاں آتش پرست آباد ہیں۔ اور وہ پنیر بناتے ہیں یہ قوم مردار اور ذبح کیے گئے جانور میں کوئی فرق نہیں کرتی مجھے اندیشہ رہتا ہے کہ کہیں پنیر میں مردہ جانور کا کوئی جز استعمال نہ کیا گیا ہو۔

ہاں اگر دو مسلمان تصدیق کر دیں کہ اس میں تمام حلال اجزاء استعمال ہوئے ہیں تو میں بخوشی کھا لیتا ہوں۔

گورنر نے پوچھا: تم حکمرانوں کی مجلس میں کیوں نہیں بیٹھتے ان کی مجالس سے ہمیشہ اجتناب کیوں کرتے ہو اس کی کیا وجہ ہے؟

فرمایا: تمہارے دروازے پر بڑے ضرورتمند آتے ہیں۔ انہیں اپنے پاس بلاؤ اور ان کی ضروریات کو پورا کرو۔ اور جس کو تم سے کچھ غرض نہیں اس کے درپے کیوں ہوتے ہو۔ اسے چھوڑو اور اپنی حالت میں مست رہنے دو۔

○

گورنر نے حضرت عامر بن عبداللہ کی یہ تمام باتیں امیرالمؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیں۔ اور انہیں اطلاع دی کہ نہ تو حضرت عامر اطاعت امیر سے گریزاں ہیں۔ اور نہ ہی انہوں نے مسلمانوں سے کوئی الگ روش اختیار کی ہے لیکن اس سے بھی ان کے خلاف سازشوں کی یلغار ماند نہ پڑ سکی۔ ان کے خلاف بہت سے من گھڑت قصے تراشے گئے نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی۔ کہ حضرت عامر کے حامی اور مخالف دو مضبوط گروہوں میں تقسیم ہو چکے تھے قریب تھا کہ کوئی اندوہناک فتنہ سر اٹھا لیتا لیکن امیرالمؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عامر کو شام بھیج دیا۔ اور وہاں انہیں مستقل رہائش فراہم کر دی۔ اور شام کے گورنر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کی تکریم و تعظیم کا حکم دے دیا۔

○

جس دن حضرت عامر بن عبداللہ بصرے سے کوچ کرنے لگے۔ بہت سے معتقدین اور شاگرد الوداع کے لیے جمع ہو گئے۔ اور جم غفیر الوداع کہنے کے لیے بصرہ شہر کے باہر تک گیا۔ شہر سے باہر نکل کر سب حاضرین سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: لوگو! میں دعا کرتا ہوں اور تم آمین کہنا۔

سب لوگ ان کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگے سب مجسمہ حزن و ملال بنے بے حس و حرکت خاموش کھڑے تھے سب کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

آپ نے ہاتھ اٹھائے اور باواز بلند کہا:

الٰہی: جس کسی نے مجھ پر الزام لگائے اور مجھے بدنام کرنے کے لیے کوشاں رہا۔ جو مجھے میرے شہر سے نکالنے کا سبب بنا' میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جدائی کا باعث بنا۔

اے اللہ میں نے اسے معاف کیا تو بھی اسے معاف کر دینا۔

اسے دین و دنیا میں عافیت عطا کرنا مجھے اور تمام مسلمانوں کو اپنی رحمت احسان اور معافی کی چادر کے پردے میں ڈھانپ لینا۔ بلاشبہ تو بہت بڑا رحم کرنے والا ہے۔

پھر اپنی سواری کو سرزمین شام کو طرف رخ کر کے ایڑ لگائی اور سوئے منزل چل دیئے۔

○

حضرت عامر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے باقی زندگی شام میں بسر کی اور بیت المقدس میں ڈیرے ڈالے رکھے۔ اور اس کے علاوہ جو سرکاری رہائش فراہم کی گئی تھی اس میں ایک دن بھی قیام نہیں کیا۔ البتہ شام کے گورنر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی تعظیم و تکریم کے لیے کوئی کسر باقی نہ چھوڑی جس سے یہ دلی طور پر بہت متاثر ہوئے۔

جب حضرت عامر رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو کچھ تیمار دار آئے وہ کیا دیکھتے ہیں کہ آپ زار و قطار رو رہے ہیں۔

سب نے کہا۔

آپ روتے کیوں ہیں : آپ تو زندگی بھر کارہائے نمایاں اور کارہائے خیر ہی سرانجام دیتے رہے ہیں۔

فرمایا:

اللہ کی قسم: مجھے نہ تو دنیا کا لالچ ہے اور نہ موت سے گھبراہٹ میں روتا اس لیے ہوں کہ سفر لمبا ہے اور زادراہ بہت تھوڑا ہے میں اسی نشیب و فراز اور کشمکش میں مبتلا ہوں یہ کہ جنت ملے گی یا جہنم۔

مجھے علم نہیں کہ میں کس سفر پر روانہ ہو رہا ہوں۔

پھر ان کی پاکیزہ روح اس حال میں قفص عنصری سے پرواز کر گئی کہ

ان کی زبان ذکر الٰہی سے تر تھی کیا نصیب ہے اور کیا خوش بختی کہ قبلہ اول' حرم ثالث' معراج رسول ﷺ کی منزل اول یعنی بیت المقدس کی قربت میں ہمیشہ کے لیے سکون کی نیند سو گئے۔

اللہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی قبر کو منور کرے۔

اللہ جنت الفردوس میں اس کے چہرے کو ترو تازہ کرے۔

حضرت عامر بن عبداللہ التمیمی کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الطبقات الکبری لابن سعد ۷/ ۱۰۳۔۱۱۲

۲۔ صفتہ الصفوۃ لابن جوزی ۳/ ۲۰۱۔۲۱۱

۳۔ حلیتہ الاولیاء لاصفہانی ۸۷۔۹۵

۴۔ تاریخ الطبری لمحمد بن جریر الطبری ۴/ ۱۹۔۸۵

۳۰۲۔۳۲۷۔۳۳۳

(۳)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

جسے دنیا میں
جنتی شخص دیکھنے کا شوق ہو وہ
عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھ
لے۔

(عبدالملک بن مروان)

آفتاب اپنی سنہری روپہلی کرنوں کو بیت اللہ سے سمیٹتے ہوئے اپنے رخ زیبا کو پردہ غروب میں چھپا کر شبنم سے لبریز ہوا کے خنک جھونکوں کو خانہ خدا کے پاکیزہ صحن میں رقصاں و خراماں رہنے کا اذن عام دے چکا تھا۔

اس سہانی و دلفریب فضا میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین ذی وقار اللہ اکبر اور لاالہ الا اللہ کے دلاویز و پرکیف نغموں سے اور بارگاہ ایزدی میں دلگداز آہوں سسکیوں اور پر سوز دعاؤں سے بیت اللہ کی فضا کو معطر کر رہے تھے۔

لوگ ہیبت و جلال کے مظہر و استقلال کے پیکر بیت اللہ کے ارد گرد گروہ در گروہ حلقے بنا کر بیٹھ گئے۔ اور اپنی آنکھوں کو خانہ خدا کی زیارت سے خیرہ کرنے لگے۔ اور ساتھ ہی محبت بھرے انداز میں ایک دوسرے سے محو گفتگو بھی تھے' رکن یمانی کے قریب خوبرو' خوش شکل اجلے سفید اور صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے چار کڑیل جوان بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ یوں دکھائی دیتا تھا کہ ان کا تعلق کسی معزز گھرانے اور عالی مرتبت خاندان سے ہے' دریافت کرنے پر پتا چلا کہ وہ عبد اللہ بن زبیرؓ مصعب بن زبیرؓ' عروہ بن زبیرؓ اور عبد الملک بن مروان ہیں۔

○

ان چار نیک فطرت نوجوانوں کے درمیان دھیمے گداز اور نرم لہجے میں تبادلہ خیال ہونے لگا۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ آج ہم میں سے ہر ایک اللہ رب العزت کی بارگاہ سے اپنی دلپسند چیز کا مطالبہ کرے' یہ بات سن

کر وہ خیالات کی غیبی دنیا میں اور تمناؤں کے سر سبز و شاداب خیالی باغات میں طواف کرنے لگے اور پھر تھوڑی دیر بعد ان میں سے ایک نوجوان عبد اللہ بن زبیرؓ اپنے سر کو جھٹک کر چوکس ہوا اور کہنے لگا: میری دلی خواہش ہے کہ میں حجاز کا حکمران بنوں اور خلافت کا تاج میرے سر پر ہو۔

ان کے بھائی مصعب بن زبیرؓ نے کہا: میری دلی تمنا ہے کہ میں کوفہ اور بصرہ کا حکمران بنوں۔ اور کوئی بھی میرا مخالف نہ ہو۔

تیسرے نوجوان عبد الملک بن مروان نے کہا: اگر تم دونوں اتنے ہی پر اکتفا کر بیٹھے ہو تو تمہیں مبارک' سنو میری دلی خواہش ہے کہ میں پوری دنیا کا حکمران بنوں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت مجھے ملے لیکن حضرت عروہ بن زبیرؓ خاموش بیٹھے رہے اس نے کچھ نہ کہا: تینوں نوجوان اس کی طرف لپکے' کہنے لگے' خاموش کیوں بیٹھے ہو آپ کچھ بولتے نہیں۔ کیا ارادے ہیں۔ کچھ تو دل کی بات ظاہر کرو؟

اس نے کہا: جو کچھ تم نے مانگا وہ تمہیں مبارک ہو میری دلی تمنا یہ ہے۔ کہ میں عالم باعمل بنوں لوگ مجھ سے قرآن و حدیث کا علم سیکھیں اور مجھ سے دینی احکامات معلوم کریں اور پھر آخرت اللہ کی رضا اور جنت کو میرا مقدر بنا دیا جائے۔

O

دن گذرتے گئے' گردش زمانہ سے وہ وقت بھی آگیا کہ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حجاز' مصر' یمن' خراسان اور عراق پر

حکومت کرنے کے لیے خلافت کا تاج حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے سر پر رکھا گیا۔ پھر چشم فلک نے وہ دلخراش منظر بھی دیکھا کہ انہیں بیت اللہ کے قریب اس جگہ سے چند قدم کے فاصلے پر قتل کر دیا گیا جہاں انہوں نے خلیفہ بننے کی تمنا کا اظہار کیا تھا۔ حضرت مصعب بن زبیر کو ان کے بھائی حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے عراق کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔

اور پھر انہیں بھی خلافت کے دفاع کی آڑ میں قتل کر دیا گیا۔

پھر عبد الملک بن مروان اپنے باپ کی وفات کے بعد خلیفہ بنے۔

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ اور ان کے بھائی مصعب بن زبیرؓ کے قتل کے بعد تمام مسلمانوں نے عبد الملک کی خلافت کو بخوشی تسلیم کر لیا۔ پھر وہ اپنے دور میں دنیا بھر کے حکمرانوں سے زیادہ اہمیت اختیار کر گئے اور ان کی حکومت بھی سب سے زیادہ وسیع و عریض علاقے پر تھی۔ اس طرح تینوں جوانوں کی تمنائیں پوری ہوئیں لیکن حضرت عروہ بن زبیرؓ کی تمنا کا کیا بنا آیئے اب ہم ان کی نصیحت آموز داستان کا آغاز کرتے ہیں۔

○

حضرت عروہ بن زبیرؓ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات سے ایک سال پہلے ایک عالی شان اور معزز گھرانے میں پیدا ہوئے' ان کے والد محترم حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ حواری رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور انہیں اسلام کی سربلندی کے لیے سب سے پہلے تلوار اٹھانے کا اعزاز حاصل ہوا اور یہ ان دس صحابہ کرام میں سے تھے جنہیں زندگی میں جنت کی بشارت دی

گئی۔ ان کی والدہ ماجدہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت اسماء تھ
جو ذات النطاقین کے لقب سے مشہور ہوئیں ان کے نانا حضرت صدیق ا
رضی اللہ عنہ تھے جنہیں خلیفہ رسول علیہ السلام اور رفیق غار ہونے کا اع
حاصل ہے۔

ان کی دادی حضرت صفیہ بنت عبد المطلب تھیں جو رسول اقد
صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں اور ان کی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفا
ہوئی۔ انہیں دفن کرنے کا وقت آیا تو پہلے یہ قبر میں اترے لحد کو ا
ہاتھوں سے درست کیا۔

کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی حسب و نسب ہے جو حضرت ع
رضی اللہ عنہ کو میسر آیا۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی عز و شرف ہے۔ جو انہیں
حاصل ہوا۔

غرضیکہ عروہ بن زبیرؒ نے بیت اللہ کے پاس بیٹھ کر جس دلی تمن
اظہار کیا تھا وہ انہیں میسر آئی۔ یہ علم حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوئے ا
وہ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو اس وقت زندہ تھے انہیں غنیم
سمجھتے ہوئے ان کے گھروں کے چکر لگانے لگے انکے پیچھے نمازیں پڑھتے' ا
کی مجلسوں میں بیٹھتے ان سے کتاب و سنت کا علم حاصل کرتے' انہوں ۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ' حضرت زید ب
ثابت رضی اللہ عنہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ
حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ ب

عباس رضی اللہ عنہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ اور اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے قرآن و حدیث کا علم حاصل کیا۔ اور ان کے حوالے سے متعدد احادیث کی روایت کا اعزاز حاصل کیا۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ کے ان سات فقہاء میں ان کا شمار ہونے لگا جن سے لوگ دینی مسائل دریافت کرنے کے لیے رجوع کیا کرتے تھے۔

اور حکمران رعایا سے متعلق دینی اور دنیاوی امور نپٹانے کے لیے ان سے تعاون لیا کرتے تھے۔

جب حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو ولید بن عبد الملک نے مدینے کا گورنر بنا کر بھیجا تو لوگوں نے انہیں خوش آمدید کہا اور ان کا والہانہ استقبال کیا' نماز ظہر ادا کرنے کے بعد فقہاء مدینہ کو مدعو کیا۔ ان میں سے سر فہرست حضرت عروہ بن زبیرؒ تھے۔ جب وہ تشریف لائے تو عمر بن عبد العزیزؒ نے انہیں خوش آمدید کہا اور بڑی عزت و اکرام سے انہیں اپنے ساتھ بٹھایا پھر اللہ تعالی کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا: میں نے جس کام کے لیے تمہیں اپنے پاس بلایا یقیناً اس پر تمہیں اجر و ثواب ملے گا' میں امید رکھتا ہوں کہ تم حق و صداقت میں میرے مدد گار بنو گے' میں چاہتا ہوں کہ ہر کام آپکے مشورے سے پائیہ تکمیل کو پہنچاؤں' اگر آپ دیکھیں کہ کوئی کسی پر زیادتی کر رہا ہے یا آپ کو یہ اطلاع ملتی ہے کہ کسی حکومت کے نمائندے نے کسی پر کوئی ظلم روا رکھا ہے تو برائے مہربانی مجھے ضرور بتائیں۔ اس سلسلے میں مجھے آپکی مدد کی ضرورت ہے امید ہے آپ ضرور میرا ساتھ دیں گے۔

○

حضرت عروہ بن زبیرؒ علم و عمل کے پیکر تھے۔ موسم گرما میں کثرت سے روزے رکھتے' شب زندہ دار اور ذکر الٰہی سے رطب اللسان رہتے۔ علاوہ ازیں کتاب الٰہی قرآن مجید کے ساتھ ان کی دوستی مثالی تھی۔ اکثر و بیشتر اس کی تلاوت میں منہمک رہتے۔ روزانہ قرآن مجید کے چوتھائی حصے کی تلاوت دیکھ کر کیا کرتے تھے۔ پھر رات کے وقت یہی حصہ نوافل میں زبانی پڑھتے عنفوان شباب سے وفات تک ان کا یہی معمول رہا صرف ایک مرتبہ ناغہ ہوا۔ وہ دلخراش و عبرتناک واقعہ سن کر آپکے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔

○

حضرت عروہ بن زبیرؒ نماز کو اپنے دل کا سکون اور اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک خیال کیا کرتے تھے' نماز کی حالت میں یوں معلوم ہوتا کہ زمین پر انہیں جنت نصیب ہو گئی ہے لہٰذا نماز خوب دل لگا کر پڑھتے اس کے تمام شعائر انتہائی اطمینان و تسلی سے ادا کرتے اور ہر رکعت ممکن حد تک طویل کرتے انہوں نے ایک مرتبہ کسی شخص کو جلدی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اسے اپنے پاس بلایا اور محبت بھرے انداز میں فرمایا۔ بیٹے کیا تجھے کوئی ایسی ضرورت لاحق نہیں جو رب تعالیٰ کے دربار میں پیش کرو؟

رب کائنات کی قسم میں تو اللہ تعالیٰ سے ہر چیز مانگتا ہوں۔ اور لجاجت سے مانگتا ہوں یہاں تک کہ نمک بھی۔

○

حضرت عروہ بن زبیرؒ نہایت نرم مزاج' خوش اخلاق اور بہت بڑے سخی تھے' ان کا مدینہ منورہ میں سب سے بڑا باغ تھا' جس میں میٹھے پانی کے چشمے' گھنے سایہ دار اور پھلدار درخت تھے' درختوں کی حفاظت کے لیے سال بھر اس باغ کے اردگرد دیوار بنائے رکھتے تاکہ مویشی اور بچے نقصان نہ پہنچائیں جب پھل پک کر تیار ہو جاتا' نگاہیں اس کی طرف اٹھتیں اور دل لپکتے تو یہ اپنے باغ کی دیوار مختلف مقامات سے گرا دیتے' تاکہ آسانی سے لوگ باغ میں داخل ہو کر اور پکا ہوا لذیذ پھل کھا کر دل شاد کریں لوگ آتے جاتے باغ میں داخل ہوتے۔ اور جو پھل انہیں پسند آتا وہ کھاتے اور جاتے ہوئے جتنا چاہتے اپنے ہمراہ گھر لے جاتے حضرت عروہ بن زبیرؒ جب بھی اپنے باغ میں داخل ہوتے تو قرآن مجید کی یہ آیت بار بار پڑھتے۔

وَلَوْ لَا اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

○

ولید بن عبد الملک کے دور حکومت میں حضرت عروہ بن زبیرؒ کو ایک ایسی آزمائش سے گزرنا پڑا کہ جس میں کوئی ایسی عظیم' ہستی ہی ثابت قدم رہ سکتی ہے جس کا دل ایمان و یقین سے لبریز ہو۔ خلیفۃ المسلمین ولید بن عبد الملک نے بڑی محبت اور اشتیاق سے انہیں دارالخلافہ دمشق میں

ملاقات کے لیے دعوت دی۔ انہوں نے بصد شوق دعوت قبول کی اپنے بڑے بیٹے کو ہمراہ لیا اور دمشق روانہ ہو گئے' جب وہاں پہنچے تو خلیفہ نے والہانہ انداز میں ان کا استقبال کیا اور انہیں شاہی مہمان کا اعزاز دیا گیا۔

پھر وہی ہوا جو اللہ تعالی کو منظور تھا۔ بسا اوقات ہوائیں مخالف سمت چلنے لگتی ہیں۔ ہوا یہ کہ حضرت عروہ بن زبیرؒ کا بیٹا سواری کے شوق میں شاہی اصطبل میں داخل ہوا جونہی وہ ایک مونہہ زور گھوڑے کے قریب آیا تو اس نے زور سے لات ماری جو اس کے سینے میں لگی اور جان لیوا ثابت ہوئی پھر غموں سے نڈھال باپ جب اپنے لاڈلے بیٹے کی قبر پر مٹی ڈال رہا تھا تو اس دوران ان کے پاؤں میں اچانک شدید درد ہونے لگا پاؤں میں ورم پیدا ہوا اور وہ بڑی تیزی سے پنڈلی کی طرف پھیلنے لگا حالت تشویش ناک حد تک بگڑ گئی' خلیفۃ المسلمین ولید بن عبد الملک پریشان ہو گئے فوری طور پر شاہی اطباء کو کہا کہ علاج پر پوری توجہ دی جائے اور اس میں ایک لمحے کی غفلت بھی نہ برتی جائے۔ معائینے کے بعد تمام اطباء نے متفقہ فیصلہ دیا کہ ٹانگ کاٹ دی جائے ورنہ مریض کی موت کا سبب بن جائے گا۔

جب ٹانگ کاٹنے کے لیے ایک ماہر جراح اپنے اوزار لے کر حاضر ہوا تو طبیب نے حضرت عروہؒ سے کہا ہم آپ کو تھوڑی سی شراب پلائیں گے تاکہ ٹانگ کٹنے کی زیادہ تکلیف محسوس نہ ہو' آپ نے یہ بات سن کر فرمایا: ایسا قطعا نہیں ہو سکتا میں حرام کے ذریعے سے اپنی عافیت کی امید نہیں رکھتا۔

طبیب نے کہا تو پھر کوئی نشہ آور چیز آپ کو پلا دیتے ہیں ورنہ تکلیف ناقابل برداشت ہوگی۔

آپ نے فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ میرے جسم کا کوئی عضو اس حالت میں کاٹا جائے کہ مجھے درد کا کوئی احساس بھی نہ ہو آپ بغیر کوئی نشہ آور چیز دیئے اسے کاٹیں اس درد میں بھی انشاء اللہ مجھے ثواب ملے گا۔

جب جراح ٹانگ کاٹنے کے لیے تیار ہوا تو بہت سے آدمی حضرت عروہؒ کے قریب آئے۔ آپ نے پوچھا: یہ جمگھٹا کیا ہے' تو آپ کو بتایا گیا کہ ان افراد کو اس لیے بلایا گیا کہ جب آپ کی ٹانگ کٹنے لگے تو یہ مضبوطی سے آپ کو تھامے رکھیں گے ہو سکتا ہے آپ شدید درد سے سنبھل نہ سکیں۔ اور علاج میں رکاوٹ پیدا ہو جائے جو آپکے لیے نقصان دہ ہو' یہ سن کر آپ نے فرمایا: ان تمام افراد کو پیچھے ہٹا دیں ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرے لیے اس اندوہناک وقت میں صرف اللہ کی یاد اور اس کی حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس کا نغمہ الاپنا ہی کافی ہوگا' بسم اللہ پڑھ کر آپ اپنا کام شروع کریں۔ میری فکر نہ کریں میرا اللہ حامی و ناصر ہوگا جراح نے پہلے قینچی کے ساتھ ٹانگ کا گوشت کاٹا اور پھر ہڈی پر آری چلائی ادھر حضرت عروہؒ نے بلند آواز سے لا الہ الا اللہ اللہ اکبر مسلسل پڑھنا شروع کر دیا جراح اپنے کام میں مشغول رہا اور حضرت عروہؒ ذکر الٰہی میں محو رہے۔ ٹانگ کٹ گئی اور جب خون بند کرنے کے لیے کھولتے ہوئے تیل میں ٹانگ کو ڈبویا گیا تو آپ بے ہوش ہو گئے ان کی پوری زندگی میں یہی وہ موقع ہے جس میں قرآن مجید کی

منزل پڑھنے میں ناغہ ہوا۔

جب حضرت عروہ بن زبیر علیہ الرحمہ صحت یاب ہو گئے اسے پکڑ کر غور سے دیکھنے لگے اور اسے اپنے ہاتھ سے الٹانے پلٹانے لگے۔ پھر درد بھرے لہجے میں فرمایا: اے ٹانگ گواہ رہنا' مجھے اللہ کی قسم جس نے تجھے پیدا کیا اور تیرے ذریعے چل کر میں مساجد میں جاتا رہا وہ خوب اچھی طرح جانتا ہے میں کبھی تجھے کسی حرام کام کی طرف چلا کر نہیں لے گیا پھر بنو حزینہ کے ایک معروف شاعر معن بن اوس کے برجستہ یہ اشعار پڑھیئے۔

لعمرک ما اھویت کفی لریبه
ولا حملتنی نحو فاحشه رجلی
و لا قادنی سمعی و لابصری لما
و لا دلنی رائی علیھا و لا عقلی
و اعلم انی لم تصبنی مصیبه
من الدھر الا قد اصابت فتی قبلی

خلیفۃ المسلمین ولید بن عبد الملک کو اپنے معزز مہمان کی مصیبت کو دیکھ کر بہت دلی رنج ہوا کہ چند دنوں میں یہ اپنے لاڈلے نوجوان بیٹے اور اپنی ایک ٹانگ سے محروم ہو گئے۔ ایک دن یہ مہمان خانہ میں انہیں دیکھنے کے لیے جانے لگے تو اچانک بنو عبس قبیلے کا ایک وفد ملاقات کے لیے پہنچ گیا' آپ نے اسے اندر بلا لیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وفد میں ایک نابینا شخص بھی شامل ہے۔ خلیفہ نے اس سے پوچھا کہ آپ کی نظر کو کیا ہوا اس نے بتایا: امیر المؤمنین قبیلہ بنو عبس میں سب سے زیادہ مال و منال اور اہل و عیال

میرے پاس تھا۔ میں اپنا سب کچھ ہمراہ لے کر اپنے قبیلے کے علاقے میں گیا اور ایک نشیبی جگہ پڑاؤ کیا رات کے وقت اچانک ہولناک سیلاب آیا۔ اور وہ سب کچھ بہا کر لے گیا۔ صرف ایک نومولود بچہ اور ایک اونٹ میرے ہاتھ لگے۔ اونٹ مونہہ زور تھا۔ وہ رسی چھڑا کر بھاگ نکلا میں بچے کو زمین پر لٹا کر اونٹ پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے بھاگا۔ تو مجھے بچے کے چیخنے کی آواز آئی مڑ کر دیکھا تو یہ دہشت ناک منظر دیکھائی دیا کہ ایک خونخوار بھیڑیا بچے کے سر کو اپنے خونی مونہہ میں دبائے کھڑا ہے۔ اور بچہ زور سے چلا رہا ہے میں اسے چھڑانے کے لیے سرپٹ اس کی طرف دوڑا لیکن میرے وہاں پہنچنے سے پہلے وہ میرے لخت جگر کا سر چبا چکا تھا۔ جب میں اسے وہیں چھوڑ کر اونٹ پکڑنے کے لیے بھاگا' ابھی اونٹ کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اس نے زور سے مجھے لات ماری جو میری پیشانی پر لگی اور اس کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اور نظر جاتی رہی۔ تو اس طرح میں ایک ہی رات میں اہل وعیال' مال و منال اور بصارت جیسی عظیم نعمت سے محروم ہو گیا۔

خلیفتہ المسلمین ولید بن عبد الملک نے یہ درد بھری داستان سن کر آہ بھری اور اپنے دربان سے کہا: اسے ہمارے معزز مہمان عروہ بن زبیر کے پاس لے جاؤ۔ تاکہ وہ ان کی داستان غم سن کر اندازہ لگائیں کہ ان سے بھی بڑھ کر اس دنیا میں دکھی اور مصیبت زدہ انسان موجود ہیں۔

○

جب حضرت عروہ بن زبیرؒ کو شاہی سواری پر پورے اعزاز و اکرام

کے ساتھ مدینہ منورہ لے جایا گیا آپ نے اپنے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اپنے اہل خانہ کو مخاطب ہو کر کہا: جو تم دیکھ رہے ہو اس سے گھبرانا نہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے چار بیٹے عطا کیے ایک اس نے لے لیا تین ابھی باقی ہیں اس کا شکر ہے۔ اللہ نے مجھے چار اعضاء عطا کیے ایک اس نے لے لیا تین ابھی باقی ہیں۔ اس کا شکر ہے۔ و اللہ ! اس نے تھوڑا لیا ہے اور زیادہ میرے پاس باقی رہنے دیا ہے۔ اس نے زندگی میں صرف ایک ہی مرتبہ آزمائش میں ڈالا ہے اور بے شمار آفات سے مجھے بچایا ہے۔

○

جب اہل مدینہ کو اپنے ہر دلعزیز امام اور جید عالم دین' فقید المثال محدث' اور قابل رشک فقیہ کی آمد کا پتہ چلا تو جوق در جوق ان کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔

سب نے بیٹے کی تعزیت کی اور انہیں ٹانگ کی محرومی پر دلاسا دیا۔ حاضرین میں سے سب سے بہترین تعزیتی کلمات ابراہیم بن محمد بن طلحہ کے تھے' اس نے ملاقات کے وقت درد بھرے انداز میں کہا۔

جناب من ! آپ کے جسم کا ایک حصہ اور آپکی اولاد میں سے ایک بیٹا آپ سے پہلے جنت میں پہنچ چکے ہیں اور باقی ماندہ بھی انشاء اللہ جنت میں جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی جانب سے ہمارے لیے وہ چیز باقی رہنے دی جس کے ہم محتاج تھے' اور اس سے ہم کبھی بھی مستغنی نہیں ہو سکتے تھے اور وہ ہے آپ کا علم' فقہ اور نپی تلی ہوئی رائے اللہ تعالیٰ آپ کو

اور ہمیں ان قیمتی اوصاف سے فائدہ پہنچائے۔ اللہ آپکو اجر و ثواب دینے پر قادر ہے۔ اور آپ کے حسن حساب کا ضامن ہے۔

○

حضرت عروہ بن زبیرؓ زندگی بھر مسلمانوں کے لیے مینارہ ہدایت' فلاح و بہبود کے سنگ میل اور خیر و بھلائی کے داعی رہے۔ انہوں نے اپنی اولاد کی تربیت کا خصوصی طور پر اور ابنائے اسلام کی تربیت کا عمومی طور پر اہتمام کیا۔ اور انہیں پند و نصائح کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کو علم حاصل کرنے کی بار بار ترغیب دلائی۔ آپ اکثر یہ کہا کرتے تھے۔

میرے پیارے بیٹو علم حاصل کرو اور اس کا حق ادا کرو اگر تم اپنی قوم میں کمزور بھی ہوئے تو اللہ تعالی علم کی برکت سے تمہیں ممتاز بنا دے گا۔ پھر آہ بھر کر کہنے لگے۔

ہائے افسوس' کیا دنیا میں جاہل سے بڑھ کر کوئی بد بخت ہو گا۔ ہر گز نہیں!

وہ اپنی اولاد کو اس بات کی تلقین کیا کرتے تھے' کہ اللہ کی راہ میں صدقہ اس طرح دیا کرو جس طرح ہدیہ یا تحفہ کسی عزیز کو پیش کیا جاتا ہے۔

میرے پیارے بیٹو کبھی بھی راہ خدا میں کوئی ایسی چیز بطور صدقہ نہ دینا جو تم اپنی قوم کے کسی عزیز کو دیتے ہوئے شرماؤ۔

اللہ تو بڑی عزت' شان و شوکت اور جاہ و جلال والا ہے اس کی

عظمتوں کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ جو چیز بھی اس کے نام پر دی جائے' وہ بھی قابل قدر دلربا' پسندیدہ اور ہر لحاظ سے عمدہ اور دیدہ زیب ہو۔

وہ اپنے بیٹوں کی راہنمائی معاشرے میں بسنے والے لوگوں کی مثالیں دے دے کر کیا کرتے تھے۔ اور ان میں قابل جوہر کے اوصاف اپنانے کی تلقین کیا کرتے تھے۔

وہ اکثر یہ فرمایا کرتے۔

میرے پیارے بیٹو: جب کسی شخص کو اچھا کام کرتے دیکھو۔ تو تم اس سے خیر و بھلائی کی ہی امید رکھا کرو۔ اگرچہ وہ شخص لوگوں کی نظروں میں برا ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اس سے مزید اچھے کاموں کی توقع رکھی جا سکتی ہے۔ اور جس شخص کو برا کام کرتے دیکھو اس سے اجتناب کرو اگرچہ وہ لوگوں کی نظر میں اچھا آدمی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اس سے کسی وقت بھی کوئی اور برائی سرزد ہو سکتی ہے۔

میرے پیارے بیٹو! خوب اچھی طرح یہ بات دلنشین کر لو' کیونکہ ایک نیکی مزید بہت سی نیکیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے اور ایک برائی مزید کئی ایک برائیوں کو جنم دینے کا باعث بنتی ہے۔

○

وہ اپنے بیٹوں کو تواضع' انکساری' حسن سلوک خوش گفتاری اور خندہ پیشانی سے رہنے کی تلقین کیا کرتے تھے وہ یہ بھی فرمایا کرتے۔

میرے بیٹو: حکمت و دانائی کے ضمن میں یہ بات طے شدہ ہے جس کی بات میں مٹھاس ہو' چہرے پہ مسکراہٹ کی ہر دم چمک ہو وہ لوگوں میں اس شخص سے زیادہ پسند کیا جاتا ہے جو ان پر بے دریغ مال خرچ کرتا رہتا ہے جب دیکھتے کہ لوگ عیش و عشرت کی طرف مائل ہو رہے ہیں' اور ناز و نعم کے دلدادہ ہو چکے ہیں تو انہیں شاہ امم سلطان مدینہ ﷺ کی سادہ اور مصائب و مشکلات سے بھرپور زندگی یاد دلاتے' مدینہ منورہ میں رہنے والے ایک معروف تابعی جناب محمد بن منکدر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عروہ بن زبیرؒ مجھے ملے انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا۔

اے ابو عبداللہ۔

میں نے کہا جی۔

فرمایا: میں ایک دفعہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا: بیٹا: میں نے کہا جی اماں حضور!

فرمایا: اللہ کی قسم شاہ امم سلطان مدینہ ﷺ کے گھر چالیس چالیس راتیں آگ نہیں جلتی تھی نہ چراغ روشن ہوتا اور نہ چولہا جلتا میں نے ادب سے عرض کیا۔ اماں حضور تو پھر کس طرح آپ کا گذارہ ہوا کرتا تھا۔

فرمایا: بس کھجور اور پانی سے ہم گذارہ کیا کرتے تھے۔

○

حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے زندگی کی اکہتر بہاریں دیکھیں جو

اللہ کے فضل و کرم سے خیروبرکت' امن و آشتی اور نیکی و بھلائی سے بھرپور تھیں۔ آپ زندگی بھر تقوے کا زریں تاج زیب سر کیے رہے' جب آخری وقت آیا۔ تو آپ کا روزہ تھا۔ اہل خانہ نے روزہ افطار کرنے کے لیے کہا لیکن آپ نہ مانے۔

آپ کی دلی خواہش تھی' کہ میں روزہ حوض کوثر کے پانی سے شیشے کے جنتی برتن میں حور عین کے ہاتھ سے لے کر افطار کروں۔

ان کی یہ تمنا پوری ہوئی اللہ اس پہ راضی اور وہ اپنے اللہ پہ راضی۔

حضرت عروہ بن زبیرؒ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الطبقات الکبری ابن سعد۔	۱۔/۳۰۶
	۲۔/۳۸۲۔۳۸۷
	۳۔/۱۰۰
	۴۔/۱۶۷
	۵۔/۳۴۴
	۸۔/۱۰۲
۲۔ حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصفہانی'	۲/۱۷۶
۳۔ صفۃ الصفوۃ ابن جوزی'	۲/۸۷

۴۔ وفیات الاعیان ابن خلکان، ۲۵۵/۳

۵۔ انساب الاشراف علامہ بلاذری دیکھئے فہرست

۶۔ جمہرۃ انساب العرب : ابن حزم =

(۴)

حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ

اے ابو یزید

اگر تجھے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ لیتے تو
ضرور تجھ سے پیار کرتے۔

(عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

حضرت ہلال بن اساف ؒ نے اپنے مہمان منذر بن یعلی ثوری ؒ سے کہا: کیا میں آپ کو شیخ ربیع بن خثیم کی زیارت کے لیے نہ لے چلوں؟

تاکہ چند گھڑی ان سے ایمان و یقین کی باتیں ہوں۔

منذر ؒ نے کہا کیوں نہیں ضرور چلیں، میں تو کوفہ آیا ہی اس لیے ہوں تاکہ آپ کے محترم شیخ ربیع بن خثیم کی زیارت کر سکوں اور کچھ عرصہ ایمان و یقین کے دلآویز ماحول میں گذارنے کی سعادت حاصل ہو سکے لیکن کیا ہمیں زیارت کی اجازت بھی مل سکے گی؟ کیونکہ مجھے پتہ چلا ہے کہ جب سے ان پہ فالج کا حملہ ہوا ہے۔ وہ اپنے گھر کے ہی ہو کر رہ گئے ہیں ہمیشہ وہیں یاد الٰہی میں مصروف رہتے ہیں اور لوگوں سے ملاقات میں قدرے دلچسپی نہیں رکھتے۔

ہلال بن اساف بولے! بات تو آپ کی درست ہے جب سے وہ کوفہ میں فروکش ہوئے ہیں ان کا طرز عمل ایسا ہی دیکھنے میں آیا ہے لیکن بیماری نے چنداں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی ہے۔

حضرت منذر ؒ نے کہا تو پھر ان کے پاس جانے میں کوئی حرج نہیں لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے ان مشائخ کے مزاج بڑے ہی نرم و نازک ہوا کرتے ہیں آپ کی رائے کیا ہے کہ دوران ملاقات ہم شیخ سے سوالات کریں یا خاموشی سے بیٹھیں اور وہ جو اپنی مرضی سے بات کریں وہی سنیں۔

حضرت ہلال بن اساف بولے۔

اگر آپ ربیع بن خثیمؒ کے پاس مکمل ایک سال تک بھی بیٹھے رہیں وہ نہیں بولیں گے جب تک تم خود ان سے بات نہیں کروگے وہ قطعاً گفتگو میں پہل نہیں کریں گے کیونکہ ان کا کلام ذکر الٰہی پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور خاموشی غور و فکر پر مبنی ہوتی ہے۔

حضرت منذرؒ نے کہا پھر آیئے اللہ کا نام لے کر ان کے پاس چلتے ہیں۔ دونوں شیخ کے پاس گئے سلام عرض کی اور پوچھا جناب شیخ کیا حال ہے؟

فرمایا: حال کیا پوچھتے ہو ایسا ناتواں' کمزور اور گنہ گار ہوں جو اپنے اللہ کا رزق کھاتا ہوں اور اپنی موت کا منتظر ہوں حضرت ہلالؒ بولے کوفہ میں ایک ماہر طبیب آیا ہے اجازت ہو' تو علاج کے لیے بلالیں؟

فرمایا: ہلالؒ میں جانتا ہوں کہ دواء برحق ہے علاج کرانا سنت ہے' لیکن میں نے عاد' ثمود' اصحاب رس اور انکے درمیان آنے والی قوموں کے حالات کا بغور جائزہ لیا ہے۔ میں نے دنیا میں ان اقوام کے لالچ اور دنیاوی سازو سامان میں ان کی حریصانہ دلچسپی کو دیکھا ہے وہ ہم سے زیادہ طاقت ور اور صاحب حیثیت تھے ان میں ماہر اطباء بھی موجود تھے۔ وہ لوگ بیمار بھی ہوتے تھے۔ اب دیکھئے نہ کوئی معالج رہا نہ کوئی مریض سب فنا ہوگئے ان کا نام و نشان نہ رہا پھر گہری اور لمبی سوچ کے بعد فرمایا: ہاں ایک بیماری ایسی ضرور ہے جس کا علاج ضرور کرانا چاہیے حضرت منذرؒ نے مؤدبانہ انداز میں پوچھا وہ کونسی بیماری ہے۔

فرمایا: اس روحانی بیماری کا نام ہے ''گناہ''

پوچھا: اس کا علاج کس دواء سے کیا جائے۔

فرمایا: استغفار سے۔

حضرت منذرؒ نے پوچھا شفا کیسے ہوگی؟

فرمایا: ایسی سچی توبہ کی جائے کہ وہ پھر گناہ دوبارہ نہ ہو۔ پھر ہماری طرف غور سے دیکھا اور بڑے زور دار انداز میں فرمایا پوشیدہ انداز میں کیے گئے گناہ لوگوں کی نظروں سے تو مخفی رہتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالی کے سامنے تو وہ ظاہری ہوتے ہیں' کیونکہ اس کے سامنے تو کوئی چیز مخفی نہیں وہ علام الغیوب ہے' وہ سینوں کے بھید خوب اچھی طرح جانتا ہے۔

چھپ کر گناہ کرنا ایک خطرناک روحانی بیماری ہے۔ اس کی دواء تلاش کرو۔ حضرت منذرؒ نے پوچھا: آپ خود ہی بتا دیجئے اس کی دواء کیا ہے

فرمایا: خالص اور سچی توبہ ہے جسے توبتہ النصوح کہتے ہیں' پھر زارو قطار رونے لگے یہاں تک کہ ان کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے بھیگ گئی۔

حضرت منذرؒ نے یہ عجیب منظر دیکھ کر کہا۔ محترم بڑا تعجب ہے آپ رو رہے ہیں' حالانکہ آپ کی عبادت' تقوی خشیت اور اخلاص کا ہر طرف چرچا ہے۔

فرمایا: صد افسوس ہائے غم۔

بھلا میں کیوں نہ روؤں میں نے بچشم خود ایسی عظیم قوم کو دیکھا ہے کہ ہم ان کے مقابلے میں بونے نظر آتے ہیں۔ یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ

علیہم اجمعین کی مقدس جماعت حضرت ہلالؒ بیان کرتے ہیں، کہ ہم بیٹھے شیخ محترم سے باتیں کر رہے تھے اتنے میں ان کا بیٹا اندر آیا پہلے اس نے ادب سے سلام کیا پھر کہا۔

ابا جان امی نے آپ کے لیے بہت عمدہ میٹھا اور لذیز پکوان تیار کیا ان کی دلی خواہش ہے کہ آپ اس میں سے کچھ ضرور تناول کریں۔ اجازت ہو تو میں لے آؤں فرمایا لے آؤ۔ جب بیٹا وہ عمدہ پکوان لانے کے لیے کمرے سے باہر نکلا تو ایک سوالی نے دروازہ کھٹکھٹایا آپ نے کہا اسے اندر بلا لو میں نے دیکھا کہ ایک پراگندہ حال بوڑھا آدمی پھٹے پرانے کپڑے پہنے جھومتا ہوا اندر آرہا ہے اور اس کے مونہہ سے رالیں ٹپک رہی ہیں چہرے مہرے سے وہ مجذوب نظر آرہا تھا۔ وہ صحن میں کھڑا ہو گیا۔ میں ابھی حیرت و استعجاب میں ڈوبا ہوا اس بیچارے کو دیکھ رہا تھا اتنے میں شیخ کا بیٹا ایک بڑے تھال میں میٹھا پکوان لے آیا شیخ نے اپنے بیٹے سے کہا یہ تھال اس سوالی مجذوب کے سامنے رکھ دو۔ اس نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے تھال اس کے سامنے رکھ دیا۔ تو وہ شخص اس پر ٹوٹ پڑا حالت یہ تھی کہ اس کی رالیں کھانے پر گر رہی تھیں اور بدستور کھانے میں جتا ہوا تھا یہاں تک کہ وہ تھال کو چٹ کر گیا۔ بیٹے نے بڑی افسردگی سے کہا: ابا جان اللہ کی بے پناہ رحمتیں آپ پر نازل ہوں امی نے تو بڑے جتن سے یہ پکوان آپ کے لیے تیار کیا تھا ہماری دلی خواہش تھی کہ آپ تناول کرتے لیکن آپ نے ایک ایسے شخص کو یہ کھلا دیا جسے اتنا بھی پتہ نہیں کہ اس نے کیا کھایا اور اس کا مزا

کیا تھا۔

شیخ نے فرمایا: بیٹا اگر یہ شخص نہیں جانتا تو کیا ہوا ہمارا پروردگار اللہ تو جانتا ہے پھر قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون' آل عمران۔ ۹۲

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ شیخ کا ایک قریبی رشتہ دار آیا اور اس نے یہ اندوہناک خبر دی کہ حضرت حسینؓ کو میدان کربلا میں شہید کر دیا گیا ہے' شیخ نے یہ غمناک خبر سن کر کہا: انا للہ و انا الیہ راجعون اور ساتھ ہی قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔

قل اللھم فاطر السموت والارض عالم الغیب و الشھادۃ انت تحکم بین عبادک فیما کانوا فیہ یختلفون۔ الزمر۔ ۴۷

شیخ کی زبان مبارک سے صرف اتنی سی بات سن کر تسلی نہ ہوئی۔ تو اس نے دریافت کیا: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔

فرمایا: ان سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور وہی ان کا حساب لے گا۔ حضرت ہلالؒ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ ظہر کا وقت قریب آرہا ہے سلسلہ کلام منقطع ہو جائیگا میں نے عرض کیا: جناب مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔

آپ نے فرمایا' اے ہلال لوگوں کے منہ سے اپنی تعریف سن کر کہیں دھوکہ نہ کھا جانا' لوگ تو صرف تیرے ظاہر کو دیکھتے ہیں تیرے باطن کا ان کو کیا علم : دیکھو میری یہ بات پلے باندھ لو تم اپنے عمل کی جانب رواں دواں رہو' اور ہر وہ عمل جو اللہ کی رضا کے لیے نہ کیا جائے وہ بے کار ہے وہ اکارت جائے گا اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

حضرت منذرؒ نے کہا مجھے بھی کوئی نصیحت کیجئے اللہ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔

فرمایا : اپنے علم کے مطابق اللہ سے ڈرو جس چیز کا تجھے علم نہ ہو اسے کسی عالم کے سپرد کرو اور خود بھی اسی کی طرف رجوع کرو۔

اے منذر کبھی ایسا نہ کہنا کہ میں اللہ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اگر رجوع نہ کیا یہ جھوٹ لکھا جائے گا۔ بلکہ ہمیشہ یہ دعا کرو۔

اے اللہ میری طرف رجوع فرمائیں درماندہ و بے کس ہوں مجھے معاف کر دے اور اس طرح کبھی تو جھوٹا نہ ہو گا۔

اے منذر خوب اچھی طرح جان لو: انسانی گفتگو میں لا الہ الا اللہ ' الحمدللہ' اللہ اکبر سبحان اللہ' خیر کی طلب ' شر سے پناہ' نیکی کے حکم برائی سے روکنے اور قرآن مجید کی تلاوت کے علاوہ کسی اور بات میں خیر و برکت نہیں ہے۔ دین کی بات کرو ورنہ خاموش رہو۔

حضرت منذرؒ بولے : جناب ہم اتنی دیر آپکے پاس بیٹھے آپ کی قیمتی باتوں اور دلپذیر نصیحتوں سے فیضیاب ہوئے۔ لیکن آپ نے اپنی گفتگو

کے دوران کوئی شعر نہیں پڑھا حالانکہ آپکے ہم عصر بطور استدلال گفتگو کے دوران شعر پڑھتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

شیخ نے فرمایا، جو بھی اس دنیا میں کہا جاتا ہے اسے فوراً لکھ لیا جاتا ہے اور وہ قیامت کے دن پڑھ کر سنایا جائے گا میں نہیں چاہتا کہ میرے نامہ اعمال میں کوئی شعر لکھا جائے، اور قیامت کے دن وہ مجھے پڑھ کر سنایا جائے۔

پھر فرمایا: سنو! اپنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ وہ پردہ غیب میں ہر دم تمہاری منتظر ہے، جب نگاہوں سے اوجھل کسی پیارے کی غیر حاضری طویل ہو جاتی ہے تو اس کا واپس لوٹنا قریب ہو جاتا ہے اور گھر والے ہر دم اس کی راہیں تکتے رہتے ہیں، یہ کہہ کر وہ اتنا روئے کہ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی، پھر فرمایا: کل جب شدید زلزلے میں زمین کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا پروردگار غیض و غضب میں ہو گا فرشتے صف باندھے کھڑے ہونگے، اور جہنم کو لا حاضر کیا جائے گا بتاؤ پھر ہم کیا کر سکیں گے، حضرت ہلال بیان کرتے ہیں کہ جب شیخ ربیعؒ نے بات ختم کی ادھر ظہر کی اذان ہونے لگی بیٹے سے کہا آؤ چلیں اللہ کا بلاوا آگیا ہے بیٹے نے ہم سے کہا اباجی کو سہارا دینے میں میرا ساتھ دیجئے، دائیں طرف سے بیٹے نے سہارا دیا اور بائیں طرف سے میں نے اور ہم انہیں لے کر مسجد کی طرف چلے حالت یہ تھی کہ شیخ کے دونوں پاؤں زمین میں گھسٹتے جا رہے تھے۔ حضرت منذرؒ نے کہا: جناب ابو یزیدؒ آپ معذور ہیں اللہ کی طرف سے آپ کو رخصت ہے۔ آپ نماز گھر میں ہی پڑھ لیتے فرمایا: آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ لیکن میں نے مؤذن کو

یہ کہتے ہوئے سنا' آؤ کامیابی کی طرف دوڑو کامرانی کی طرف جو شخص کامیابی و کامرانی کی طرف بلائے اس کی آواز پہ لبیک کہتے ہوئے جانا چاہیئے خواہ گھٹنوں کے بل چل کر کیوں نہ جانا پڑے۔

O

کیا آپکو معلوم ہے کہ ربیع بن خثیم ہیں کون ؟

یہ کبار تابعین میں سے تھے یہ اپنے دور میں ان آٹھ افراد میں سے تھے جن میں زہد و تقی انتہا درجے کا پایا جاتا تھا۔

یہ خالص عربی تھے' اور خاندانی اعتبار سے مضر پہ جا کر ان کا سلسلہ نسب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جاتا تھا بچپن سے ان کی تربیت اللہ کی اطاعت کے ماحول میں ہوئی لڑکپن تقوی کے ماحول میں گذرا رات کے وقت ان کی والدہ سو جاتی صبح اٹھتی تو کیا دیکھتی کہ اس کا بیٹا گھر کے ایک کونے میں ہاتھ باندھے کھڑا اللہ تعالی سے سرگوشیاں کرنے میں محو ہے' دنیا ومافیھا سے بے نیاز نماز میں مستغرق ہے' محبت و شفقت سے بھرپور لہجے میں آواز دیتی بیٹے ربیع تجھے کیا ہوا؟ کیا نیند نہیں آتی: میرے پیارے بیٹے اب تو سو جاؤ۔ وہ جواب دیتے اماں جان! بھلا وہ شخص کیسے سو سکتا ہے جس پہ رات کی تاریکی چھا گئی ہو۔ اور اسے دشمن کے حملے کا اندیشہ ہو یہ سن کر بوڑھی اماں کے آنسو بہنے لگے اور اس نے بیٹے کو دعائیں دیں۔

جب حضرت ربیعؒ جوان ہوئے تو ان کے ساتھ تقوی بھی جوان ہوا۔ اور خشیت الہی کا جذبہ بھی اسی طرح پروان چڑھا۔ رات

تاریکی میں جبکہ لوگ گہری نیند سوئے ہوتے تھے وہ اس قدر گڑ گڑاتے اور گریہ زاری کرتے کہ ان کی گھگھی بندھ جاتی۔ بوڑھی اماں کو اپنے لاڈلے بیٹے کی اس حالت پر ترس آنے لگتا: اور اندیشہ ہائے دروں میں مبتلا ہو کر آواز دیتی: میرے پیارے بیٹے ماں صدقے تجھے ہوا کیا ہے؟ کیا کوئی جرم کر بیٹھے ہو کیا کسی کو قتل کیا ہے: ماں نے گھبراہٹ میں پوچھا بیٹا مجھے بتاؤ مقتول کون ہے' بتاؤ کسے قتل کر بیٹھے ہو۔ تاکہ ہم اس کے ورثاء کی منت سماجت کریں۔ ہو سکتا ہے وہ تجھے معاف کر دیں۔ بخدا اگر مقتول کے وارث تیری آہوں سسکیوں اور گریہ زاریوں کو دیکھ لیں مجھے امید ہے وہ تجھے معاف کر دیں گے۔ اس نے کہا۔ اماں جان آپ ان سے بات نہ کریں میں نے اپنے آپ کو قتل کیا ہے۔ ماں نے پوچھا کیسے ؟ فرمایا گناہوں سے اپنے آپ کو قتل کیا ہے۔

○

حضرت ربیع بن خثیمؒ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید تھے۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خوب صورت اور شکل و صورت میں تمام صحابہ سے بڑھ کر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے حضرت ربیع رضی اللہ عنہ کے اپنے استاذ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلقات و روابط ایسے ہی تھے جیسے ایک فرمانبردار بیٹے کے اپنے والد سے ہوتے ہیں۔ استاذ بھی اپنے شاگرد سے ایسے ہی پیار کرتے جیسے باپ اپنے اکلوتے بیٹے سے پیار کرتا ہے۔ لہٰذا حضرت ربیعؒ اپنے استاذ کے ہاں بلا

اجازت آجایا کرتے تھے' حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب ربیع بن خثیم کے دل کی صفائی ۔ اخلاص اور حسن عبادت کو دیکھتے تو دل میں حسرت پیدا ہوتی۔ کاش میرا یہ شاگرد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہوتا' انہیں اس تاخیر زمانی کا افسوس ہوتا' یہ فرمایا کرتے تھے :اے ابو یزید اگر تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچشم خود دیکھ لیتے تو یقیناً تجھ سے محبت کرتے۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے۔ اے ربیع جب بھی میں تجھے دیکھتا ہوں مجھے اللہ تعالی کی بارگاہ میں خشوع خضوع کرنے والے لوگ یاد آجاتے ہیں۔

○

اس سلسلہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوئی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیتے تھے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت ربیع بن خثیم رحمہ اللہ خشیت الہی' تقوی و پاکیزگی کے اس اعلی و ارفع مقام پر فائز تھے کہ اس طبقے میں کوئی بھی اس کا ثانی نہ تھا۔ ان سے اس سلسلے میں ایسے واقعات منقول ہیں جو ہمیشہ اسلامی تاریخ کے صفحات میں مثل آفتاب و مہتاب چمکتے دمکتے رہیں گے ان کا ایک مخلص قریبی ساتھی بیان کرتا ہے میں حضرت ربیع بن خثیم کے ساتھ بیس سال رہا میں نے اسے ہمیشہ وہی بات کرتے سنا جسے فرشتے احترام سے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں پھر یہ آیت تلاوت کی۔

الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔

عبد الرحمان بن عجلان بیان کرتے ہیں میں ایک رات حضرت ربیعؒ

کے پاس سویا جب انہیں یقین ہو گیا کہ میں گہری نیند سو گیا ہوں انہوں نے نماز پڑھنا شروع کر دی اور نماز میں یہ آیت اونچی آواز میں پڑھنے لگے۔

ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلھم کالذین آمنوا و عملوا الصالحات سواء محیاھم و مماتھم ساء ما یحکمون۔

ترجمہ : وہ لوگ گمان کرتے ہیں جنھوں نے گناہ کئے کہ ہم ان کو بنادیں گے ان لوگوں جیسا جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔ برابر ہے ان کا جینا اور مرنا بہت برا ہے جو وہ کہتے ہیں۔

وہ رات بھر نماز میں بار بار یہی آیت پڑھتے رہے اور زار و قطار روتے رہے۔

حضرت ربیعؒ کے خوف خدا اور خشیت الہٰی کے متعلق بھی بہت سے واقعات مشہور ہیں ان میں سے ایک درد انگیز یہ واقعہ ان کے قریبی ساتھیوں نے بیان کیا فرماتے ہیں کہ ہم دریائے فرات کے کنارے پر پہنچے وہاں ایک جلتی ہوئی لوہے کی بھٹی کو دیکھا جس میں سے آگ کے شرارے اوپر اٹھ رہے تھے آگ میں تیزی پیدا کرنے کے لیے پتھر کا کوئلہ اس میں استعمال کیا جا رہا تھا' جب حضرت ربیع نے آگ کا یہ منظر دیکھا تو وہیں ٹھہر گئے' جسم میں لرزہ طاری ہو گیا۔ اس طرح کپکپائے کہ ہم گھبرا گئے۔

اس منظر سے متاثر ہو کر وہ قرآن مجید کی یہ آیت پڑھنے لگے۔

اذا راتھم من مکان بعید سمعوا لھا تغیظا و

زفیرا و اذ لقوا فیھا مکانا ضیقا مقرنین دعوا
ھنالک ثبورا۔

پڑھتے پڑھتے غش کھا کر گر پڑے ہوش آنے تک ہم وہیں بیٹھے
رہے' پھر ہم نے انہیں گھر پہنچایا۔

○

حضرت ربیع بن خثیمؒ نے اپنی پوری زندگی موت کے انتظار میں
گزار دی' اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لیے ہمہ دم تیار رہے' جب موت
کا وقت قریب آیا' تو ان کی بیٹی آہ و زاری کرنے لگی اسے روتا دیکھ کر فرمایا:
چپ کرو بیٹا روتی کیوں ہو' تیرے باپ کو تو بہت بہتر چیز مل رہی ہے' پھر انکی
روح قفص عنصری سے پرواز کر گئی۔

○

حضرت ربیع بن خثیم رحمہ اللہ کے لئے مفصل حالات زندگی معلوم
کرنے کے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

۱۔ تہذیب التہذیب ابن حجر

۲۔ حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصفہانی ۲/۱۰۵۔۱۱۸

۳۔ صفۃ الصفوۃ ۳/۵۹۔۶۸

۴۔ کتاب الزھد۔ احمد بن حنبل ۳۳۶

۵۔ العقد الفرید

٦۔ المعارف ابن قتیبہ دیکھئے فہرست	
٧۔ جمہرۃ انساب العرب	٢٠١
٨۔ الطبقات الکبری ابن سعد	١٠/٦

(۵)

حضرت ایاس بن معاویہ مزنی رضی اللہ عنہ

عمرو بن معدی کرب کی بہادری
حاتم طائی کی سخاوت
احنف بن قیس کی بردباری
اور ایاس بن معاویہ کی زود فہمی
ضرب المثل ہیں۔

(ابو تمام)

امیرالمؤمنین عمر بن عبد العزیز نے تمام رات بے چینی و بے قراری میں گذار دی نہ آنکھ لگی نہ کسی کروٹ چین ملا۔ دراصل انہیں دمشق کی اس خنک رات میں بصرے کے لیے ایک قاضی کے تقرر کا مسئلہ درپیش تھا جو رعایا میں عدل و انصاف قائم کر سکے' ان میں اللہ کے احکامات نافذ کر سکے اور حق کے پرچار میں کوئی خوف یا لالچ اس کا راستہ نہ روک سکے' کافی سوچ و بچار کے بعد ان کی نظر انتخاب ان دو آدمیوں پر پڑی جو دینی فقاہت' راہ حق میں استقامت' روشن خیالی اور بالغ نظری جیسے اوصاف میں تقریباً برابر تھے۔ جب خلیفتہ المسلمین کو کسی ایک میں کوئی امتیازی خوبی نظر آتی تو دوسرے میں بھی کوئی نہ کوئی خوبی اس کے ہم پلہ دیکھائی دیتی۔ صبح ہوئی تو اس نے عراق کے گورنر عدی بن ارطاۃ کو بلایا جو اس وقت دمشق میں ہی تھا۔ اور اسے کہا: اے عدی' ایاس بن معاویہ مزنی اور قاسم بن ربیعہ حارثی کے ساتھ بصرے کا قاضی مقرر کرنے کے متعلق بات کریں اور آخر کار ان دونوں میں سے کسی ایک کو بصرے کا قاضی مقرر کر دیں' گورنر نے کہا: امیر المؤمنین کا حکم سر آنکھوں پر جناب والا حکم کی فوری تعمیل ہو گی۔

○

عراق کے گورنر عدی بن ارطاۃ نے ایاس بن معاویہ اور قاسم بن

ربیعہ کو بلایا اور کہا: امیر المؤمنین نے مجھے حکم دیا ہے۔ کہ میں تم دونوں سے کسی ایک کو بصرے کا قاضی مقرر کردوں تمہارا اس کے متعلق کیا خیال ہے؟ دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے ساتھی کے بارے میں کہا: کہ وہ مجھ سے اس منصب کے لیے زیادہ موزوں ہے ہر ایک نے اپنے دوسرے ساتھی کو علم، فضل، کمال، عقل اور فہم و فراست میں اپنے سے فائق، لائق اور بہتر ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی۔

گورنر عدی نے کہا جب تک تم دونوں کسی نتیجے پر نہیں پہنچ جاتے یہاں سے ہرگز نہیں جاسکتے۔

ایاس نے کہا: جناب گورنر میرے اور قاسم کے متعلق حسن بصری اور محمد بن سیرین سے پوچھ لیجئے وہ دونوں تمام لوگوں سے بڑھ کر ہم دونوں میں سے اس منصب کے لیے بہتر اور موزوں کا انتخاب کرسکتے ہیں۔ صورت حال یہ تھی کہ قاسم کا ان کے پاس آنا جانا تھا اور وہ بھی گاہے بگاہے اس کے پاس آجایا کرتے تھے، حضرت ایاس ؒ کا خیال یہ تھا۔ کہ جب ان دو بزرگوں سے رائے لی جائے گی تو وہ میرے ساتھی قاسم کے حق میں فیصلہ دیں گے۔ اس طرح میرا دامن چھوٹ جائے گا۔ کیونکہ میرے متعلق وہ زیادہ جانتے ہی نہیں۔ حضرت قاسم بھانپ گئے کہ حضرت ایاس ؒ اس بہانے مجھے پھنسانا چاہتے ہیں، تو فورا پکار اٹھے۔ جناب گورنر میرے اور ایاس ؒ کے متعلق کسی سے کچھ دریافت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں میں بالکل سچ کہتا ہوں۔ کہ میرا ساتھی ایاس ؒ

دینی معاملات میں مجھ سے زیادہ فہم و فراست رکھتا ہے۔ اور قاضی کے اہم منصب کے لیے زیادہ موزوں ہے' اگر میں اپنی قسم میں جھوٹا ہوا تو پھر آپ کے لئے جائز نہیں کہ مجھے قاضی بنائیں۔ اگر میں اپنی قسم میں سچا ہوں' تو پھر اس اہم عہدے پر فائز ہونے کا حق میرے بھائی ایاس بن معاویہ کا ہے پھر آپ کے لیے یہ قطعا درست نہیں ہے کہ ایک کم تر شخص کو بہتر پر فوقیت دیں' حضرت ایاس بن معاویہ نے گورنر کی طرف دیکھا اور کہا۔ جناب والا آپ نے قاضی کے عہدے کی پیش کش کر کے ہمیں جہنم کے کنارے پر لا کھڑا کیا ہے۔ میرے ساتھی قاسم نے جھوٹی قسم کے ذریعے اپنا دامن بچالیا ہے۔ اسے اللہ تعالی کے حضور ابھی معافی مانگنی چاہیئے اور اندیشہ ہائے دروں سے نجات پالینی چاہیئے۔ یہ بات سن کر گورنر عدی نے حضرت ایاسؒ سے کہا تم جیسا ذہین و فطین ہی قاضی کے منصب پر فائز ہونا چاہئے اور اسے بصرے کا قاضی مقرر کر دیا۔

O

یہ شخص کون ہے جس کا انتخاب خدا ترس امیرالمؤمنین عمر بن عبد العزیز نے بصرے کا قاضی مقرر کرنے کے لیے کیا؟ اس شخص کی ذہانت فطانت اور زود فہمی اسی طرح ضرب المثل تھی جس طرح حاتم طائی کی سخاوت' احنف بن قیس کی بردباری اور عمرو بن معدی کرب کی شجاعت ضرب المثل تھیں۔ ابو تمام نے احمد بن معتصم کی تعریف میں اشعار کہے جس میں ایک شعر یہ بھی تھا۔

اقدام عمرو فی سماحۃ حاتم
فی حلم احنف فی ذکاء ایاس

عمرو بن معدی کرب کی شجاعت' حاتم طائی کی سخاوت' احنف بن قیس کا حلم و بردباری اور ایاس کی فہم و فراست ضرب المثل ہیں۔

○

آیئے اس عظیم شخصیت کی داستان کا آغاز کریں اور اس کی نادر مثالی اور رقت انگیز سیرت کے چند پہلو بیان کریں۔

ایاس بن معاویہ بن قرہ مزنی ۴۶ ہجری کو نجد کے علاقے یمامہ میں پیدا ہوئے اور اپنے خاندان کے ہمراہ بصرے منتقل ہوئے وہیں نشوونما پائی اور تعلیم حاصل کی عنفوان شباب میں کئی بار دمشق جانے کا اتفاق ہوا اور جلیل القدر صحابہ کرام اور تابعین عظام سے علم حاصل کیا قبیلہ حزن کے اس نوجوان کے چہرے پر شرافت' نجابت اور ذہانت کی علامتیں نمایاں نظر آتی تھیں لوگ اس کے بچپن کے حالات بطور مثال بیان کرتے تھے۔

○

حضرت ایاس بن معاویہ ایک یہودی کے سکول میں ریاضی پڑھا کرتے تھے ایک دن استاذ کے پاس اس کے چند یہودی دوست ملنے آئے وہ دین اسلام کے متعلق باتیں کرنے لگے اور یہ پاس کھڑے خاموشی سے سنتے رہے۔ ان کا خیال تھا یہ بچہ ہے۔ اسے کچھ پتہ نہیں۔

استاذ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: مسلمان بھی کیا عجیب ہیں کہتے ہیں۔ جنت میں جی بھر کر کھائیں گے لیکن بول و براز نہیں آئے گا آہا ہاہا بھلا یہ بھی ہو سکتا ہے احمق کہیں کے۔

ایاس بن معاویہ نے کہا کیا مجھے بھی بات کرنے کی اجازت ہے استاذ نے کہا ہاں ہاں کیوں نہیں' کہئے کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس نے پوچھا کیا اس دنیا میں جو کچھ کھایا جاتا ہے وہ تمام کا تمام بول و براز کے ذریعے بدن سے نکل جاتا ہے۔

استاذ نے کہا نہیں۔

ایاس نے پوچھا جو کھانا بدن سے نہیں نکلتا وہ کہاں جاتا ہے؟ استاذ نے کہا وہ ہضم ہو کر جزو بدن بن جاتا ہے۔

ایاس نے کہا: اگر وہ تمام کا تمام جنت کے ماحول کو پاکیزہ اور صاف ستھرا رکھنے کے لیے جزو بدن بنا دیا جائے تو تمہیں اس بات پر کیا تعجب ہے اس بات سے ان پر سناٹا چھا گیا وہ ششدر رہ گئے۔

استاذ نے اپنے ہونہار شاگرد کا ہاتھ بھینچتے ہوئے کہا:

ارے چھوکرے مروا دیا۔ دوستوں کے سامنے تو نے مجھے لاجواب کر دیا تیری ذہانت اور حاضر جوابی کی کیا بات ہے!

جس طرح یہ نوجوان عمر میں سال بسال بڑھتا گیا اسی طرح اس کی ذہانت کی کرشمہ سازیوں میں بھی پیش رفت ہوتی گئی۔ جب یہ دمشق پہنچا تو وہاں ایک جید عالم سے بنیادی حقوق میں کسی استحقاق کے متعلق اختلاف پیدا

ہو گیا۔ جب وہ عالم کسی بھی دلیل سے اس نوجوان کو مطمئن نہ کر سکا تو وہ اس نوخیز جوان کو عدالت میں گھسیٹ لایا جب وہ دونوں عدالت کے کٹہرے میں قاضی کے سامنے کھڑے ہوئے تو نوجوان نے مد مقابل پر دلائل کی بوچھاڑ کر دی اور زوردار آواز سے گرجنے لگا قاضی نے کہا: برخوردار آہستہ بولو تیرے مقابلے میں ایک عمر رسیدہ اور قابل احترام شخصیت کھڑی ہے۔ ادب کو ملحوظ خاطر رکھو۔

ایاسؒ نے کہا: جناب والا وہ حق جو دلائل کی روشنی میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں وہ عظمت میں کہیں ان سے بڑھ کر ہے قاضی یہ بات سن کر غصے سے بھڑک اٹھا اور گرج کر کہا خاموش ہو جاؤ گستاخ کہیں کے۔

نوجوان ایاسؒ نے بغیر کسی گھبراہٹ کے بڑے اطمینان سے کہا۔

جناب والا اگر میں خاموش ہو گیا تو میرا مقدمہ آپ کی عدالت میں کون پیش کرے گا۔ قاضی کو اور زیادہ غصہ آیا۔ اور اس نے پھنکارتے ہوئے کہا جب سے تم عدالت میں آئے ہو ٹر ٹر بولے جا رہے ہو۔ نوجوان ایاسؒ نے یہ صورت حال دیکھتے ہوئے کہا جناب والا مجھے یہ بتائیں۔

لاالہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ حق ہے یا باطل قاضی یہ بات سن کر ٹھنڈا ہو گیا لمبی سانس لی ایک آہ بھری پھر دھیمے انداز میں بولا رب کعبہ کی قسم یہ کلمہ بالکل برحق ہے اور ہم سب اس کے عاجز بندے ہیں اور اس کے سامنے جوابدہ ہیں۔

جب یہ ہونہار نوجوان حصول علم کی طرف متوجہ ہوا تو چشمہ علم

وحکمت سے خوب سیراب ہوا بالآخر علم و ادب کے اس اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہوا کہ بڑے بڑے مشائخ اس کی امامت میں نمازیں پڑھنے لگے اس سے علم حاصل کرنے لگے۔ حالانکہ عمر میں یہ ان سے بہت چھوٹے تھے مسند خلافت پر فائز ہونے سے پہلے عبد الملک بن مروان نے بصرے کا دورہ کیا تو اس نے ابھرتے ہوئے ایک ایسے نوجوان کو دیکھا جس کی ابھی مونچھیں نہیں پھوٹی تھیں وہ بازار سے ایسی شان و شوکت سے گزر رہا ہے کہ اس کے پیچھے چار باریش بزرگ سبز جبہ و قبا پہنے ہوئے باادب انداز میں دھیرے دھیرے چل رہے ہیں عبد الملک بن مروان نے یہ منظر دیکھ کر تعجب سے کہا: ان باریش بزرگوں کی عقل و دانش پر بڑا افسوس ہے کیا ان میں کوئی بھی ایسا قابل بزرگ نہیں جو ان کے آگے چلتا انہوں نے ایک چھوکرے کو اپنا قائد بنایا ہوا ہے' پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ارے نوجوان تم کون ہو اور تیری عمر کتنی ہے؟

اس نے جواب دیا امیر کی عمر دراز ہو اور اقبال بلند ہو۔

میرا نام ایاس بن معاویہ ہے اور میری عمر اسامہ بن زید جتنی ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے اس لشکر کا امیر مقرر کیا تھا جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے' یہ جواب سن کر عبد الملک بن مروان پھڑک اٹھا اور کہا: اے نوجوان تم آگے رہو تجھ میں واقعی قیادت کی صلاحیت ہے۔ اللہ تیری جوانی اور تیرے علم میں برکت عطا کرے۔

O

ایک سال لوگ رمضان کا چاند دیکھنے گھروں سے باہر نکلے اور ان میں پیش پیش جلیل القدر صحابی حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً سو سال تھی لوگوں نے آسمان کی طرف غور سے دیکھا انہیں کہیں چاند نظر نہ آیا لیکن حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے پکار پکار کہہ رہے ہیں وہ دیکھو چاند نظر آگیا۔ اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے لوگوں کو چاند کی سمت بتا رہے ہیں۔ لوگوں نے بڑی کوشش کی پھر بھی کسی کو چاند نظر نہ آیا۔ وہاں حضرت ایاس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا۔ ایک لمبا سفید بال بھوؤں سے اوپر اٹھ کر آنکھ کے سامنے آیا ہوا ہے حضرت ایاس نے بڑے ادب و احترام سے اجازت لی پیار سے اپنا ہاتھ بڑھایا بڑی محبت اور سلیقے سے آنکھ پہ ہاتھ پھیر کر بال کو بھوؤں کے ساتھ برابر کر دیا۔ اور پھر پوچھا: جناب والا اب فرمائیے کیا چاند نظر آرہا ہے۔ حضرت انس آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں اب چاند مجھے دیکھائی نہیں دے رہا واقعی بالکل دیکھائی نہیں دے رہا۔ دراصل ضعف بصارت کی وجہ سے آنکھ کے سامنے آیا ہوا سفید بال انہیں باریک سا چاند معلوم ہو رہا تھا۔

O

چہار دانگ عالم میں پھیل گئے ہر طرف سے لوگ علمی اور دینی امور میں پیش آمدہ مشکلات حل کرانے کے لیے انکے پاس آنے لگے بعض لوگ معلومات حاصل کرنے کے لیے سوالات کرتے اور بعض مباحثے میں مد مقابل پر غالب آنے کے لیے علمی نکتے معلوم کرتے۔

ایک کسان ان کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے پوچھا اے ابو وائل کیا شراب حرام ہے۔ فرمایا ہاں یہ حرام ہے۔

اس نے کہا: پھل اور پانی کو آگ پہ پکایا گیا ہے اصل میں یہ دونوں اجزاء حلال ہیں۔ اصل میں یہ دونوں اجزاء حلال ہیں پھر آگ پہ پکانے سے حرام کیسے ہوگئے' جبکہ اس مین کسی حرام چیز کی آمیزش نہیں۔

آپ نے کہا کسان بھائی کیا بات ختم کرلی یا اور بات کہنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا بس میرا یہی سوال ہے۔ اب آپ ارشاد فرمائیے۔ ابو وائل ایاس بن معاویہ نے کہا اگر میں پانی کا ایک چلو تجھے دے ماروں کیا اس سے تجھے کوئی تکلیف ہوگی اس نے کہا نہیں۔

اگر مٹی کی ایک مٹھی تجھے دے ماروں تو کیا اس سے تکلیف ہوگی کہا نہیں ۔ اگر توڑی کی مٹھی تجھے ماروں کیا تکلیف محسوس کروگے کہا نہیں۔ اور اگر میں پانی' مٹی اور توڑی ملا کر ایک ڈھیلا بناؤں اور وہ دھوپ میں خشک ہو جائے پھر اسے اٹھا کر تجھے دے ماروں کیا تکلیف ہوگی۔ اس نے کہا کیوں نہیں ضرور ہو سکتا ہے اس کے ذریعے تم مجھے قتل کردو۔

آپ نے فرمایا بس یہی مثال شراب کی ہے۔ جب اجزاء کو ملا کر

اسے آگ کی آنچ دی جاتی ہے۔ اس میں نشہ پیدا ہو جاتا ہے جس کے وجہ سے اسے حرام قرار دیا گیا ہے۔

○

جب حضرت ایاس بن معاویہؒ کو قضاء کا منصب سونپا گیا۔ تو عدالتی فیصلوں میں ان کی جانب سے کئی ایک ایسے موقف کھل کر سامنے آئے جو ان کی ذہانت کی فراوانی تدبیر کی فرد تنی اور حقائق سے پردہ ہٹانے کی کمال صلاحیت پر دلالت کرتے ہیں۔ ان میں سے یہ ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔ ایک مرتبہ دو شخص ایک مقدمہ لے کر انکے پاس عدالت میں آئے ان میں سے ایک نے دعوی کیا میں نے اپنے ساتھی کو مال بطور امانت دیا تھا۔ جب میں نے مطالبہ کیا تو اس نے دینے سے انکار کر دیا۔ ایاس بن معاویہ نے مدعی علیہ سے امانت کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا میں نے مال لیا ہی نہیں یہ جھوٹ بولتا ہے اور مجھے بدنام کر رہا ہے اگر اس کے پاس کوئی دلیل ہے تو پیش کرے ورنہ میں قسم دینے کے لیے تیار ہوں میں بے گناہ ہوں یہ سراسر مجھ پر الزام ہے۔ حضرت ایاس بن معاویہ نے خداداد بصیرت سے بھانپ لیا یہ قسم کے ذریعے اپنے ساتھی کے مال کو ہڑپ کرنا چاہتا ہے قاضی ایاسؒ نے مدعی سے پوچھا تو نے اسے کس جگہ اپنا مال لبطور امانت دیا تھا؟

اس نے کہا یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک بڑا درخت ہے ہم نے اس کے سایے میں بیٹھ کر پہلے کھانا کھایا اور پھر میں نے اپنا مال اس کے سپرد کیا۔

قاضی ایاس نے کہا تم ابھی وہاں جاؤ شاید آپ کا مال وہاں کہیں پڑا

ہوا ہو اس جگہ کا جائزہ لے کر سیدھا میرے پاس آجانا اور مجھے صورت حال سے آگاہ کرنا یہ حکم پا کر وہ شخص اس جگہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ قاضی ایاس نے مدعی علیہ سے کہا:

اپنے ساتھی کے واپس آنے تک میرے پاس بیٹھے رہو۔ وہ وہاں چپ سادھ کر بیٹھ گیا۔ قاضی ایاس دیگر مقدمات نپٹانے میں مصروف ہو گیا۔ لیکن مقدمات کی سماعت کرتے ہوئے دزدیدہ نگاہوں سے گاہے گاہے مدعی علیہ کی طرف بھی دیکھ لیتا اس طرح وہ اس کے چہرے کے تاثرات معلوم کرنا چاہتا تھا جب اس نے دیکھا کہ یہ شخص بالکل آرام و سکون سے بیٹھا ہوا ہے اس کے چہرے پر کوئی خوف و ہراس نہیں قاضی سماعت کے دوران یکدم اس شخص کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ اس جگہ پہنچ گیا ہو گا جہاں اس نے مال تیرے سپرد کیا تھا اس نے بے خیالی میں جواب دیا نہیں وہ جگہ یہاں سے کافی دور ہے۔ ابھی وہ راستے میں جا رہا ہو گا قاضی نے غضبناک ہو کر کہا: ارے کمبخت' کمینے تو مال لینے کا انکار کرتا ہے۔ اور اس جگہ کا اعتراف کرتا ہے جہاں تو نے مال لیا تھا۔ بخدا تو خائن' جھوٹا اور بددیانت ہے' وہ اچانک یہ حملہ دیکھ کر خوف سے کانپنے لگا اور اس نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا اور امانت واپس کر دی۔

○

اسی طرح ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ دو شخص دو رومالوں کا مقدمہ لے کر عدالت میں پیش ہوئے ایک رومال سبز رنگ کا نیا اور قیمتی تھا

اور دوسرا سرخ رنگ کا پھٹا ہوا اور بوسیدہ تھا۔ مدعی نے استغاثہ پیش کرتے ہوئے کہا: جناب والا میں حوض پر نہانے کے لیے گیا۔ اور اپنا سبز رومال کپڑوں کے ساتھ رکھ کر حوض میں اتر گیا تھوڑی دیر بعد یہ شخص اپنے کپڑے حوض کے کنارے میرے کپڑوں کے پاس ہی رکھ کر نہانے کے لیے حوض میں اتر آیا لیکن مجھ سے پہلے حوض سے نہا کر نکلا کپڑے پہنے اور میرا رومال سر پر لیا اور چلتا بنا۔ میں اس کے قدموں کے نشانات دیکھتا ہوا اس کی تلاش میں نکلا بالآخر اسے پکڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ قاضی نے مدعی علیہ سے پوچھا تم کیا کہنا چاہتے ہو۔

اس نے کہا: جناب والا یہ رومال میرا ہے میرے قبضے میں ہے میں اس کا مالک ہوں' یہ مجھ پہ جھوٹا الزام عائد کرتا ہے' قاضی ایاس نے مدعی سے پوچھا تیرے پاس کوئی دلیل ہے کہ یہ رومال واقعی تیرا ہے۔ اس نے کہا دلیل میرے پاس کوئی نہیں' میں آپکی عدالت میں انصاف کے لیے آیا ہوں یہ میرا قیمتی رومال مجھے دلا دیجئے اللہ تمہارا بھلا کرے گا قاضی نے اپنے دربان سے کہا: ایک کنگھی لاؤ۔ دربان کنگھی لے آیا قاضی نے دونوں کے سر پر کنگھی پھیری ایک کے سر سے سرخ ریشے اور دوسرے کے سر سے سبز ریشے برآمد ہوئے۔ لہٰذا سرخ رومال اسے دے دیا جس کے سر سے سرخ ریشے نکلے تھے اور سبز رومال اس کے سپرد کیا جس کے سر سے سبز ریشے برآمد ہوئے تھے۔ اس طرح عدل و انصاف کے مطابق حق والے کو اس کا حق مل گیا۔

O

اس کی ذہانت اور فہم و فراست کا ایک اور واقعہ مشہور ہے کوفہ میں ایک شخص لوگوں کے سامنے اپنی خیر خواہی' وسعت ظرفی' اخلاق اور تقویٰ کا پرچار کیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ لوگ اس کی تعریف کرنے لگے جب اس کا اعتماد پوری طرح دلوں میں بیٹھ گیا' تو لوگ جب سفر پہ جاتے تو اپنا مال اس کے پاس بطور امانت رکھ جاتے۔ بعض لوگ مرتے وقت یہ وصیت کر جاتے کہ ہمارا مال اس کے سپرد کر دیا جائے اور یہی ہماری اولاد کا سرپرست و نگران ہو گا۔ اس کی شہرت سن کر ایک شخص نے اپنا بہت سا مال اس کے پاس بطور امانت رکھ دیا۔ چند دنوں کے بعد جب اسے ضرورت پڑی تو اس نے اپنے مال کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ لیکن اس نے دینے سے انکار کر دیا۔ اسے یہ صورت حال دیکھ کر بڑا صدمہ ہوا اور یہ مقدمہ قاضی کی عدالت میں پیش کر دیا۔ قاضی نے مقدمہ پیش کرنے والے سے پوچھا کیا مدعی علیہ کو یہ معلوم ہے کہ تم میرے پاس آئے ہو۔ اس نے کہا نہیں قاضی نے کہا آج جاؤ اور کل میرے پاس آنا اور ساتھ ہی مدعی علیہ کو بلانے کے لیے پیغام بھیجا۔ وہ قاضی کا پیغام سنتے ہی عدالت میں آیا قاضی نے اسے بڑے اعزاز و اکرام سے بٹھایا اور کہا: جناب میں نے آپ کی بڑی شہرت سنی آپ لوگوں کی خدمت کا اہم فریضہ سرانجام دے رہے ہیں' میں نے آپ کو اس لیے بلایا کہ میرے پاس ایسے یتیموں کا کثیر مقدار میں مال ہے' جن کا کوئی وارث نہیں میں چاہتا ہوں یہ مال آپکے سپرد کردوں جب وہ بڑے ہو جائیں تو آپ ان کے حوالے

کر دینا کیا اتنی بڑی مقدار میں مال رکھنے کا آپ کے پاس انتظام ہے' کس طرح اسے سنبھالیں گے۔

کیا گھر میں ایسا مضبوط گودام ہو گا' جس میں مال ضائع نہ ہو۔ کیا یہ مال آپ سنبھالنے کے لیے تیار ہیں اس نے بڑے طمطراق سے کہا: کیوں نہیں جناب مجھے اللہ نے پیدا ہی عوام کی خدمت کے لیے کیا ہے بندہ عاجز اس خدمت کے لیے بخوشی تیار ہے۔

قاضی نے کہا: بہت خوب مجھے آپ سے یہی توقع تھی آپ ایسا کریں کہ کل کے بعد میرے پاس آجانا اور ساتھ دو مزدور بھی لیتے آنا۔ اس نے کہا بہت اچھا یہ کہہ کر وہ اپنے گھر چلا گیا۔ دوسرے دن وعدہ کے مطابق مدعی قاضی ایاس کے پاس آیا۔ قاضی نے اسے کہا کہ جاؤ آج اس شخص سے جاکر اپنے مال کا مطالبہ کرو۔ اگر وہ انکار کرے تو اسے کہنا میں تیری شکایت قاضی کے پاس لے کے جا رہا ہوں اس نے ایسے ہی کیا جاکر اس سے اپنے مال کا مطالبہ کیا اس نے حسب سابق مال دینے سے انکار کر دیا۔ اس نے کہا اگر تم میرا مال نہیں دو گے تو میں تمہاری شکایت قاضی کے پاس کروں گا' جب اس نے قاضی کا نام سنا تو فوراً ٹھنڈا پڑ گیا اسے اپنے پاس بٹھایا اس کی منت کی مال واپس لوٹایا اور کچھ مزید دے کر اسے خوش کرنے کی کوشش کی تاکہ قاضی کو اس بات کا علم نہ ہو۔ وہ اپنا مال لے کر سیدھا قاضی کے پاس گیا اس کا شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ اس نے مجھے میرا حق واپس دے دیا ہے۔ اللہ آپکو جزائے خیر عطا کرے' جب وعدے کے مطابق تیسرے روز وہ شخص

قاضی کے پاس مزدور لے کر حاضر ہوا۔ تو اسے دیکھتے ہی قاضی اس پر برس پڑا اور کہا: ارے کمبخت تو نے دنیا کمانے کے لیے دین کو جال بنا رکھا ہے۔ تجھے شرم آنی چاہیے۔ یہ جبہ و دستار اور یہ گھناؤنا کردار تف تیری عقل پر جاؤ میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ۔ اور ابھی جا کر سب لوگوں کی امانتیں واپس کرو۔ ورنہ تجھے ایسی سزا دوں گا جسے تیری آئندہ نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔ وہ ہانپتا کانپتا ہوا واپس گیا' اور سب کے مال فوری طور پر واپس کرنے لگا ان سے معافی مانگنے لگا تب جا کر لوگوں کو اس کی اصلیت کا علم ہوا۔

○

قاضی ایاس نے اپنی بے پناہ ذہانت' قابل رشک قوت استدلال' زود فہمی اور حاضر جوابی کے باوجود عدالت مین ایسے اشخاص سے بھی واسطہ پڑ جاتا جو اپنی بات دلائل سے منوالیا کرتے تھے۔ اور انہیں خاموش ہونے پر مجبور کر دیا کرتے تھے' ایسا ہی ایک واقعہ انہوں نے خود بیان کیا فرماتے ہیں ایک شخص کے علاوہ آج تک کوئی بھی گفتگو میں مجھ پہ غالب نہ آسکا وہ اس طرح ہوا کہ میں بصرے کی عدالت میں مقدمات نپٹانے کے لیے بیٹھا ہوا تھا ایک شخص میرے پاس آیا۔ اور اس نے بڑے طمطراق سے کہا میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ فلاں باغ فلاں شخص کا ہے۔ اس نے یہ بات بڑے ہی رعب و دبدبے سے کہی۔ میں نے اس کی گواہی کا امتحان لینے کے انداز میں پوچھا:

جس باغ کے متعلق گواہی دے رہے ہیں اس میں کتنے درخت ہیں۔ اس نے سر جھکایا پھر سر اٹھا کر بولا۔ جناب والا گستاخی معاف آپ کتنے

عرصے سے اس کمرہ عدالت میں فیصلے سنانے کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ فرمایا: کافی عرصے سے۔ اس نے پوچھا: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اس کمرے کی چھت میں کتنی لکڑیاں استعمال ہوئی ہیں۔ میں پریشان ہوا اور کہا اس کا مجھے علم نہیں۔ اور ساتھ ہی میں نے شرمندہ ہو کر اسے کہا: بھئی آپکی گواہی سچی ہے۔ میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔

○

جب حضرت ایاس بن معاویہ رحمہ اللہ چھہتر برس کے ہوئے۔ تو انہوں نے خواب میں دیکھا وہ اور ان کے والد محترم دو گھوڑوں پر سوار برابر دوڑے جارہے ہیں۔ نہ کوئی ایک قدم آگے ہے اور نہ پیچھے' انکے والد محترم چھہتر برس کے ہو کر فوت ہوئے تھے۔ ایک رات حضرت ایاس اپنے بستر پر دراز ہوئے گھر والوں نے کہا: کیا تم جانتے ہو یہ رات کون سی ہے؟ انہوں کہا نہیں۔

فرمایا یہ وہ رات ہے جس میں ابا جان نے اپنی عمر تمام کی تھی یہ کہا اور سو گئے۔ جب گھر والوں نے صبح دیکھا تو یہ ابدی نیند سو چکے تھے۔ انا اللہ و انا الیہ راجعون۔

اللہ قاضی ایاس بن معاویہ پر اپنی بے پایاں رحمتوں کی بارش نازل کرے وہ بلاشبہ ذہانت' فطانت' حق گوئی' عدل گستری' زود فہمی اور حاضر جوابی میں نابغہ عصر اور فرید الدھر تھے۔

○

قاضی ایاس بن معاویہ مزنی رحمہ اللہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

اخبار القضاۃ (وکیع)	۳۱۲۔ ۳۷۴
حلیہ الاولیاء	۳/ ۱۲۳
شرح المقامات (بشریشی)	۱/ ۱۱۳۔ ۱۱۵
وفیات الاعیان	۱/ ۲۴۷
البیان والتبیین (جاحظ)	۱/ ۵۶
ثمار القلوب	۹۲۔ ۹۴

العقد الفرید (ابن عبدربہ) دیکھئے فہرست

(٦)

حضرت عمر بن عبدالعزیز

اور

اس کا فرزند عبدالملک رضی اللہ عنہ

کیا آپ جانتے ہیں کہ ہر قوم میں
ایک یکتائے روزگار شخصیت ہوتی
ہے اور بنو امیہ کی یہ نادر شخصیت
عمر بن عبدالعزیز ہے قیامت کے
دن اس اکیلے کو امت کی صورت
میں اٹھایا جائے گا۔

(محمد بن علی بن حسین)

جلیل القدر تابعی عمر بن عبدالعزیز اپنے پیش رو خلیفہ عبد المالک بن سلیمان کی قبر پر مٹی ڈال کر ابھی اپنے ہاتھ جھاڑ ہی رہے تھے۔ کہ انہوں نے اپنے اردگرد زمین پہ تھر تھراہٹ کی آواز سنی پوچھا یہ کیا ہے؟ پاس کھڑے لوگوں نے بتایا: جناب آپکی سواری کے لئے یہ سرکاری گاڑیوں کی نقل و حرکت ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان کی طرف ایک طائرانہ نگاہ ڈالی۔ اور اس شخص کی مانند کپکپاتی' لرزتی اور دھیمی آواز سے بولے' جسے تھکاوٹ نے لاغر کر دیا ہو' یا مسلسل بیداری نے مضمحل کر دیا ہو۔ فرمایا۔ میرا ان گاڑیوں سے کیا واسطہ۔ انہیں یہاں سے پیچھے ہٹا دو۔ میرے لئے میری خچر کافی ہے وہ لاؤ میں اسی پہ سوار ہوں گا۔ ابھی خچر پر بیٹھنا ہی چاہتے تھے' کہ سیکورٹی گارڈ کا چاق و چوبند کمانڈر آپکے آگے آگے چلنے کے لئے آدھمکا۔ اور اس کے دائیں بائیں حفاظتی دستے کے گھبرو جوان تھے' جن کے ہاتھوں میں چمکدار نیزے پکڑے ہوئے تھے' ان کی طرف دیکھا' اور فرمایا میرا ان سے کیا کام؟

میں امت مسلمہ کا ایک فرد ہوں ویسے ہی صبح و شام زندگی بسر کرتا ہوں۔ جس طرح دوسرے مسلمان بسر کرتے ہیں' یہ کہہ کر آپ چل پڑے لوگ بھی آپ کے ہمراہ چل پڑے آپ مسجد میں آئے۔ اعلان کیا گیا کہ سب لوگ مسجد میں جمع ہو جائیں۔ اعلان سنتے ہی لوگ مسجد کی طرف دوڑے اور ہر طرف سے گروہ در گروہ مسجد میں داخل ہونے لگے۔ جب مجمع

بھر گیا تو آپ خطاب کے لئے کھڑے ہوئے حمد و ثنا اور صلوۃ و سلام کے بعد فرمایا' لوگو! میری رائے لئے بغیر میرے ناتواں کندھوں پر خلافت کا بوجھ لاد دیا گیا ہے' نہ میں نے کبھی اس کا مطالبہ کیا۔ نہ مسلمانوں سے اس کے متعلق مشورہ لیا گیا۔ اور نہ ہی خلافت کی اس اہم ذمہ داری کو اپنے لئے پسند کرتا ہوں۔

میری طرف سے تمہیں کھلی چھٹی ہے جسے چاہو اپنا خلیفہ منتخب کر لو۔ یہ سن کر مجمع بیک وقت باواز بلند پکار اٹھا۔ اے امیرالمئومنین ہم آپ کو اپنا خلیفہ مانتے ہیں ہم آپ پر راضی ہیں۔ آپ حکومت کی باگ ڈور سنبھالیں اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو گا۔ جب آپ نے یہ صورت حال دیکھی کہ کوئی ایک بھی آواز اس کے خلاف نہیں اٹھی سب اس پر مطمئن ہیں کہ میں مسند خلافت پر بیٹھوں' ابھی لوگوں کا شور تھا۔ آپ نے دوبارہ حمد و ثناء اور درود و سلام پڑھا: اور لوگوں کو تقوی اختیار کرنے' دنیا سے بے نیازی برتنے اور آخرت کی فکر کرنے کی تلقین کی لوگوں کو اپنی موت یاد دلانے کے لئے ایسے دلسوز لہجے میں تلقین کرنے لگے' جس سے پتھر دل بھی موم ہو جائیں' گنہگار آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑیں۔ انکی زبان مبارک سے نصیحت اموز کلمات نکل کر سننے والوں کے دلوں میں پیوست ہو رہے تھے۔ پھر آپ نے دلسوز' تھکاوٹ نما لیکن قدرے بلند آواز میں کہا: جو حکمران اللہ کا فرمانبردار ہو اسکا کہا مانو اور جو اللہ کا نافرمان ہو اس کی بات ماننا تمہارے لئے ضروری نہیں' لوگو: سنو! جب میں اللہ تعالی کا فرمانبردار رہوں میری بات

مانتے رہنا اور جب کبھی اللہ کی نافرمانی پر اتر آؤں تو تم میرے احکامات کو ٹھکرا دینا پھر منبر سے اترے سیدھے گھر گئے۔ اپنے کمرے میں جاکر کچھ دیر ستانے کے لئے بستر پر دراز ہو گئے' چونکہ اپنے پیش رو خلیفہ کی وفات اور اس کے کفن دفن کی وجہ سے آپ بہت تھک چکے تھے۔

○

امیرالمؤمنین عمر بن عبد العزیز ابھی اپنے بستر پر پہلو کے بل لیٹے ہی تھے کہ ان کا سترہ سالہ فرزند ارجمند عبدالمالک کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے کہا: امیرالمؤمنین آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ فرمایا: بیٹا میں تھوڑی دیر سونا چاہتا ہوں بہت تھک چکا ہوں' بیٹے نے کہا: امیرالمؤمنین کیا آپ مظلوم لوگوں کی داد رسی کے بغیر ہی سو جانا چاہتے ہیں؟ ان کا وہ مال جو ظلم و استبداد سے چھینا گیا ہے انہیں واپس کون دلائے گا؟ فرمایا: بیٹا' چونکہ میں خلیفہ سلیمان کی وفات کی وجہ سے گذشتہ ساری رات جاگتا رہا۔ تھکاوٹ کی وجہ سے میرے جسم میں سکت نہیں۔ ان شاء اللہ تھوڑا آرام کرنے کے بعد نماز ظہر لوگوں کے ہمراہ پڑھوں گا اور پھر یقیناً مظلوموں کی داد رسی ہوگی اور ہر ایک کو اس کا حق دیا جائے گا۔ کوئی محروم نہیں رہے گا۔ بیٹے نے کہا: امیر المؤمنین اسکی کون ضمانت دیتا ہے کہ آپ ظہر تک زندہ رہیں گے۔ بیٹے کی یہ بات سن کر عمر بن عبد العزیز تڑپ اٹھے' آنکھوں سے نیند جاتی رہی تھکے ہوئے جسم میں دوبارہ توانائی لوٹ آئی اور یکدم جست لگا کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا: بیٹا ذرا میرے قریب آؤ۔ بیٹا قریب ہوا تو اسے گلے لگا کر ماتھے کو چومنے

لگے۔ اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے ایسا ہونہار فرزند عطا کیا جو دینی اعتبار سے میرا معاون بنے گا۔ پھر آپ اٹھے حکم دیا کہ یہ اعلان کر دیا جائے جس پر کوئی ظلم ہوا ہے وہ اپنا مقدمہ خلیفہ کے سامنے آکر پیش کرے۔

○

یہ عبد الملک کون ہے؟ اس نوجوان کی داستان کیا ہے جس کے متعلق لوگوں کا خیال ہے کہ اس نے اپنے والد کو عبادت گذاری پر اکسایا' زاہدوں کی راہ پر چلایا اور اولیاء کی صف میں لا کر کھڑا کر دیا۔ آیئے اب صالح نوجوان کی کہانی ابتدا سے آپکو سناتے ہیں۔

امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز کے بارہ بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں' تمام اولاد متقی' پرہیزگار اور ہونہار تھی' اپنے بہن بھائیوں میں عبدالملک درخشاں ستارہ اور گوہر آبدار تھا۔ علاوہ ازیں وہ بہت ذہین اور ماہر ادیب تھا۔ یوں تو وہ نوخیز جوان تھا لیکن عقل و دانش میں بوڑھوں کو بھی مات کرتا تھا۔ اس نے نیکی اور تقوے کے ماحول میں پرورش پائی' اس میں خاندان فاروق اعظم کے اوصاف پائے جاتے تھے' خاص طور پر تقوے' پاکیزگی اور خشیت الٰہی میں حضرت عبد اللہ بن عمر کے ہم پلہ تھا۔

○

اس کا چچا زاد بھائی عاصم بیان کرتا ہے' کہ میں ایک دفعہ دمشق گیا

اور وہاں اپنے چچیرے بھائی عبد الملک کے پاس ٹھہرا' ابھی اس کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ ہم نے عشاء کی نماز پڑھی اور سونے کے لیے دونوں اپنے اپنے بستر پر دراز ہو گئے عبد الملک نے چراغ گل کر دیا' ہم دونوں نے اپنی آنکھیں نیند کے حوالے کیں۔ جب آدھی رات کو میری آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ عبدالملک اندھیرے میں کھڑا نماز پڑھ رہا ہے اور قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کر رہا ہے:

افرایت ان متعناھم سنین O ثم جاء ھم ما کانوا یوعدون O ما اغنی عنھم ما کانوا یمتعون O

الشعراء ۲۵۔ ۲۷

بھلا دیکھو تو اگر ہم انہیں برسوں فائدہ دیتے رہے۔ پھر ان پر وہ عذاب آ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا رہا' تو جو فائدے یہ اٹھا رہے ہیں' انکے کس کام آئیں گے۔

میں نے دیکھا کہ وہ دل کو ہلا دینے والی گڑگڑاہٹ اور آہ و زاری کے ساتھ بار بار اس آیت کی تلاوت کر رہا ہے اور زار و قطار روئے جا رہا ہے' جب میں نے محسوس کیا کہ یہ آہ و زاری اس کا کام تمام کر دے گی۔ تو میں نے قدرے اونچی آواز سے لا الہ الا اللہ و الحمد للہ کہا: میں نے یہ جملہ اس انداز میں کہا جیسے کوئی نیند سے بیدار ہوتے وقت کہتا ہے۔ میری نیت یہ تھی کہ وہ میری آواز سن کر رونا بند کر دے ایسے ہی ہوا جب اس نے میری آواز سنی وہ خاموش ہو گیا ایسی چپ سادھ لی جیسے وہ کمرے میں موجود ہی نہیں۔

اس ہونہار آل فاروق اعظم کے نوخیز جوان نے اپنے دور کے اکابر علماء سے کتاب و سنت کا علم حاصل کیا۔ قرآن و حدیث کے علوم سے اپنے سینے کو منور کیا' دینی مسائل میں فقیہہ کی مسند پر فائز ہوئے اور نوعمری کے باوجود شامی علماء و فقہاء پر فوقیت حاصل کی ایک مرتبہ امیرالمئومنین عمر بن عبد العزیز نے شامی علماء و فقہا کو اکٹھا کیا اور ان سے یہ مسئلہ دریافت کرتے ہوئے فرمایا: اے علماء کرام اور فقہائے عظام: میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ میرے خاندان میں سے جن اشخاص نے لوگوں کا مال ظلم و استبداد سے چھینا ہے ان کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

سب نے یہ جواب دیا اے امیرالمومنین یہ کام آپکے دور حکومت میں نہیں ہوا اس کی ذمہ داری آپ پہ نہیں آتی اس کا گناہ اسی پر ہو گا۔ جس نے مال غصب کیا آپ بری الذمہ ہیں' لیکن علماء کے اس بیان سے آپ مطمئن نہ ہوئے۔ ایک عالم جو دیگر علماء سے مختلف رائے رکھتا تھا۔ کہنے لگا امیرالمومنین آپ اپنے فرزند ارجمند عبد الملک کو بلائیں۔ وہ ماشاء اللہ علم' فقہ اور عقل و دانش میں ممتاز مقام رکھتا ہے۔ اس مسئلہ میں اس کی رائے دریافت کریں۔

اسے بلایا گیا۔ جب عبد الملک پیغام کے مطابق دربار خلافت میں پہنچا تو امیرالمئومنین نے کہا: بیٹا ان اموال کے متعلق تیری کیا رائے ہے' جو ہمارے چچا کے بیٹوں نے لوگوں سے چھینے ہیں؟ کیونکہ مظلوم لوگ اس وقت اپنا حق وصول کرنے کے لیے میرے پاس آئے ہوئے ہیں۔

بیٹے نے جواب دیا: ابا جان ان مظلوموں کی داد رسی کرتے ہوئے ان کا مال واپس لوٹانا آپ کا فرض ہے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا۔ تو آپ بھی اس ظلم میں برابر کے شریک سمجھے جائیں گے۔ کیونکہ آپ کو اس ظلم کا علم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس سے گلو خلاصی آپ کا فرض ہے۔ یہ بات سن کر امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز کا چہرہ کھل اٹھا' دلی اطمینان ملا اور وہ غم کافور ہوا جس نے آپ کو نڈھال کر رکھا تھا۔

○

خاندان فاروق اعظم کے عظیم سپوت نے دمشق کے پر رونق بازار' لہلہاتے ہوئے ترو تازہ باغات' سہانے دلکش ٹھنڈے سایہ دار درخت اور بل کھاتی ہوئی رواں دواں ندیوں کے دلفریب مناظر کو چھوڑ کر سنگلاخ سرحدی علاقے کو اپنی رہائش کے لئے منتخب کیا تاکہ ہر دم ہر گھڑی حالت جہاد میں رہنے کی سعادتیں حاصل ہوں۔ امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز کو اس بات کا علم ہونے کے باوجود کہ اس کا بیٹا' ہونہار' متقی' مؤدب اور پرہیزگار ہے پھر بھی انہیں اندیشہ لاحق رہتا کہ کہیں شیطان کے داؤ میں نہ آجائے وہ جوانی کی خرمستیوں سے بہت خوفزدہ تھے' وہ اپنے فرزند کے متعلق ہر طرح کی معلومات رکھتے اور اس سے کبھی غفلت نہ برتتے۔

○

امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز کے وزیر' قاضی اور مشیر جناب

میمون بن مہران بیان کرتے ہیں کہ' کہ میں ایک دن خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے پاس گیا' وہ اپنے بیٹے عبد الملک کو خط لکھ رہے تھے جس میں نصیحت' راہنمائی' تنبیہہ اور بشارت پر مبنی جملے لکھے۔ اس خط میں انہوں نے یہ بھی لکھا: بیٹا میری بات سن کر اسے یاد رکھنا اوروں کی نسبت تیرا زیادہ فرض بنتا ہے۔ ذرا خیال کرو۔ اللہ سبحانہ و تعالی نے ہم پہ کتنے کرم کئے ہیں۔ ہر چھوٹے بڑے کام میں اس نے ہم پر بے انتہا احسانات کیئے۔

بیٹا: اللہ تعالی کے اس فضل کو یاد کرو جو اس نے تجھ پر اور تیرے والدین پر کیا ہے۔

بیٹا: تکبر' نخوت اور غرور سے بچنا بلاشبہ یہ شیطانی اوصاف ہیں اور شیطان مؤمنوں کا ازلی دشمن ہے۔

بیٹا: یہ خط میں تجھے اس لئے نہیں لکھ رہا کہ مجھے کوئی تیری شکایت ملی ہے۔ مجھے تم پر اعتماد ہے۔ البتہ یہ مجھے معلوم ہوا ہے' کہ تیرے دل میں خود پسندی کے جذبات موجزن ہیں۔ یاد رکھنا اگر اس خود پسندی کی وجہ سے تو نے کوئی گل کھلایا تو میں ایسی سرزنش کروں گا جسے تم زندگی بھر یاد رکھو گے پھر نہ کہنا کہ سختی ہوئی۔

وزیر موصوف جناب میمون بن مہران کہتے ہیں۔ خط لکھ کر امیر المؤمنین نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: میمون مجھے میرے بیٹے کے ساتھ بہت پیار ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ پیار اس کی تربیت میں آڑے نہ آجائے اور میں بھی آنکھیں بند کر کے اسی ڈگر پر چلنے لگوں جس طرح اکثر

باپ اپنی اولاد کے بارے میں نرم رویہ اختیار کرتے ہیں۔ اور ان کے عیوب پر پردہ ڈالتے رہتے ہیں۔ یہ طرز عمل اولاد کے حق میں قطعاً بہتر نہیں ہوتا۔

میمون آپ ابھی دمشق جائیں۔ اور اچھی طرح اس چیز کا جائزہ لیں۔ کہیں میرے بیٹے کے دل میں تکبر' نخوت اور خودپسندی جیسی قباحتیں تو نہیں پائی جاتیں۔ کیونکہ ابھی وہ بچہ ہے' کہیں شیطان اس پر اپنا پنجہ نہ جما لے۔

جناب میمون بیان کرتے ہیں۔ میں دربار خلافت سے حکم پاکر دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ راستوں کے نشیب و فراز سے گذرتا ہوا عبد الملک کے گھر پہنچا۔ اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ میں نے دیکھا کہ خوبرو' جوان رعنا بڑی انکساری کے ساتھ سفید قالین پر جلوہ افروز ہے۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان سے زمین پر مہتاب اتر آیا ہے۔ اس نے آگے بڑھ کر مجھے خوش آمدید کہا: جب میں اس کے پاس بیٹھ گیا تو اس نے کہا میں نے ابا جان سے آپکی تعریف سنی ہے' مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے امت کے افراد کو فائدہ پہنچائے گا۔

میں نے کہا آپ کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا اللہ کا احسان اور شکر ہے میں بالکل ٹھیک ہوں لیکن مجھے ہر وقت یہ کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں مجھ سے کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو جائے جس سے میرے والد محترم کے دل کو ٹھیس پہنچے اور مجھے یہ بھی اندیشہ ہے کہ کہیں ان کی میرے ساتھ محبت میرے متعلق درست معلومات حاصل کرنے میں رکاوٹ نہ بن جائے۔ اور

میں ان کے لیئے ایک مصیبت بن جاؤں مجھے اس نوجوان کی باتیں سن کر بڑا تعجب ہوا کہ باپ اور بیٹے کی سوچ کس قدر ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہے' میں نے اس سے پوچھا مجھے یہ بتاؤ تمہارا گذارہ کیسے چلتا ہے؟ اس نے بتایا۔ میں نے یہاں آتے ہی زمین کا ایک ٹکڑا خرید لیا تھا۔ اور اس کی قیمت میں نے اپنی ایسی کمائی سے ادا کی ہے جس کے حلال ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں اس زمین سے مجھے اتنا کچھ مل جاتا ہے جو میرے گذارے کے لیئے کافی ہے۔ الحمد للہ میں مسلمانوں کے ٹیکس کا محتاج نہیں۔ اللہ نے مجھے اس سے بے نیاز کر رکھا ہے۔ میں اس رب العالمین کا بے حد شکر گزار ہوں۔ میں نے پوچھا تمہاری خوراک کیا ہے؟ اس نے بتایا کبھی گوشت' کبھی دال اور کبھی سرکہ اور یہی میرے لیئے کافی ہے۔

میں نے پوچھا کیا تیرے دل میں خودپسندی کے جذبات پائے جاتے ہیں؟

اس نے بتایا: ہاں میرے دل میں خودپسندی کے جذبات پائے جاتے تھے۔ لیکن جب سے ابا جان نے مجھے سمجھایا اور شفقت بھرے انداز میں مجھے اس قباحت سے باز رہنے کی تلقین کی۔ میں نے اسے اپنے دل سے بالکل نکال دیا ہے۔ اب میرا دل بالکل صاف ہے' اور یہ ابا جان کا مجھ پہ بہت بڑا احسان ہے۔ اللہ میرے ابا جان کو جزائے خیر عطا کرے۔ میں عبد الملک کے پاس کافی دیر بیٹھا' کھل کر باتیں ہوئیں' دوران گفتگو بہت ہی مفید اور قیمتی معلومات حاصل ہوئیں میں نے اپنی زندگی میں اس سے بڑھ کر

خوبصورت، عقلمند اور نو عمری کے باوجود با ادب اور سلیقہ شعار کوئی نوجوان نہیں دیکھا۔ جب شام ہوئی ایک لڑکا اس کے پاس آیا' اس نے بتایا ہم فارغ ہو چکے ہیں۔ پھر وہ خاموش ہو گیا۔

میں پوچھا یہ کس کام سے فارغ ہوئے ہیں؟

اس نے بتایا: حمام سے۔

میں نے پوچھا وہ کیسے؟ اس نے بتایا۔ کہ انہوں نے میرے لیے غسل خانہ خالی کروایا ہے' اب میں اس میں نہاؤں گا۔

میں نے کہا: جناب یہ سن کر مجھے حیرت ہوئی ہے۔ آپ سے مجھے یہ توقع نہ تھی۔

میرا یہ انداز دیکھ کر وہ ڈر گیا اس نے انا للہ و انا الیہ راجعون کہا۔ اور پوچھا چچا جان اللہ آپ پر رحم کرے کیا ہوا؟

میں نے اسے کہا: یہ غسل خانہ تیرا ہے؟

اس نے بتایا: نہیں۔

میں نے کہا: پھر آپکو اسے خالی کرانے کا کیا حق پہنچتا ہے۔ کیوں تم اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے بلند تر سمجھتے ہو۔ کیا تمہیں کوئی سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں۔ تم نے غسل خانے کے مالک کو بھی نقصان پہنچایا ہے اور جو لوگ غسل خانہ استعمال کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں ان کو بھی تیری وجہ سے دشواری اٹھانا پڑی یہ سب کچھ کیا ہے؟

تجھے یہ بات قطعاً زیب نہیں دیتی۔ وہ میری تلخ باتیں سن کر پہلے

مسکرایا اور پھر بڑے ادب سے کہنے لگا چچا جان ناراض نہ ہوں میں غسل خانے کے مالک کو دن بھر کی اجرت دے کر خوش کرلوں گا۔

میں نے کہا: اس طرح تم ایسے اسراف کا ارتکاب کروگے جس میں تکبر کی آمیزش بھی پائی جاتی ہے۔

یاد رکھو تم بھی دوسرے مسلمانوں جیسے ہو' عام لوگوں کی طرح تم بھی حمام استعمال کرنے کے لیے جایا کرو۔

اس نے کہا چچا جان دراصل بعض اوقات گنوار قسم کے لوگ برہنہ حمام میں نہاتے ہیں مجھے اس سے گھن آتی ہے اس لئے میں اکیلا نہانا پسند کرتا ہوں' اور یہی ایک طریقہ ہے جس سے ستر کو ملحوظ خاطر رکھا جاسکتا ہے۔ یا آپ مجھے کوئی تدبیر بتائیں کہ میں کیا کروں؟

میں نے کہا آپ لوگوں کی فراغت کا انتظار کیا کریں۔ جب وہ حمام میں غسل کرکے از خود چلے جائیں تو پھر آپ نہانے کے لئے جایا کریں۔ اس نے کہا: میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں آئندہ ایسے ہی کیا کروں گا۔ آج کے بعد کبھی بھی دن کے وقت حمام کا رخ نہیں کروں گا۔ دراصل اس علاقے کی سردی اور رات کی خنکی کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں پہلے بھی دن کو حمام کا رخ نہ کرتا۔ پھر وہ سرنیچا کرکے کچھ سوچنے لگا۔ پھر سر اوپر اٹھایا اور مجھے کہا۔ بخدا یہ بات میرے ابا جان کو نہ بتانا انہیں یہ سن کر دلی کوفت ہوگی۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھ پر ناراض ہوں اور اسی حالت میں ان کا دم نکل جائے اور میں دور ہونے کی وجہ سے معافی بھی نہ مانگ سکوں میمون بیان کرتے ہیں کہ میں

نے ایسے نازک موقع پر اس کی عقل و دانش کا امتحان لینے کا ارادہ کیا۔

میں نے کہا اگر امیر المومنین نے مجھ سے پوچھا کیا دیکھ کر آئے ہو؟ تمہارا کیا خیال ہے میں ان کے سامنے جھوٹ بولوں؟

اس نے کہا: چچا جان آپ جھوٹ نہ بولیں۔ اس سے اللہ بچائے جب ابا جان یہ سوال کریں تو آپ پوری وضاحت سے یہ کہہ دینا میں نے ایک ناگوار عادت دیکھی تھی۔ لیکن میں نے اسے سمجھا دیا اور وہ باز آگیا۔ مجھے امید ہے کہ ابا جان پوشیدہ عیب کو کریدیں گے نہیں کیونکہ اللہ تعالی نے انہیں پوشیدہ عیوب کو کریدنے سے محفوظ رکھا ہے۔

جناب میمون کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبد العزیز جیسا باپ نہیں دیکھا اور نہ ہی عبد الملک جیسا کوئی بیٹا اللہ دونوں پر اپنی بے پایاں رحمت کرے۔

○

اللہ پانچویں خلیفہ راشد امیر المومنین عمر بن عبد العزیز پر راضی ہو۔ اور اسے اپنے خصوصی انعامات سے نواز کر خوش کر دے اسکی اور اس کے لخت جگر عبد الملک کی قبر کو تر و تازہ باغیچہ بنا دے۔ جب یہ باپ بیٹا اپنے رب سے ملیں تو انہیں سلام کیا جائے۔ جب یہ نیک لوگوں کے ساتھ قیامت کے دن اٹھائے جائیں۔ تو انہیں سلام پیش کیا جائے۔ آمین۔

O

امیر المومنین عمر بن عبد العزیز اور انکے بیٹے عبد الملک کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ سیرت عمر بن عبد العزیز ابن جوزی

۲۔ سیرت عمر بن عبد العزیز ابن عبد الحکیم

۳۔ الطبقات الکبری ابن سعد جلد ۱۔۲۔۳۔۴۔۵۔۶۔۷۔۸

۴۔ صفۃ الصفوۃ ابن جوزی جلد ۲/۱۱۳۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷

۵۔ حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصفہانی جلد ۵/۲۰۳۔ ۳۵۳۔ ۳۶۴

۶۔ وفیات الاعیان ابن خلکان جلد ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵

۷۔ تاریخ طبری جز: ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸

۸۔ العقد الفرید ابن عبد ربہ جز: ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸

۹۔ البیان و التبیین جاحظ جزء: ۱۔ ۲۔ ۳ ۴

۱۰۔ تاریخ مدینہ دمشق ابن عساکر جلد: ۲/۔ ۱۱۵۔ ۱۲۷

۱۱۔ تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی ۷/۴۷۵۔ ۴۷۸

(۷)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ

وہ قوم کیسے گمراہ ہو سکتی ہے جس
میں حسن بصریؒ موجود ہو
(مسلمہ بن عبد الملکؒ)

ام المؤمنین حضرت ام سلمتہ رضی اللہ عنہا کو کسی نے خوشخبری دی کہ ان کی کنیز خیرۃ نے ایک لڑکے کو جنم دیا ہے یہ خبر سن کر ام المؤمنین حضرت ام سلمتہ رضی اللہ عنہا کا دل باغ باغ ہو گیا' چہرہ مبارک پر خوشی کی لہر دوڑ گئی پہلی فرصت میں بچہ دیکھنے کا شوق دل میں پیدا ہوا لہذا زچہ بچہ کو اپنے گھر بلانے کے لیے پیغام بھیجا انہیں اپنی کنیز کے ساتھ بے حد پیار تھا اس کا بہت خیال رکھا کرتی تھیں۔ آپ کی دلی خواہش تھی کہ وہ زچگی کے ایام یہاں گزارے۔

○

پیغام بھیجے ابھی تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ آپکی کنیز خیرۃ اپنے ہاتھوں پہ نومولود اٹھائے گھر پہنچ گئی جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی نگاہ بچے کے معصوم چہرے پر پڑی تو وفور شوق سے آگے بڑھیں اور اسے اپنی گود میں لے کر پیار کیا یہ بچہ کیا تھا قدرت کا انمول ہیرہ' اتنا خوبصورت' گل رخ' ماہ جبیں اور صحت مند کہ کیا کہنے! ہر دیکھنے والا قدرت کے اس شہکار کو دیکھتا ہی رہ جاتا:

حضرت ام سلمتہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کنیز سے پوچھا اے خیرۃ کیا بچے کا نام تجویز کر لیا ہے؟

اس نے کہا: امی جان ابھی نہیں: یہ میں نے آپ پر چھوڑ رکھا ہے جو آپکو نام پسند ہو رکھ لیجئے۔

فرمایا: ہم اس کا نام اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت سے حسن تجویز

کرتے ہیں۔ پھر ہاتھ اٹھائے اور نومولود کے حق میں دعا کی۔

○

حسن کی پیدائش سے صرف ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا گھر ہی خوشیوں کا گہوارہ نہ بنا بلکہ مدینہ منورہ کا ایک اور گھرانہ اس خوشی میں برابر کا شریک ہوا اور وہ تھا کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا گھرانہ وہ خوشی میں اس لیے شریک تھے کہ نومولود کا باپ یسار ان کا غلام تھا اور ان کے دل میں اپنے غلام کی بڑی عزت تھی اور اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

○

حسن بن یسار نے جو بعد میں حسن بصری کے نام سے مشہور ہوئے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر پرورش آپکی زوجہ محترمہ نے ہند بنت سہیل کی گود میں تربیت پائی جو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے نام سے مشہور تھیں۔

حضرت ام سلمتہ رضی اللہ عنہا عرب خواتین میں سب سے بڑھ کر عقلمند' سلیقہ شعار' محتاط' حساس اور پیکر حسن و جمال اور صاحب فضل و کمال تھیں۔ علم و ہنر اور تقوی و خشیت میں ممتاز مقام پر فائز تھیں' آپ سے تین صد ستاسی احادیث مروی ہیں زمانہ جاہلیت میں آپ کا شمار ان نادر خواتین میں ہوتا تھا جو لکھنا جانتی تھیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا تعلق ام المؤمنین حضرت ام سلمتہ رضی اللہ عنہا

کی ساتھ صرف ان کی کنیز کے بیٹے کی حیثیت سے ہی نہیں تھا۔ بلکہ اس سے بھی کہیں گہرا اور قریبی تعلق پایا جاتا ہے' وہ اس طرح کہ بسا اوقات حسن کی والدہ خیرۃ حضرت ام سلمہ کے کسی ضروری کام کو نپٹانے کے لیے گھر سے باہر جاتیں تو یہ بچپن میں بھوک پیاس کی وجہ سے رونے لگتے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اسے اپنی گود میں لے لیتیں' ماں کی غیر حاضری میں بچے کو تسلی اور دلاسہ دینے کے لیے اپنی چھاتی اس کے مونہہ کو لگاتیں۔ دودھ اتر آتا بچہ جی بھر کر پیتا اور خاموش ہو جاتا۔

اس طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حسن بصری کے ساتھ دو نسبتیں تھیں ایک ام المؤمنین کے اعتبار سے ماں کی اور دوسری رضاعی ماں ہونے کی۔

○

امہات المؤمنین کے باہمی خوشگوار تعلقات اور گھروں کے آپس میں قرب و ربط کی وجہ سے اس خوش نصیب بچے کو تمام گھروں میں آنے جانے کا موقع ملتا رہتا اور اس طرح سے اہل خانہ کے پاکیزہ اخلاق و اطوار اپنانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں ازواج مطہرات کے گھروں میں میرے آنے جانے اور کھیل کود سے چہل پہل رہتی اور تمام گھر خوشیوں کا گہوارہ بنے رہتے فرماتے ہیں کہ بعض اوقات میں اچھلتا کودتا ہوا گھروں کی چھتوں پر چڑھ جاتا مجھے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔

O

حضرت حسن بصری کا بچپن انوار نبوت کی چمکیلی اور معطر فضاؤں میں ہنستے کھیلتے ہوئے گذرا اور یہ رشد و ہدایت کے ان میٹھے چشموں سے جی بھر کر سیراب ہوئے جو امہات المؤمنین کے گھروں میں جاری و ساری تھے۔

بڑے ہوئے تو مسجد نبوی میں کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے اور ان سے علم حاصل کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

اس طرح انہیں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابو موسی اشعری' حضرت عبد اللہ بن عمر' حضرت عبد اللہ بن عباس حضرت انس بن مالک' اور حضرت جابر بن عبد اللہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل ہوا لیکن سب سے بڑھ کر امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پیار تھا' دینی مسائل میں انکے مضبوط مؤقف' عبادت میں گہری دلچسپی اور دنیاوی زیب و زینت سے بے رغبتی نے بہت متاثر کیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سحر انگیز بیان' حکمت و دانش سے لبریز باتیں' مسجع و مقفی عبارتیں اور دل ہلا دینے والی نصیحتیں ان کے دل پر اثر انداز ہوئیں تو ان کے ہو کر رہ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تقوی و اخلاق کا رنگ ان پر چڑھا حضرت حسن بصری نے فصاحت و بلاغت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلوب اختیار کیا۔

حضرت حسن بصری جب اپنی عمر کی چودہ بہاریں دیکھ چکے تو اپنے

والدین کے ہمراہ بصرہ منتقل ہو گئے۔ اور وہیں اپنے خاندان کے ساتھ مستقل رہائش اختیار کر لی۔ اس طرح حضرت حسن بصرہ کی طرف منسوب ہوئے اور لوگوں میں حسن بصری کے نام سے مشہور ہوئے۔

○

جن دنوں حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ بصرہ میں آباد ہوئے۔
بلاد اسلامیہ میں یہ شہر علوم و فنون کا سب سے بڑا مرکز تصور کیا جاتا تھا۔ اس کی مرکزی مسجد صحابہ کرام اور تابعین عظام سے بھری رہتی تھی۔
مسجد کا ہال اور صحن مختلف علوم و فنون کے حلقہ ہائے درس سے آباد تھا۔ حضرت حسن بصریؒ امت محمدیہ کے جید و ممتاز عالم دین مفسر قرآن کریم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور ان سے تفسیر' حدیث اور تجوید کا علم حاصل کیا' فقہ' لغت اور ادب جیسے علوم دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے حاصل کیے' یہاں تک کہ یہ ایک راسخ عالم دین اور فقیہ کے مرتبہ کو پہنچے علم میں رسوخ کی وجہ سے عام لوگ دیوانہ وار ان کی طرف متوجہ ہوئے' لوگ ان کے پاس بیٹھ کر خاموشی سے ایسے مواعیظ سنتے جس سے پتھر دل بھی موم ہو جاتے اور گنہگار آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑتے' آپ کی زبان سے نکلنے والی حکمت و دانش کی باتوں کو لوگ سرمایہ حیات سمجھتے ہوئے اپنے دلوں میں محفوظ کر لیتے۔ اور آپ کی قابل رشک سیرت کو اپنانے کے لیے ہر دم کوشاں رہتے۔

○

حضرت حسن بصریؒ کا نام پورے ملک میں مشہور ہو گیا۔ لوگ اپنی مجلسوں میں ان کا ذکر خیر کرنے لگے حکمران ان کی خیریت دریافت کرنا اپنے لیے سعادت سمجھتے' شب و روز کے معمولات سے آگاہی کی دلی تمنا رکھتے۔

خالد بن صفوان بیان کرتے ہیں' کہ میں عراق کے ایک قدیم شہر حیرہ میں بنو امیہ کے جرنیل اور فاتح قسطنطنیہ مسلمہ بن عبد الملک سے ملا اس نے مجھ سے دریافت کیا۔

خالد' مجھے حسن بصریؒ کے متعلق کچھ بتاؤ میرا خیال ہے اسے جتنا تم جانتے ہو کوئی اور نہیں جانتا۔

میں نے کہا: آپ کا اقبال بلند ہو۔ ہر دم کامیابی آپ کے قدم چومے۔ بلاشبہ میں ان کے متعلق آپ کو بہتر معلومات بہم پہنچا سکتا ہوں کیونکہ میں اس کا پڑوسی بھی ہوں اور ہم نشین بھی' بلکہ اہل بصرہ میں سب سے زیادہ میں اسے جانتا ہوں' اس نے کہا ان کے متعلق کچھ مجھے بھی بتائیں۔

میں نے کہا: اس کا باطن ظاہر جیسا ہے' اس کے قول و فعل میں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا' جب وہ کسی کو نیکی کا حکم دیتا ہے' پہلے خود اس پر عمل کرتا ہے' جب کسی کو برائی سے روکتا ہے' وہ خود بھی اس برائی کے قریب نہیں پھٹکتا میں نے دنیاوی مال و متاع سے اسے بالکل مستغنی و بے نیاز پایا جو اس کے پاس علم و تقویٰ کا خزانہ ہے لوگ اسے حاصل کرنے کے لیے

دیوانہ وار اس کی طرف لپکتے ہیں' وہ لوگوں کا محبوب نظر ہے یہ باتیں سن کر جرنیل مسلمہ بن عبد الملک پکار اٹھا:

خالد اب بس کیجئے اتنا ہی کافی ہے۔

"بھلا وہ قوم کیسے گمراہ ہو سکتی ہے' جس میں حسن بصریؒ جیسی عظیم المرتبت شخصیت موجود ہو"۔

○

جب حجاج بن یوسف ثقفی عراق کا گورنر بنا اور اس نے اپنے دور حکومت میں ظلم و تشدد کی انتہا کر دی۔۔۔۔ تو حضرت حسن بصریؒ ان معدودے چند اشخاص میں سے ایک تھے جنھوں نے اس کی سرکشی اور ظلم و جور کو آگے بڑھ کر روکا اس کے برے کارناموں کی ڈٹ کر مخالفت کی۔ اور حق بات ڈنکے کی چوٹ سے اس کے مونہہ پر کہی۔

حجاج بن یوسف نے واسط شہر میں اپنے لیے ایک عالیشان محل تعمیر کروایا۔ جب اس کی تعمیر مکمل ہو گئی' اس نے افتتاحی تقریب میں لوگوں کو دعوت عام دی تاکہ وہ عظیم الشان محل کو دیکھیں اس کی سیر کریں' بزبان خود تعریف کریں اور دعائیہ کلمات سے نوازیں۔

حضرت حسن بصریؒ کے دل میں خیال آیا کہ اس سنہری موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے وہ یہ نیت لے کر گھر سے نکلے کہ آج لوگوں کو نصیحت کریں گے۔ انہیں دنیاوی مال و متاع سے بے رغبتی اختیار کرنے کا درس دیں گے۔ اور جو اللہ تعالی کے ہاں انعامات ہیں انہیں حاصل کرنے کی

ترغیب دیں گے۔ جب آپ موقع پر پہنچے تو دیکھا کہ لوگ اس عالیشان اور بلند و بالا محل کے چاروں طرف جمع ہیں۔ اور عمارت کی خوبصورتی پر دل فریفتہ اس کی وسعت پر انگشت بدنداں اور اس کی آرائش و زیبائش سے مرعوب نظر آتے ہیں۔ آپ نے لوگوں کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا:

ہمیں یہ معلوم ہے کہ فرعون نے اس سے زیادہ مضبوط' خوبصورت اور عالیشان محلات تعمیر کیے تھے' لیکن اللہ تعالی نے فرعون کو ہلاک کر دیا اور اس کے محلات کو بھی تباہ و برباد کر دیا۔

کاش حجاج کو یہ معلوم ہو جائے کہ آسمان والے اس سے ناراض ہیں۔ اور زمین والوں نے اسے دھوکے میں رکھا ہوا ہے۔

وہ پورے جوش و ولولہ سے حجاج کے خلاف برس رہے تھے ان کے مونہہ سے الفاظ تیروں کی طرح نکل رہے تھے' مجمع ان کی شعلہ بیانی پر دم بخود تھا۔ یہاں تک کہ سامعین میں سے ایک شخص نے حجاج بن یوسف کے انتقامی جذبے سے خوف زدہ ہو کر حضرت حسن بصریؒ سے کہا: جناب اب بس کیجئے اتنا ہی کافی ہے کیوں اپنے آپکو ہلاکت کے مونہہ میں دے رہے ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ نے اس نیک دل شخص سے کہا: میرے بھائی اللہ تعالی نے اہل علم سے یہ پیمان لیا ہے کہ وہ ظالم کے مونہہ پر بغیر کسی خوف کے حق بات کا پرچار کرتے رہیں گے اور کبھی اس راہ وفا میں جفا کا گذر نہیں ہونے دیں گے۔ یہی ہمیشہ حق والوں کا وطیرہ رہا ہے اور یہی فریضہ آج

میں ادا کر رہا ہوں۔

O

دوسرے روز حجاج گورنر ہاؤس میں آیا تو اس کا چہرہ غصے سے لال پیلا تھا۔ اس نے غضبناک انداز میں اہل مجلس سے کہا: لکھ لعنت ہے تمہارے وجود پر بزدلو' کمینو میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ کتنے افسوس کی بات ہے کہ بصرے کا ایک غلام ابن غلام مجمع عام میں بے لگام جو جی میں آتا ہے میرے خلاف کہہ جاتا ہے اور تم میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اس کی زبان کو روکے شرم کرو' حیا کرو۔ اے گروہ بزدلان اقلیم من کان کھول کر سنو: اللہ کی قسم اب میں اس کا خون تمہیں پلا کر رہوں گا اسے آج ایسی عبرتناک سزا دوں گا کہ دنیا انگشت بدندان رہ جائے گی پھر اس نے تلوار اور چمڑے کی چادر منگوائی یہ دونوں چیزیں فوراً اس کی خدمت میں پیش کر دی گئیں اس نے جلاد کو بلایا وہ پلک جھپکتے ہی سامنے آ کھڑا ہوا' پھر پولیس کو حکم دیا کہ حسن بصری کو گرفتار کر کے لایا جائے۔

پولیس تھوڑی ہی دیر میں انہیں پکڑ کر لے آئی منظر بڑا ہی خوفناک تھا ہر طرف دہشت پھیلی ہوئی تھی' لوگوں کی نظریں اوپر اٹھی ہوئی تھیں ہر شخص مغموم تھا' دل کانپ رہے تھے جب حضرت حسن بصری نے تلوار' جلاد اور چمڑے کی چادر کو دیکھا تو وہ زیر لب مسکرائے اور کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔

جب وہ حجاج کے سامنے آئے تو ان کے چہرے پر مومن کا جاہ و جلال مسلمان کی شان و شوکت اور مبلغ کی آن بان کا عکس جمیل نمایاں تھا۔

جب حجاج بن یوسف نے ان کی طرف دیکھا تو اس پر ہیبت طاری ہو گئی غصہ کافور ہو گیا اور بڑی دھیمی آواز میں کہا: ابو سعید حسن بصری میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں آیئے تشریف رکھیئے میرے قریب بیٹھیں آپ بیٹھنے لگے تو کہا ذرا اور قریب ہو جائیں یہاں تک کہ اسے اپنے ساتھ تخت پر بٹھا لیا۔ لوگ یہ منظر حیرت' استعجاب اور خوف کے ملے جلے جذبات سے دیکھ رہے تھے۔

جب حضرت حسن بصریؒ بڑے اطمینان سے تخت پر بیٹھ گئے۔ تو حجاج نے ان سے دینی مسائل دریافت کرنے شروع کر دیئے۔

حضرت حسن بصری ہر سوال کا جواب بڑی دلجمعی' سحر بیانی اور عالمانہ انداز میں دیتے رہے۔ حجاج بن یوسف ان کے جوابات سے بہت متاثر ہوا۔ اور کہنے لگا ابو سعید تم واقعی علماء کے سردار ہو' پھر قیمتی عطر منگوایا اور ان کی داڑھی کو محبت بھرے انداز میں لگا کر الوداع کیا۔

جب حضرت حسن بصری دربار سے نکلے تو حجاج کا دربان بھی ان کے پیچھے ہو لیا تھوڑا دور جا کر اس نے کہا۔ اے ابو سعید حجاج نے آج آپ کو کسی اور غرض سے بلوایا تھا لیکن اس کی طرف سے یہ حسن سلوک دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ مجھے ایک بات بتائیں جب آپ گرفتار ہو کر دربار میں تشریف لائے تھے آپ نے تلوار جلاد اور چمڑے کی چادر کو دیکھا تو آپ کے ہونٹ حرکت کر رہے تھے وہ آپ کیا پڑھ رہے تھے حضرت حسن بصری نے فرمایا: میں نے اس وقت یہ دعا کی تھی۔

الٰہی تو مجھ پہ کی گئی نعمتوں کا والی ہے۔
ہر مصیبت کے وقت میرا ملجاو ماوی ہے۔
الٰہی ساری مخلوق کے دل تیرے قبضے میں ہیں
الٰہی حجاج کے غصے کو میرے لیے ٹھنڈا اور سلامتی والا کر دے جس طرح تو نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام پر آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی والا کر دیا تھا۔

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا جو منظور خدا ہوتا ہے

میری دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول کیا اور حجاج کا غصہ محبت میں بدل گیا۔

○

حضرت حسن بصریؒ کو جابر و ظالم حکمرانوں کے ساتھ کئی مرتبہ اسی نوعیت کا پالا پڑا لیکن آپ ہر دفعہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حکمرانوں کی نگاہ میں محترم اور ان کے دلوں پر اپنی عظمت و خوداری کے گہرے نقوش ثبت کر کے واپس لوٹے۔

اسی قسم کا ایک حیرت انگیز واقعہ اس وقت پیش آیا۔ جب خدا ترس منصف مزاج، سادہ منش، پاک بیں، پاک طینت، خوش گہر اور پاکیزہ خو خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات حسرت آیات کے بعد یزید بن عبدالملک مسند خلافت پر جلوہ گر ہوا۔ اس نے عراق کا گورنر عمر بن ہبیرۃ

فزاری کو مقرر کیا پھر اس کے اختیارات میں اضافہ کر کے خراسان کا علاقہ بھی اس کے ماتحت کر دیا۔

یزید بن عبد الملک نے عنان اقتدار سنبھالتے ہی ایسا طرز عمل اختیار کیا جو سلف صالحین کے طرز عمل کے بالکل برعکس تھا۔

وہ اپنے گورنر عمر بن ہبیرۃ کو کثرت سے خط لکھتا اور ان خطوط میں ایسے احکامات جاری کرتا جو بسا اوقات حق کے منافی ہوتے اور انہیں فوری طور پر نافذ کرنے کا حکم دیتا۔

ایک دن عمر بن ہبیرۃ نے حسن بصری اور عامر بن شراحیل کو مشورے کے لیے بلایا اور عرض کیا: کہ امیر المئومنین یزید بن عبد الملک کو اللہ تعالی نے مسند خلافت عطا کی۔ جیسا کہ آپکو معلوم ہے اس نے مجھے عراق اور ایران کا گورنر مقرر کیا ہے کبھی کبھی وہ مجھے ایسے سرکاری خطوط ارسال کرتا ہے جن میں بعض ایسے اقدامات کرنے کا حکم ہوتا ہے جو میرے نزدیک مبنی بر انصاف نہیں ہوتے کیا ایسے احکامات سے پہلو تہی اختیار کرنے کا دینی لحاظ سے میرے لیے کوئی جواز نکلتا ہے۔

حضرت عامر بن شراحیلؒ نے ایسا جواب دیا جس مین خلیفہ کے لئے نرم رویہ اور گورنر کو خوش کرنے کا انداز پایا جاتا تھا۔

لیکن حضرت حسن بصری خاموش بیٹھے رہے۔

گورنر عمر بن ہبیرۃ نے حسن بصری کی طرف دیکھا اور کہا: ابو سعید آپ کی اس سلسلہ میں کیا رائے ہے: آپ نے فرمایا: اے ابن ہبیرۃ ہو سکتا

ہے کہ آسمان سے ایک ایسا سخت گیر فرشتہ نازل ہو جو قطعاً اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتا وہ تجھے تخت سے اٹھا کر اس محل کی وسعتوں سے نکال کر ایک تنگ و تاریک قبر میں ڈال دے' وہاں تو یزید کو نہیں دیکھ سکے گا وہاں تجھے وہ عمل ملے گا جس میں تو نے اپنے اور یزید کے رب کی مخالفت کی تھی۔

اے ابن ہبیرۃ اگر تو اللہ کا ہو جائے اور ہر دم اس کی اطاعت میں سرگرم رہے وہ تجھے یقیناً دنیا و آخرت میں یزید کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

اور اگر تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے یزید کا ساتھ دے گا تو پھر اللہ تعالیٰ بھی تجھے یزید کے ظلم و ستم کے حوالے کر دے گا اے ابن ہبیرۃ خوب اچھی طرح جان لو' مخلوق میں خواہ کوئی بھی ہو اس کا وہ حکم نہیں مانا جائے گا جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پائی جاتی ہو' یہ باتیں سن کر ابن ہبیرۃ اتنا روئے کہ آنسوؤں سے ان کی داڑھی تر ہو گئی' پھر وہ حضرت عامر بن شراحیل شعبی کو چھوڑ کر حضرت حسن بصری کی طرف مائل ہوئے' اور حد درجہ ان کی عزت و اکرام بجالائے۔

جب دونوں بزرگ گورنر کی ملاقات سے فارغ ہو کر مسجد میں پہنچے لوگ ان کے اردگرد جمع ہو گئے اور ان سے گورنر کے ساتھ ہونے والی باتیں معلوم کرنے لگے۔

حضرت عامرؒ نے لوگوں کے سامنے برملا کہا:

لوگو! ہمیں ہر حال میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو مخلوق پر ترجیح دینی

چاہیے مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے آج حسن بصریؒ نے گورنر عمر بن ہبیرۃ کو کوئی ایسی بات نہیں کہی جسے میں نہ جانتا ہوں لیکن میں نے اپنی گفتگو میں گورنر کی خوشنودی کو ملحوظ خاطر رکھا اور حسن بصری نے اپنی گفتگو میں اللہ تعالی کی رضا کو پیش نظر رکھا اللہ تعالی نے مجھے گورنر کی نظروں میں گرا دیا اور حسن بصریؒ کو اس کی نگاہوں میں محبوب بنا دیا۔

○

حضرت حسن بصریؒ اسی برس زندہ رہے۔ اور اس دوران دنیا کو اپنے علم و عمل حکمت و دانش اور فہم و فراست سے فیضیاب کرتے رہے انہوں نے نئی نسل کے لیے جو عظیم ورثہ چھوڑا وہ ان کے رقت انگیز پند و نصائح ہیں جو رہتی دنیا تک خزاں گزیدہ دلوں کے لیے بہار بنے رہیں گے ان کی نصیحتیں دلوں میں گداز اور ارتعاش پیدا کرتی رہیں گی' ان کے رقت انگیز مواعیظ کے اثر کی بنا پر احساس ندامت سے آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑیاں لگتی رہیں گی بیتاب آنسو بہتے رہیں گے پریشان حال لوگوں کو راہنمائی ملتی رہے گی۔ اور غفلت شعار انسانوں کو دنیا کی حقیقت سے آگاہی حاصل ہوتی رہے گی ایک شخص نے حضرت حسن بصری سے دنیا کے متعلق پوچھا: آپ نے فرمایا مجھ سے آپ دنیا و آخرت کے متعلق پوچھتے ہیں سنو: دنیا و آخرت کی مثال مشرق و مغرب جیسی ہے' جتنا زیادہ تم ایک کے قریب جاؤ گے اتنا ہی دوسرے سے دور ہوتے جاؤ گے۔

تم کہتے ہو کہ میں دنیا کے اوصاف بیان کروں۔ میں تمہارے سامنے اس گھر کی کیا صفت بیان کروں۔

جس کا آغاز مشقت و تکلیف پر مبنی ہے' اور جس کا انجام فنا و بربادی ہے' اس میں جو حلال ہے اس کا حساب لیا جائیگا اور جو حرام ہے اس کے استعمال پر سزا دی جائے گی' جو اس میں تونگر و مالدار ہوا وہ فتنے میں مبتلا ہوا اور جو فقیر و محتاج ہوا۔ وہ حزن و ملال کا شکار ہوا۔ اسی طرح ایک شخص نے آپ سے حال دریافت کیا فرمایا:

بھائی میرا حال کیا پوچھتے ہو!

افسوس ہم نے اپنی جانوں پر کتنے ظلم ڈھائے ہم نے اپنے دین کو کمزور کر دیا اور دنیاوی حرص نے ہمیں موٹا کر دیا' ہم نے اپنے اخلاق بوسیدہ کر دیئے اور اپنے بستر اور کپڑے نئے بنوا لیے۔

ہم میں سے ایک اپنے بائیں پہلو پہ ٹیک لگائے مزے سے پڑا رہتا ہے اور غیروں کے مال بڑی بے پرواہی سے ہڑپ کیے جاتا ہے۔

پھر فرمایا: تیرا کھانا چھینے ہوئے مال سے۔ تیرا دوسرے ناداروں سے کام لینا بیگار سے پھر تو نمکین کے بعد میٹھا کھانے کے لیے منگواتا ہے ٹھنڈے کے بعد گرم پیتا ہے۔

خشک کے بعد تر کھجوریں پاپی پیٹ میں درد اٹھتا ہے۔ اور قے آنے لگتی ہے پھر گھر میں شور مچاتا ہے کہ جلدی چورن لاؤ تا کہ کھانا ہضم ہو جائے اے گھٹیا نادان: اللہ کی قسم تو اپنے دین کے سوا کچھ بھی ہضم نہیں کر

سکے گا۔

ارے احمق تیرا پڑوسی کہاں اور کس حال میں ہے؟
تیری قوم کا بھوکا یتیم کہاں ہے؟
وہ مسکین کہاں ہے جو تیری طرف دیکھتا رہتا ہے؟
وہ مخلوق کہاں ہے جس کی نگرانی اور دیکھ بھال کی اللہ تعالی نے تجھے وصیت کی تھی؟ کاش تجھے علم ہوتا کہ تو محض ایک گنتی کا ہندسہ ہے۔ جب ایک دن کا سورج غروب ہوتا ہے تو تیری زندگی کا ایک دن کم ہو جاتا ہے۔

○

یکم رجب ۱۱۰ ہجری جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب حضرت حسن بصریؒ نے اپنے رب کی صدا پر لبیک کہتے ہوئے اپنی جاں جان آفرین کے سپرد کی صبح کے وقت جب ان کی وفات کی خبر لوگوں میں پھیلی تو بصرے میں کہرام مچ گیا آپ کو غسل دیا گیا کفن پہنایا گیا اور اس مرکزی مسجد میں نماز جنازہ پڑھائی گئی جس میں زندگی کا بیشتر حصہ عالم، معلم اور داعی و مبلغ کی حیثیت میں گذارہ بصرہ کے تمام باشندے نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ اس روز بصرہ کی مرکزی مسجد میں نماز عصر کی جماعت نہیں ہوئی کیونکہ شہر میں نماز پڑھنے والا کوئی فرد باقی نہیں رہا تھا۔

اللہ تعالی اس خوش گہر، پاکیزہ خو، سادہ منش، شیریں سخن، پاک طینت، پاک بین، فرخندہ رو اور خندہ جبیں عظیم المرتبت شخصیت کی قبر کو منور کرے۔ آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الطبقات الکبریٰ	۱۵۶/۷۔ ۱۷۹۔ ۱۸۲۔ ۱۸۸ ۱۹۵۔ ۱۹۷۔ ۲۰۲
۲۔ صفتہ الصفوۃ ابن جوزی	۲۳۳/۳۔ ۲۳۷
۳۔ حلیتہ الاولیاء اصفہانی	۱۳۱/۲۔ ۱۶۱
۴۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط	۱۲۳۔ ۱۸۹۔ ۲۸۷۔ ۳۳۱۔ ۳۵۴
۵۔ وفیات الاعیان: ابن خلکان	۱/ ۳۵۴۔ ۱۳۹
۶۔ شذرات الذہب	۱۳۸/۱۔ ۱۳۹
۷۔ میزان الاعتدال	۱/ ۲۵۴
۸۔ امالی المرتضیٰ	۱/ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۸۔ ۱۶۰
۹۔ البیان والتبیین	۱۷۳/۲۔ ۳ / ۱۴۴
۱۰۔ المحبر محمد بن حبیب	۲۳۵۔ ۳۷۸
۱۱۔ کتاب الوفیات (احمد بن حسن بن علی)	۱۰۸۔ ۱۰۹
۱۲۔ حسن بصری احسان عباس	

(۸)

حضرت شریح القاضی رضی اللہ عنہ

قاضی شریح سے پوچھا
گیا آپ نے علم کیسے حاصل کیا؟
آپ نے فرمایا: علماء سے مذاکرات
کے ذریعے میں نے علم حاصل کیا
اور انہیں بھی بعض قیمتی معلومات
بہم پہنچائیں۔

(سفیان اوسی)

امیرالمؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک بدوی سے گھوڑی خریدی اسے قیمت ادا کی اس پہ سوار ہوئے اور چل دیئے ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ وہ لنگڑانے لگی آپ اسے واپس موڑ کر اس شخص کے پاس لے آئے جس سے وہ خریدی تھی۔

فرمایا' یہ گھوڑی واپس لے لو یہ لنگڑاتی ہے۔

بدوی نے کہا امیرالمؤمنین یہ میں واپس نہیں لوں گا کیونکہ میں نے صحیح حالت میں آپ کے ہاتھ فروخت کی تھی۔

امیرالمؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا چلیے فیصلے کے لیئے کسی کو منصف مقرر کرلیں جو میرے اور آپ کے درمیان عدل و انصاف کی بنیاد پر فیصلہ کردے۔

بدوی نے کہا: کیا شریح بن حارث کندی کا فیصلہ آپ کو منظور ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے منظور ہے۔

○

لہٰذا دونوں فیصلہ کرانے کی غرض سے قاضی شریح کے پاس پہنچے انہوں نے پہلے بدوی کی بات پورے اطمینان سے سنی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔

امیرالمؤمنین کیا یہ گھوڑی جس وقت آپ نے خریدی تھی صحیح

سالم تھی۔ فرمایا: ہاں!

قاضی شریحؒ نے کہا: امیر المومنین جو چیز آپ نے درست حالت میں خریدی اسے اب اپنے پاس رکھیئے یا پھر اسی حالت میں واپس لوٹائیں جس حالت میں آپ نے اسے خریدا تھا۔

امیر المومنین نے قاضی شریح کی طرف بڑے تعجب سے دیکھا اور فرمایا کیا یہ فیصلہ انصاف پر مبنی ہے؟

قاضی شریح نے کہا: حق بات اور عدل و انصاف کا تقاضا یہی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے آپ کا یہ فیصلہ سن کر دلی خوشی ہوئی۔ اب آپ کوفہ تشریف لے جائیں کیونکہ میں نے آپ کو وہاں کا رئیس القضاۃ مقرر کر دیا ہے آپ کے بے لاگ فیصلے نے مجھے متاثر کیا۔ بلاشبہ آپ جیسا نڈر اور باصلاحیت شخص ہی اس اہم منصب پر فائز ہو سکتا ہے۔

○

جن دنوں امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شریح بن حارث کندی کو رئیس القضاۃ کا منصب سونپا ان دنوں وہ مدنی معاشرے میں گمنام یا غیر معروف نہ تھے بلکہ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عظیم المرتبت تابعین میں خوب جانے پہچانے جاتے تھے۔ ہر حلقے میں انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اہل فضل و کرم اور مدنی معاشرے کے معزز افراد قاضی شریح کی زود فہمی دانشمندی' خوش اخلاقی' ہمدردی' عدل گستری اور تجربہ کاری سے بے حد متاثر تھے' جب جزیرہ نمائے

عرب نور ہدایت سے چمکا اور اسلام کی روشن کرنیں سر زمین یمن تک پہنچیں تو قاضی شریح ان خوش نصیبوں میں سے ہوئے' جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کی سعادت حاصل کی اور حق و ہدایت کی دعوت کو قبول کیا۔

ان کے فضل و کرم کو جاننے والوں اور اخلاق کریمانہ اور اوصاف حمیدہ کا اندازہ رکھنے والوں کو حد درجہ افسوس تھا کہ انہیں کچھ عرصہ پہلے مدینہ منورہ جانے کی فرصت کیوں نہ ملی' تاکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کر لیتے اور آپ کے صاف شفاف چشمہ ہدایت سے براہ راست سیراب ہو لیتے اور انہیں ایمان کے ساتھ ساتھ شرف صحابیت بھی حاصل ہو جاتا۔ اس طرح خیر و بھلائی جمیع اطراف سے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیتی لیکن یہ ان کے مقدر میں نہ تھا۔

وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تابعین میں سے ایک شخص کو رئیس القضاۃ کا اہم منصب سونپ کر کوئی جلد بازی کا ارتکاب نہیں کیا بلکہ آپ نے یہ فیصلہ نہایت مناسب انداز میں کیا حالانکہ اس وقت آسمان اسلام پر اصحاب رسول ﷺ چمک دار ستاروں کی مانند جگمگا رہے تھے۔

حالات و واقعات نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فہم و فراست اور مناسب فیصلے کو درست ثابت کر دیا۔

قاضی شریح مسلمانوں میں مسلسل ساٹھ سال تک قاضی کی حیثیت

سے قابل قدر خدمات سرانجام دیتے رہے اس عظیم الشان منصب پر حضرت عمرؓ حضرت عثمان حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم نے بدستور بر قرار رکھا۔ امیر معاویہ کے بعد خلفائے بنی امیہ نے بھی انہیں اسی منصب پر قائم رہنے دیا۔ بلاشبہ یہ بہت بڑی سعادت ہے جو ان کے نصیب میں آئی۔ البتہ حجاج بن یوسف کے دور حکومت میں آپ اس منصب سے مستعفی ہو گئے۔

آپ نے ایک سو سات سال تک لمبی' قابل تعریف' بھرپور اور قابل رشک زندگی پائی۔

اسلام میں عدلیہ کی تاریخ کو قاضی شریح کے منفرد اور عمدہ فیصلوں سے چار چاند لگ گئے۔

خاص وعام مسلمان اللہ کی شریعت کے نفاذ میں ان دستوری فیصلوں کی پیروی خاص و عام مسلمان اللہ کی شریعت کے نفاذ میں ان دستوری فیصلوں کی پیروی کرنے لگے جو قاضی شریح نے صادر فرمائے تھے' اور ان احکام کو قدر کی نگاہ سے دیکھنے لگے جو انہوں نے قاضی کی حیثیت سے نافذ کرنے کی تجویز پیش کی تھی تاریخ کے صفحات قاضی شریح کے فیصلوں' دلپذیر اقوال' اور قابل رشک کارناموں سے اٹے پڑے ہیں۔

○

ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دل پسند اور قیمتی درع گم ہو گئی' تھوڑے ہی عرصے بعد انہوں نے ایک ذمی شخص کو دیکھا کہ وہ درع بازار

میں بیچ رہا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا اور فرمایا: ارے یہ درع میری ہے ایک رات دوران سفر راستے میں مجھ سے گر گئی تھی' ذمی نے کہا' امیر المؤمنین یہ میری درع ہے اس لیئے کہ یہ میرے قبضے میں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا' یہ درع میری ہے۔ میں نے یہ کسی کے ہاتھ فروخت نہیں کی اور نہ ہی میں نے یہ بطور تحفہ دی ہے کہ اس پر تو حق ملکیت جتائے۔

ذمی نے کہا: میرے اور آپکے درمیان کوئی مسلمان قاضی جو فیصلہ کر دے مجھے منظور ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا' آپ درست کہتے ہیں چلیۓ ابھی قاضی کے پاس چلتے ہیں۔

دونوں قاضی شریح کے پاس چلے گئے اور وہاں عدالت کے کٹھرے میں جا کھڑے ہوئے۔

قاضی شریح رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا' آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری پسندیدہ اور قیمتی درع پر اس شخص نے ناجائز قبضہ جما رکھا ہے۔ یہ دوران سفر مجھ سے گر گئی تھی' میرا مطالبہ ہے کہ یہ درع مجھے واپس دلا دی جائے۔

قاضی شریح نے ذمی سے کہا: آپ اس کے متعلق کیا کہنا پسند کریں

گے۔ اس نے کہا: یہ درع میری ہے چونکہ اس وقت میرے قبضے میں ہے۔ اور نہ ہی میں امیر المومنین پر کسی قسم کی کوئی تہمت لگانا چاہتا ہوں۔ قاضی شریح نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا۔

امیر المومنین آپ کے سچا ہونے میں مجھے کوئی شک نہیں یہ درع بلاشبہ آپ کی ہے لیکن چونکہ اس وقت مقدمہ عدالت میں ہے اسے اپنی ملکیت ثابت کرنے کے لیئے آپ کو دو گواہ پیش کرنا ہونگے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں!

میرا غلام قنبر اور میرا بیٹا حسن میرے حق میں گواہی دیں گے قاضی شریحؒ نے کہا: امیر المومنین غلام کی گواہی آقا کے حق میں اور بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں قابل قبول نہیں ہو گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: سبحان اللہ ایک جنتی آدمی کی شہادت قبول نہیں ہو گی۔

کیا آپ نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا حسن اور حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

قاضی شریح نے کہا: امیر المومنین یہ درست ہے لیکن میں باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی کو جائز نہیں سمجھتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذمی کی طرف دیکھا اور فرمایا: یہ درع اپنے قبضے میں ہی رکھیئے کیونکہ میرے پاس ان کے علاوہ کوئی گواہ نہیں یہ صورت حال دیکھ کر ذمی نے کہا:

امیر المؤمنین میں گواہی دیتا ہوں' کہ یہ درع آپ کی ہے۔ پھر وہ کہنے لگا ہائے اللہ میں قربان میں صدقے۔

آج امیر المؤمنین اپنے ماتحت قاضی سے فیصلہ کرانے کے لیئے پیش ہوا اور قاضی نے سماعت کے بعد فیصلہ میرے حق میں دے دیا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ دین جو اس قسم کے فیصلے کرنے کا حکم دیتا ہے وہ برحق ہے اور میں آج اس سے متاثر ہو کر عدالت کے روبرو صدق دل سے اقرار کرتا ہوں۔

لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ

اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

پھر اس عدالت میں اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ جناب قاضی میں صدق دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ یہ درع امیر المؤمنین کی ہے میں ایک رات اس لشکر کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا جو صفین کی طرف رواں دواں تھا یہ درع ان کے خاکی رنگ کے اونٹ سے گری جسے میں نے اٹھا لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا بیان سن کر ارشاد فرمایا' چونکہ اب تو مسلمان ہو گیا ہے لہٰذا یہ درع میں نے تجھے بطور تحفہ دی اور اس کے ساتھ ہی یہ عمدہ گھوڑی بھی تجھے بطور تحفہ پیش کرتا ہوں۔

یہ واقعہ پیش آئے زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ یہ بندہ مؤمن جنگ

نہروان کے دن حضرت علی کی قیادت میں خوارج کے ساتھ دیوانہ وار لڑائی کرتا ہوا جام شہادت نوش کر گیا۔

○

قاضی شریح کے دلچسپ فیصلوں میں سے ایک یہ عجیب و غریب اور حیرت انگیز فیصلہ بھی تھا۔ آپ سنیں گے تو عش عش کر اٹھیں گے ایک دن بیٹے نے کہا: ابا جان میرے اور فلاں قوم کے درمیان آج جھگڑا ہوا ہے' اگر فیصلہ میرے حق میں ہو تو انہیں گھسیٹ کر عدالت میں لے آؤں اور اگر ان کے حق میں ہو تو میں صلح کر لوں پھر اپنے باہمی جھگڑے کی ساری تفصیل بیان کر دی۔

آپ نے کہا' جاؤ انہیں عدالت میں لے آؤ وہ خوشی خوشی ان کے پاس گیا اور انہیں عدالت میں چلنے کے لیئے کہا: وہ عدالت میں پیشی کے لیئے تیار ہو گئے۔

جب قاضی شریح کی عدالت میں پہنچے انہوں نے مقدمے کی سماعت کے بعد اپنے بیٹے کے خلاف فیصلہ سنا دیا۔ وہ لوگ خوش و خرم واپس لوٹے اور بیٹا کبیدہ خاطر افسردہ و شرمندہ مونہہ لٹکائے ہوئے عدالت سے باہر آیا باپ کا فیصلہ بیٹے کے خلاف' یہ ہے عدل و انصاف کی درخشندہ مثال جب قاضی شریح اور اس کا بیٹا گھر پہنچے بیٹے نے باپ سے کہا۔ ابا جان آپ نے مجھے رسوا کیا اگر میں نے آپ سے مشورہ نہ لیا ہوتا تو کوئی بات نہ تھی افسوس یہ ہے کہ میں نے آپ سے مشورہ لے کر عدالت کا رخ کیا اور آپ

نے میرے ہی خلاف فیصلہ صادر کر دیا لوگ میرے متعلق کیا سوچتے ہونگے۔

قاضی شریح نے کہا: بیٹا دنیا بھر کے لوگوں سے تو مجھے عزیز ہے لیکن یاد رکھو اللہ کی محبت میرے دل میں تیرے پیار پر غالب ہے۔

مجھے اس بات کا اندیشہ تھا اگر میں تجھے مشورے کے وقت بتا دیتا کہ فیصلہ ان کے حق میں ہو گا تو ان سے صلح کر لیتا اور وہ اپنے حق سے محروم رہ جاتے اس لیئے میں نے تجھے کہا: کہ انہیں عدالت میں لے آؤ تاکہ عدل و انصاف سے ان کا حق انہیں مل جائے۔

○

ایک مرتبہ قاضی شریحؒ کے لڑکے نے ایک شخص کی ضمانت دی جو منظور کر لی گئی وہ شخص بروقت عدالت میں حاضر ہونے کی بجائے بھاگ گیا قاضی شریح نے اپنے لڑکے کو اس کے بدلے گرفتار کر لیا اور پھر جیل میں ہر روز خود کھانا پہنچایا کرتے تھے۔

کبھی کبھی کسی گواہی میں جب قاضی شریحؒ کو شک و شبہ پیدا ہوتا' اور گواہی دینے والے عدالت کے کٹہرے میں آ کھڑے ہوتے آپ انہیں جھوٹی گواہی سے باز رکھنے کے لیے یہ ارشاد فرماتے گواہی دینے والو میری بات کو غور سے سنو اللہ تمہیں ہدایت دے۔

آج اس شخص کے خلاف فیصلہ دینے کا باعث تم بنو گے۔ میں تمہاری وجہ سے جہنم کی آگ سے بچ جاؤں گا۔

تمہیں بھی جہنم کی آگ سے بچنے کی فکر کرنی چاہیے۔

اب بھی تمہارے اختیار میں ہے کہ گواہی نہ دو اور چلے جاؤ۔

اگر وہ گواہی دینے پر اصرار کرتے تو آپ اس شخص کی طرف متوجہ ہوتے جس کے حق میں یہ گواہی دینا چاہتے اسے مخاطب ہو کر فرماتے۔

خوب اچھی طرح جان لو میں تمہارے حق میں فیصلہ ان کی گواہی کی بنا پر دے رہا ہوں۔

مجھے دکھائی دیتا ہے لیکن ظن و تخمینہ کی بنا پر فیصلہ صادر نہیں کر سکتا میں تو گواہوں کی شہادت پر ہی فیصلہ دے سکتا ہوں۔ لیکن میرا یہ فیصلہ اس چیز کو تیرے لیے حلال نہیں کر سکتا جسے اللہ تعالی نے تیرے لیئے حرام کر دیا ہے۔

○

قاضی شریحؒ کرسی عدالت پر بیٹھے فیصلہ صادر کرتے وقت یہ کلمات بار بار دھرایا کرتے تھے۔

○ ظالم کل ضرور جان لے گا کہ نقصان اٹھانے والا کون ہے؟

○ نفسیاتی طور پر ظالم سزا کا منتظر رہتا ہے اور مظلوم عدل و انصاف کا انتظار کرتا ہے۔

میں حلفیہ کہتا ہوں کہ جو شخص اللہ کے لیے کسی چیز سے دستبردار ہو جائے اسے چیز کے اپنے ہاتھ سے نکل جانے کا کوئی غم نہیں ہوتا۔

○

قاضی شریح اللہ' رسول اور قرآن مجید کے احکامات کی فقط تبلیغ کرنے والے ہی نہ تھے بلکہ خاص وعام مسلمانوں کو رشد و ہدایت کا راستہ اختیار کرنے کی نصیحت کرنے والے بھی تھے۔

ایک شخص بیان کرتا ہے۔

قاضی شریح نے مجھے دیکھا کہ میں حزن و ملال اور غم و اندوہ کا شکوہ اپنے ایک دوست کے پاس کر رہا ہوں۔

آپ میرا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے گئے۔اور فرمایا:

اے میرے بھائی کے بیٹے اللہ کے سوا کسی کے پاس شکوہ شکایت کرنے سے بچو جس کے پاس بھی تم شکوہ کرو گے وہ تمہارا دوست ہو گا یا دشمن دوست یہ شکوہ سن کر غمگین ہو گا اور دشمن خوش ہو گا۔

پھر آپ نے اپنی ایک آنکھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میری اس آنکھ کی طرف دیکھو۔ خدا کی قسم میں نے گذشتہ پندرہ برس سے اس آنکھ سے نہ کوئی شخص دیکھا اور نہ راستہ لیکن میں نے کسی کو بتایا تک نہیں صرف آج تجھے محض سمجھانے کے لئے بتا رہا ہوں۔ کیا تو نے اللہ کے برگزیدہ بندے حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہ جملہ نہیں سنا جسے قرآن مجید میں درج کر دیا گیا ہے۔

. انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ

میں اپنا شکوہ و غم اللہ کے حضور پیش کرتا ہوں۔

ہر مصیبت کے وقت اپنے حزن وملال اور غم و اندوہ کا شکوہ اللہ ہی کے دربار میں پیش کیا کرو۔

وہی سوالیوں کی عزت رکھنے والا ہے اور بے کسوں کی التجائیں سننے والا ہے اور دعائیں مانگنے والوں کے قریب تر ہے۔

○

ایک دن کسی شخص کو دوسرے سے کچھ مانگتے ہوئے دیکھا تو بڑے پیار سے فرمایا:

میرے بھتیجے جو کسی انسان سے اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے مانگے گویا اس نے اپنے آپ کو غلامی کے سپرد کر دیا۔ اگر اس نے سوالی کی ضرورت کو پورا کر دیا تو اس نے گویا اسے اپنا ذہنی غلام بنالیا۔ اور اگر اسے جواب دے دیا تو دونوں ذلیل و خوار ہو کر واپس لوٹے۔ ایک بخل کی ذلت کے ساتھ اور دوسرا ناکامی کی ذلت و رسوائی کے ساتھ جب بھی تجھے کچھ مانگنا ہو اپنے اللہ سے مانگو اور جب بھی مدد طلب کرو تو اپنے اللہ سے مدد طلب کرو خوب اچھی طرح یہ بات جان لو۔

برائی سے بچنے اور نیکی کرنے کی توفیق اور مدد دینے کا حقیقی اختیار اللہ کے سوا کسی کے پاس نہیں۔

○

کوفہ میں ایک مرتبہ طاعون کی وبا پھوٹ پڑی قاضی شریح کا ایک

دوست اس وبا سے بچنے کی خاطر نجف چلا گیا۔

قاضی شریح نے اس کی طرف ایک خط لکھا۔

جس جگہ کو تم چھوڑ کر گئے ہو اس نے تیری موت کو قریب نہیں کر دینا تھا اور نہ تیری باقی زندگی کے دن چھین لینے تھے اور جس جگہ تم نے جا کر پڑاؤ کیا ہے وہ جگہ بھی اسی ذات کے قبضے میں ہے جسے کوئی طلب عاجز نہیں کر سکتی اور نہ ہی بھاگنے والا اس کے دائرہ اختیار سے باہر نکل سکتا ہے' یاد رکھو ہم اور آپ ایک ہی بادشاہ کے دسترخوان پر بیٹھے ہیں۔ بلاشبہ نجف قدرت والے خدا کے بہت قریب ہے۔

○

ان بے بہا خوبیوں کے علاوہ قاضی شریح ایک ایسے مستند شاعر تھے جس کے اشعار بطور دلیل پیش کیے جاتے ان کی طرز ادا دلربا و دلاویز تھی اور اظہار خیال کیلئے موضوعات نہایت عمدہ اور اچھوتے ہوا کرتے تھے ان کا دس سالہ ایک بیٹا کھیل کود کا بڑا ہی دلدادہ تھا۔ ایک دن اسے غیر حاضر پایا۔ چونکہ وہ سکول چھوڑ کر کتوں کی لڑائی دیکھنے چلا گیا جب گھر واپس آیا تو آپ نے بیٹے سے پوچھا نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے کاغذ قلم منگوایا اور اس کے استاذ کی طرف یہ اشعار لکھ بھیجے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

○ یہ چند آوارہ اور بے ہودہ لڑکوں کے ساتھ مل کر کتوں کی لڑائی دیکھتا رہا ان کے پیچھے بھاگتا رہا اور اس نے نماز چھوڑ دی۔

○ آپ کے پاس یہ ایک رقعہ لے کر آئے گا جو خاص طور اس

کے لیے لکھا گیا تھا۔

○ جب یہ آپ کے پاس آئے تو اس کا علاج لعن' طعن اور ملامت سے کرنا اور ایک دانشمند' لائق ادیب کی مانند اسے نصیحت کرنا۔

○ اگر اسے آپ مارنا چاہیں تو کوڑے سے مارنا اور جب تین کوڑے مار لیں تو پھر رک جانا۔

○ یقین کیجئے جو سلوک بھی آپ اس سے روا رکھیں گے اس میں اس لڑکے کا ذاتی فائدہ ہے' باوجودیکہ میں اس کی وجہ سے غم کے کڑوے گھونٹ پی رہا ہوں پھر بھی مجھے یہ سب سے زیادہ عزیز ہے۔

○

اللہ سبحانہ و تعالی فاروق اعظم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر راضی ہو انہوں نے اسلامی عدالت کی پیشانی کو ایک قیمتی چمکیلے اور دلکش موتی جڑے ہوئے جھومر سے مزین و آراستہ کیا۔

انہوں نے مسلمانوں کو ایک ایسا روشن چراغ دیا جس کی ضیاء پاشیوں سے شریعت الہی پر چلنے کے راستے روشن ہوئے اور لوگ مسلسل اس کے مدبرانہ فیصلوں کی چمکیلی شعاعوں سے روشنی حاصل کرتے رہیں گے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ پہ گامزن رہنے کے لیے ان کی فہم و فراست کے نور سے راہنمائی حاصل کرتے رہیں گے۔

قیامت کے دن امتی قاضی شریح کے موجود پر فخر کریں گے اللہ تعالی قاضی شریح پر رحم فرمائے اس نے لوگوں میں پورے ساٹھ سال عدل و

انصاف قائم کیا اس نے کسی ایک شخص پر بھی ظلم نہ کیا اور نہ ہی کبھی فیصلہ دیتے وقت کسی بادشاہ اور عام لوگوں میں فرق کیا۔ عام لوگوں میں کوئی امتیاز برتا۔

O

قاضی شریح کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

ا۔ الطبقات الکبر (ابن سعد)	۶/۹۴۔۱۰۸۔۱۰۹
	۱۷۰ب۔۲۰۶۔۲۶۸
۲۔ صفتہ الصفوۃ ابن جوزی	۳/۳۸
۳۔ حلیتہ الاولیاء اصفہانی	۴/۲۵۶۔۲۵۸
۴۔ تاریخ طبری ابن جریر طبری	۴۔۵۔۶
۵۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط صفحہ	۱۲۹۔ ۱۵۸۔ ۱۸۴۔۲۱۷۔
	۲۵۱۔۲۶۶۔۲۹۸۔۳۰۴
۶۔ شذرات الذھب جلد	۱/۸۵۔۸۶
۷۔ فوات الوفیات	۲/۱۶۸۔۱۶۹
۸۔ کتاب الوفیات	۸۰۔۸۱
۹۔ المحبر (محمد بن حبیب)	۳۰۵۔۳۸۷
۱۰۔ دائرہ المعارف (فرید وجدی)	۵/۳۷۳۔۴۷۳

(۹)

حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ

محمد بن سیرینؒ
جیسا مجھے کوئی متقی اور عالم
دیکھائی نہ دیا

مورق العجلی

سیرین نے اپنا نصف دین مکمل کرنے کا اس وقت پختہ ارادہ کر لیا جب اسے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی غلامی سے آزاد کر دیا اور اسے اپنے کاروبار سے وافر مقدار میں نفع ہونے لگا' کیونکہ وہ تانبے کی دیگ بنانے کا بڑا ماہر کاریگر تھا۔

اپنی رفیقہ حیات بنانے کے لیے اس کی نظر انتخاب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی لونڈی صفیہ پر پڑی۔

○

صفیہ پری چہرہ' فرشتہ سیرت' زندہ دل' خوش اخلاق' خوش اطوار دوشیزہ تھی خواتین مدینہ میں سے جس نے بھی اسے دیکھا مرکز نگاہ بنالیا' مدینے کی دوشیزگان اور معمر خواتین میں برابر ہر دلعزیز تھی' لیکن امہات المؤمنین کو اس سے بہت پیار تھا' اور جب سب سے بڑھ کر صدیقہ کائنات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تو بہت ہی اس سے محبت تھی۔

○

سیرین نے امیر المؤمنین سے نہایت ہی ادب و احترام سے جھکتے ہوئے ان کی کنیز کا رشتہ طلب کیا' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی کنیز کے منگیتر کا اس طرح اخلاق و دین کے اعتبار سے جائزہ لینے لگے جس طرح ایک شفیق باپ اپنی بیٹی کے منگیتر کا جائزہ لیتا ہے' اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ صفیہ انہیں اولاد کی طرح عزیز تھی۔

پھر وہ ان کے پاس ایک امانت تھی' انہوں نے سیرین کا بڑی گہری نظر سے جائزہ لیا' اور اچھی طرح اس کے حالات کی چھان بین کی' جن سے اس کے متعلق پوچھا ان میں سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سرفہرست تھے۔ ان سے جب دریافت کیا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: امیر المؤمنین صفیہ کی اس سے شادی کر دیجئے آپ اس سے کوئی اندیشہ نہ رکھیں میں نے اسے صحیح معنوں میں دیندار' بااخلاق اور خود دار پایا ہے۔

میرا اس کے ساتھ اس وقت سے رابطہ ہے۔

جب حضرت خالد بن ولید نے معرکہ عین التمر میں کامیابی کے بعد چالیس جنگجو قید کر لیے تھے اور انہیں غلام بنا کر مدینہ منورہ لائے تھے' جب انہیں تقسیم کیا گیا تو سیرین میرے حصے میں آیا یہ میری سعادت ہے کہ اس جیسا وفادار شخص مجھے خدمت کے لیے ملا۔

O

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیرین سے صفیہ کی شادی کی حامی بھر لی۔ اور آپ نے یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ اسے اپنے گھر سے اس طرح شان و شوکت سے پیا کے گھر روانہ کروں گا جس طرح بابل کے ویڑے سے دلہن کو رخصت کیا جاتا ہے انہوں نے شادی کے موقع پر ایک پروقار تقریب کا اہتمام کیا۔

اس سے پہلے مدینہ میں اس جیسی تقریب کبھی کسی نے نہیں دیکھی تھی' اس تقریب میں صحابہ رضی اللہ عنہم کثیر تعداد میں شریک ہوئے ان میں اٹھارہ

بدری صحابہ رضی اللہ عنہ بھی تھے' نکاح کاتب وحی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔ اور دلہا' دلہن کے لیے خیر و برکت کی دعا کی جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے آمین کہی' تین ازواج مطہرات نے دلہن کا بناؤ سنگھار کیا اور بڑے چاؤ سے اس کے پیا کے گھر رخصت کیا۔

اس مبارک شادی کے نتیجے میں ماں باپ کو اللہ تعالی نے ایک ایسا ہونہار لڑکا عطا کیا جو بیس سال کی عمر میں ایک جید عالم بن کر منصہ شہود پر نمودار ہوا۔ آئیے اس جلیل القدر تابعی کی داستان حیات کے بیان کا آغاز کریں۔

○

محمد بن سیرین کی پیدائش امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے دو سال پہلے ہوئی' اس کی پرورش ایک ایسے گھرانے میں ہوئی جس میں تقوی و طہارت کی خوشبو کستوری کی مانند پھیلی ہوئی تھی۔

جب یہ خردمند نونہال عنفوان شباب کو پہنچا تو اس نے بچشم خود دیکھا کہ مسجد نبوی باقیماندہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین ذی وقار سے بھری ہوئی ہے ۔ اس نورانی محفل میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ' حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

موجود ہیں' ان سے فیض حاصل کرنے کے لیے یہ اس طرح ان کی طرف لپکے جس طرح کوئی پیاسا ٹھنڈے چشمے کی طرف لپکتا ہے۔ انکے قرآنی علم' دینی فقہہ اور فن روایت حدیث رسول ﷺ سے خوب سیراب ہوئے' جس سے ان کی عقل حکمت و علم سے اور دل تقوی و طہارت سے لبریز ہو گیا' پھر یہ خاندان اپنے نابغہ روزگار نوجوان کو اپنے ساتھ لے کر بصرہ منتقل ہو گیا۔ اور وہاں مستقل رہائش اختیار کر لی۔

بصرہ شہر ان دنوں نیا نیا آباد ہوا تھا' مسلمانوں نے امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دنوں میں اس شہر کی پلاننگ کی تھی' وہ اس دور میں امت اسلامیہ کی بیشتر ضروریات کو پورا کرتا تھا' یہ اسلامی لشکروں کی چھاؤنی بھی تھا اور ایران و عراق سے نئے اسلام قبول کرنے والوں کے لئیے تعلیمی و تربیتی مرکز بھی تھا' یہ شہر اس اسلامی معاشرے کی جیتی جاگتی تصویر تھا جو دنیاوی کاموں کو اس طرح سرانجام دیتا ہے جیسے اس نے ہمیشہ زندہ رہنا ہو اور اُخروی کاموں کو اس طرح نباہتا ہے جیسے اس نے کل ہی موت کے مونہہ میں چلے جانا ہو۔

○

محمد بن سیرین بصرہ میں اپنی نئی زندگی دو متوازی راستوں پر چلتے ہوئے گذارنے لگے۔ انہوں نے دن کا نصف حصہ علم اور عبادت کے لئیے مخصوص کر دیا اور دوسرا نصف کمائی اور تجارت کے لئیے خاص کر دیا۔ جب

طلوع فجر کا وقت ہوتا اور دنیا اپنے رب کے نور سے چمک اٹھتی یہ بصرہ کی مسجد کا رخ کرتے وہاں خود علم حاصل کرتے اور دوسروں کو علم سکھلاتے' جب دن چڑھ جاتا تو وہاں سے سیدھے بازار جاتے وہاں خرید و فروخت کرتے' جب رات کائنات پر اپنے پردے پھیلا دیتی' تو یہ اپنے گھر کے ایک کونے میں اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے اور پھر اپنی عاجزی و انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے رکوع و سجود میں چلے جاتے قرآن مجید کی تلاوت بڑی ہی دارفتگی کے انداز میں کرتے اور رحمان و رحیم کی خشیت سے دل اور آنکھوں سے آنسو بہاتے' روتے روتے ان کی ہچکی بندھ جاتی جس سے گھر والوں اور قریبی پڑوسیوں کو خطرہ لاحق ہو جاتا کہ کہیں یہ اسی آہ وزاری میں اللہ کو پیارے نہ ہو جائیں۔

O

وہ دن کے وقت خرید و فروخت کی غرض سے بازار میں چکر لگاتے ہوئے لوگوں کو آخرت یاد دلاتے رہتے اور انہیں دنیاوی امور میں بصیرت اختیار کرنے کی تلقین کرتے رہتے۔ اور انہیں ایسی اچھی اچھی باتوں کی تلقین فرماتے رہتے جو ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے تقرب کا باعث بنتیں اور لوگوں کے باہمی اختلافات سے الگ تھلگ رہتے کبھی کبھی لوگوں سے مزاحیہ انداز میں بھی گفتگو کرتے جس سے ان کے غمزدہ دلوں کو فرحت و انبساط نصیب ہوتی لیکن اس سے لوگوں کے دلوں میں ان کی عزت اور وقار کی کوئی کمی واقع نہ ہوتی' اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدات اور وجاہت سے نواز رکھا تھا۔

ان کی زبان میں کمال درجے کی تاثیر ودیعت کر رکھی تھی لوگ جب بازار میں اپنے کاروبار میں مگن ہوتے لیکن انہیں دیکھتے ہی وہ چوکس ہو جاتے اور ان کی زبانیں یاد الہی میں مصروف ہو جاتیں اور وہ بے ساختہ لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہنے لگتے۔

○

ان کی عملی زندگی لوگوں کے لئے بہترین راہنما تھی۔ تجارت میں اگر دو صورتیں پیش آجاتیں تو آپ اسے اختیار کرتے جو دینی لحاظ سے بہتر ہوتی خواہ انہیں دنیاوی طور پر کتنا ہی نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے۔

○

دین کے اسرار و رموز کو سمجھنے اور حلال و حرام پرکھنے میں بسا اوقات ایسا موقف اختیار کرتے جو لوگوں کو بڑا عجیب و غریب نظر آتا۔ مثال کے طور پر ایک شخص نے ان پر جھوٹا دعوی کر دیا کہ انہوں نے میرے دو درہم دینے ہیں۔

آپ نے صریحا اس سے انکار کر دیا۔

اس شخص نے کہا کیا تم قسم اٹھاتے ہو کہ میرے دو درہم تمہارے ذمے واجب الادا نہیں ہیں؟

اس کا خیال تھا کہ اتنی حقیر رقم کی خاطر یہ قسم نہیں اٹھائیں گے۔

لیکن آپ نے اسے جوابا ہاں کہا: اور قسم اٹھا دی۔

لوگوں نے کہا: اے ابو بکر صرف دو درہموں کے لیے آپ نے قسم اٹھالی؟

حالانکہ آپ نے چالیس ہزار درہم محض شک کی بنا پر چھوڑ دیئے تھے جبکہ کوئی تاجر بھی شک کی بنیاد پر اپنا اتنا بڑا نقصان نہیں کرتا۔

فرمایا: ہاں میں نے قسم اس لیے اٹھائی ہے۔

میں نہیں چاہتا کہ اسے حرام کھلاؤں۔

اور میں جانتا ہوں کہ اس انداز میں حاصل ہونے والے دو درہم اس کے لیے حرام ہیں۔

○

محمد بن سیرین کی مجلس خیر و برکت' نیکی اور نصیحت کی مجلس ہوتی' جب انکے پاس کسی کی برائی بیان کی جاتی تو آپ فوراً اپنی معلومات کے مطابق اس کی اچھائی بیان کرنے لگتے۔

ایک مرتبہ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص حجاج بن یوسف کو اس کی وفات کے بعد گالی دے رہا ہے' آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: بیٹے خاموش رہو۔

حجاج اب اپنے رب کے پاس پہنچ چکا ہے۔ جب تو اللہ کی بارگاہ میں پہنچے گا تو تجھے اپنا ایک چھوٹا سا گناہ بھی حجاج کے بڑے گناہ سے بھاری دکھائی دے گا۔

اس دن ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی۔

خوب اچھی طرح جان لو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی عدالت میں حجاج سے ان لوگوں کا بدلہ لے گا جن پر اس نے ظلم کیے وہاں ان لوگوں سے اسے بدلہ دلائے گا جنہوں نے حجاج پر ظلم کیا۔ سنو! آج کے بعد کسی کو گالی نہ دینا۔

جب کوئی شخص تجارت کے سفر پر روانہ ہونے لگتا تو آپ اسے یہ نصیحت کرتے۔ میرے بھائی اللہ سے ڈرتے رہنا' اپنا مقدر حلال طریقے سے تلاش کرنا۔ میری یہ بات پلے باندھ لیں انسان کو ہمیشہ اس کا مقدر ملتا ہے اگر تم ناجائز طریقے سے اسے حاصل کرنے کی کوشش کرو گے تو اتنا ہی ملے گا جتنا تیرے مقدر میں ہے۔ اس سے ایک ذرہ بھی زیادہ تم حاصل نہیں کر سکتے۔

○

محمد بن سیرین کے بنو امیہ کے حکمرانوں کے ساتھ حق گوئی و بیباکی سے پیش آنے کے بہت سے واقعات مشہور و معروف ہوئے آپ نے ہمیشہ ان کے سامنے کلمہ حق بلند کیا۔ اور اخلاص کے ساتھ انہیں نصیحت کی۔

ایک مرتبہ بنو امیہ کے سردار عراق و ایران کے گورنر عمر بن ہبیرہ فزاری نے محمد بن سیرین کو ملاقات کے لئے بلایا آپ اس سے ملنے کے لئے اپنے بھتیجے کے ہمراہ چل دیے۔ جب وہاں پہنچے تو گورنر نے انہیں خوش آمدید کہا۔ اور بڑی عزت و اکرام سے پیش آیا' تخت پر اپنے ساتھ بٹھایا' اور بہت سے دین و دنیا کے مسائل ان سے پوچھے پھر یہ دریافت کیا کہ اے ابوبکر۔ آپ اپنے شہر کے باشندوں کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہیں۔

آپ نے بغیر کسی لگی لپٹی کے ارشاد فرمایا:

میں نے انہیں اس حال میں چھوڑا کہ ظلم ان میں ہر سو پھیلا ہوا ہے۔ اور آپ ان سے غافل ہیں۔

اس بات پر آپکے بھتیجے نے انکے کندھے کی چٹکی لی۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا:

سوال تجھ سے نہیں کیا گیا بلکہ مجھ سے کیا گیا اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ بلاشبہ یہ ایک گواہی ہے جو اس کو چھپائے گا وہ گنہگار ہو گا۔

جب مجلس ختم ہوئی تو عمر بن ہبیرہ نے اسی اعزاز و اکرام سے الوداع کہا۔ جس طرح ان کا استقبال کیا تھا' اور انکی خدمت میں تین ہزار دینار کی ایک تھیلی پیش کی جسے لینے سے انہوں نے صاف انکار کر دیا۔

بھتیجے نے پوچھا گورنر کا تحفہ قبول کرنے میں کیا حرج تھا؟

آپ نے فرمایا: اس نے مجھے یہ تحفہ اپنے خیال میں مجھے اچھا سمجھتے ہوئے دیا اگر اس کے خیال کے مطابق میں اچھے لوگوں میں سے ہوں تو اچھائی کا تقاضہ ہے کہ میں یہ تحفہ قبول نہ کروں۔

اگر میں اچھے لوگوں میں سے نہیں ہوں تو پھر مجھے یہ تحفہ قبول کرنے کا کوئی حق ہی نہیں ہے۔

○

اللہ تعالی نے محمد بن سیرین کے صبر و استقامت اور صداقت کا امتحان لینا چاہا اور اسے ایک کٹھن مشکل میں مبتلا کر دیا جیسا کہ بہت سے اہل

ایمان صاحب عظمیت ایسے مراحل سے گذرتے آئے ہیں۔

آپ نے ایک مرتبہ چالیس ہزار کا ادھار تیل خرید لیا' جب تیل کا ایک برتن کھولا تو اس میں سے اسے ایک مرا ہوا گلا سڑا چوہا برآمد ہوا۔

آپ نے دل میں سوچا کہ تیل تو ایک جگہ کشید کیا گیا ہے۔ یہ نجاست صرف اسی برتن کے لیے مخصوص نہیں ہے' اگر میں اس عیب کی وجہ سے بیچنے والے کی طرف لوٹا دوں تو ہو سکتا ہے وہ یہی تیل دوسروں لوگوں کو بیچ دے۔

یہ سوچا تو سارا تیل زمین پر بہا دیا۔

اس سے انہیں بہت بڑا نقصان ہوا اور قرض ان پر چڑھ گیا۔ تیل والے نے رقم کا مطالبہ کیا۔ جو یہ ادا نہ کر سکے۔ اس نے قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔

قاضی نے آپ کو قرض کی ادائیگی تک جیل بھیج دیا جب وہ ایک لمبی مدت تک قید میں رہے تو داروغہ جیل ان کے علم و عمل تقوی و عبادت سے متاثر ہو کر کہنے لگا: جب رات ہو جایا کرے تو آپ اپنے گھر چلے جایا کریں' صبح کو واپس آجایا کریں آپ آزادی تک اس طرح کرتے رہیں میں اس کا ذمہ دار ہوں۔

آپ نے فرمایا: نہیں اللہ کی قسم میں ایسے نہیں کروں گا داروغہ جیل نے پوچھا: کیوں اللہ آپ پر رحم فرمائے۔

آپ نے ارشاد فرمایا: میں اس خیانت پر آپ کا معاون نہیں بن

سکتا۔

○

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی تھی کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے محمد بن سیرین غسل دے اور وہی میری نماز جنازہ پڑھائے لیکن جب آپ فوت ہوئے اس وقت یہ قید میں تھے' لوگ حکمران کے پاس گئے خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم جلیل القدر صحابی کی وصیت اسے سنائی' اور اس سے اجازت طلب کی کہ محمد بن سیرین وصیت کے مطابق ان کا نماز جنازہ پڑھائیں۔

انہیں حکومت کی طرف سے اجازت دے دی گئی لیکن محمد بن سیرین نے کہا میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا۔ جب تک تم قرض خواہ سے اجازت نہیں لیتے میں اس کے حق کی وجہ سے قید میں ڈالا گیا ہوں قرض خواہ نے انہیں اجازت دی' آپ قید خانے سے نکلے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی میت کو غسل دیا' کفن پہنایا' نماز جنازہ پڑھائی اور پھر قید خانے کی طرف لوٹ گئے اپنے گھر والوں کو دیکھنے بھی نہیں گئے۔

○

محمد بن سیرین نے ستر سال عمر پائی' جب موت کا وقت آیا تو ان کے کندھوں پر دنیا کا بوجھ بہت کم تھا اور آخرت کا توشہ بہت زیادہ تھا۔

اس دور کی ایک عبادت گذار خاتون بیان کرتی ہیں:

مروان محملی ہمارا پڑوسی تھا اور وہ بڑا شریعت کا پابند اور عبادت گذار تھا جب وہ فوت ہوا تو بہت غم ہوا۔ ایک روز میں نے اسے خواب میں دیکھا' میں نے کہا: اے ابو عبد اللہ تیرے رب نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا؟

اس نے کہا: اللہ نے مجھے جنت میں داخل کر دیا میں نے پوچھا پھر کیا ہوا؟

اس نے کہا پھر مجھے اصحاب الیمین کی طرف بھیج دیا گیا۔

میں نے پوچھا پھر کیا ہوا؟

اس نے کہا: پھر مجھے اللہ کے مقرب بندوں میں بھیج دیا گیا۔ میں نے پوچھا آپ نے وہاں کس کو دیکھا اس نے کہا حسن بصریؒ اور محمد بن سیرینؒ کو۔

○

محمد بن سیرین کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں:

۱۔ طبقات ابن سعد۔	۳۵۸/۴۔۳۴۳/۴
۲۔ شذرات الذہب:	۱۳۸/۱۔۱۳۹ ۲۸/۶
۳۔ وفیات الاعیان ابن خلکان	۳۲۱/۳۔۳۲۲
	۱۱/۷۔۱۹۔۱۵۴
۴۔ کتاب الوفیات	۱۰۹ ۲۴۶/۸
۵۔ الوافی بالوفیات (صفدی)	۱۴۶/۳

٦۔ صفتہ الصفوہ ابن جوزی	۲۳۸-۲۳۱/۳
۷۔ طبقات الحفاظ	۹/۳
۸۔ حلیتہ الاولیاء اصفہانی	۲۸۲-۲۶۳/۲
۹۔ تاریخ بغداد خطیب بغدادی	۲۳۱/۵

(۱۰)

حضرت ربیعہ الرای رضی اللہ عنہ

میں نے ربیعہ سے بڑھ کر سنت کا
حافظ کوئی نہیں دیکھا۔

ابن ماجشون

ہم ۵۱ ہجری کے دھانے پر کھڑے ہیں۔

وہ دیکھو اسلامی لشکر بنی نوع انسان کی راہنمائی کے لیے توحید کا پرچم ہاتھ میں لیے، انسانی معاشرے کی اصلاح کے لیے محبت کا ہاتھ بڑھائے اور ایک ایسے دستور حیات کی برکات کو پھیلاتے ہوئے انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے مشرق و مغرب کی طرف صرف اس ایک ہی دھن میں مسلسل آگے بڑھتا جارہا ہے کہ یہاں روئے زمیں پر حکم صرف ایک اللہ کا ہی چلے گا جس کا کوئی شریک نہیں۔

ادھر دیکھو خراسان کا گورنر سجستان کا فاتح ایک کامیاب جرنیل جلیل القدر صحابی حضرت ربیع بن زیاد حارثی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے کس شان سے جارہا ہے اور اس کے ساتھ اس کا بہادر غلام فروخ بھی ہے۔

سجستان اور اس کے نواحی علاقوں کو فتح کرنے کے بعد انہوں نے یہ عزم کرلیا کہ اب اپنی زندگی کا خاتمہ دریائے سیحون عبور کرکے ماوراء النہر کی بلند چوٹیوں پر توحید کا پرچم لہرا کر کریں گے۔

○

اس عظیم الشان معرکے کے لئے حضرت ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ نے بھرپور تیاری کی اور جنگی سازو سامان سے لشکر کو لیس کیا دشمن کو لڑائی کے وقت اور جگہ سے بھی آگاہ کردیا۔ جب گھمسان کا رن پڑا تو حضرت ربیع اور

اس کے لشکر جرار نے ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جنہیں تاریخ میں ہمیشہ سنہری حروف میں خراج تحسین پیش کیا جاتا رہے گا۔ ان کے غلام فروخ نے میدان جنگ میں بہادری کے وہ جوہر دکھلائے اور دشمن پر تابڑ توڑ حملے میں ایسے پینترے بدلے کہ حضرت ربیع یہ منظر دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے ان کے دل میں اس کی بہادرانہ عظمت کے نقوش بیٹھ گئے اور انہیں پہلی دفعہ اس کی جرات' شجاعت' بے خوفی اور جنگی مہارت کا اندازہ ہوا اس لڑائی میں مسلمانوں کو عظیم فتح حاصل ہوئی دشمن کے قدم اکھڑ گئے۔ ان کی صفوں کو مسلمانوں نے بکھیر کر رکھ دیا۔ پھر لشکر اسلام نے اس دریا کو عبور کیا جو سرزمین ترکی کی طرف پیش قدمی میں رکاوٹ بنا ہوا تھا۔ اور اسے چین کی طرف رخ کرنے سے روکے ہوئے تھا۔ جب اس عظیم جرنیل نے دریا عبور کر لیا' تو سب سے پہلے لشکر اسلام نے دریا کے کنارے پر بیٹھ کر وضو کیا' وضو ایسا اچھا ایسا مکمل اور ایسا دل لگا کہ کیا کہنے! پھر قبلہ رخ کھڑے ہو کر مدد دینے اور دشمن پر غلبہ عطا کرنے والے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے دو رکعت نماز ادا کی پھر اس عظیم جرنیل نے اپنے غلام فروخ کو جنگ میں شاندار کارنامہ سرانجام دینے کی بناء پر تمغہ شجاعت دیتے ہوئے اسے اپنی غلامی سے آزاد کر دیا' اور اسے مال غنیمت میں سے وافر حصہ عطا کیا' اور اس کے علاوہ بھی اور بھی انعامات و اعزازات سے نوازا۔

○

اس روشن چمکیلے اور نورانی دن کے بعد ربیع بن زیاد حارثی زیادہ دیر

تک زندہ نہ رہے ' اپنے خواب کے شرمندہ تعبیر ہونے کے دو برس بعد راضی خوشی اپنے رب کی جوار رحمت میں چلے گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

رہا یہ بہادر ' جوانمرد اور بطل جلیل فروخ تو وہ اپنے حصے کا مال غنیمت اٹھائے عظیم جرنیل کی طرف سے دیئے گئے عطیات کو سمیٹتے ہوئے اور ان سب سے بڑھ کر اپنی قیمتی آزادی کا جھومر اپنی جبین نیاز پر لگائے میدان جنگ میں بہادری کی انمٹ یادیں اپنے سینے میں سموئے اور میدان جہاد کی غبار کا تاج اپنے سر پر سجائے مدینہ منورہ کی طرف لوٹ گیا۔

○

فروخ جب مدینہ منورہ پہنچا اس وقت یہ ابھرتا ہوا کڑیل ' خوبصورت اور بہادر جوان تھا اس نے ابھی اپنی زندگی کی تیسویں بہار میں قدم رکھا تھا اس نے سکونت کے لیے ایک گھر اور سکون کے لیے ایک بیوی حاصل کرنے کا ارادہ کیا پہلے اس نے مدینہ منورہ میں متوسط درجے کا ایک گھر خریدا اور اس کے بعد ایک ایسی دانشمند' سلیقہ شعار اور دیگر بہت سی خوبیوں سے متصف بیوی کا انتخاب کیا جو اس کی ہم عمر تھی۔

○

فروخ وہ گھر دیکھ کر بہت خوش ہوا جو اللہ تعالی کے فضل و کرم سے اسے حاصل ہوا تھا۔ بیوی کی رفاقت میں اسے زندگی کا مزا حسن معاشرت کی

خوشبو حیات مستعار کی تروتازگی وہم وگمان سے بڑھ کر میسر آئی گھر کے درو دیوار خوشیوں کے نغمے الاپتے ہوئے محسوس ہوئے۔

لیکن وہ چہیتی بیوی جسے اللہ تعالی نے عمدہ صفات اور دلربا عادات سے نوازا تھا۔ وہ ایک مومن بہادر' جنگجو کے معرکوں میں دیوانہ وار شمولیت کے شوق پر غالب نہ آسکی اور نہ تلواروں کی جھنکار کے سننے کے شوق پر اور اللہ کی راہ میں جہاد کی والہانہ محبت پر غالب آسکی۔

جب بھی اسلامی لشکروں کی کامیابی کی خوش کن خبریں مدینہ منورہ میں گشت کرتیں تو ان کا جذبہ جہاد نقطہ عروج پر پہنچ جاتا اور شوق شہادت میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا۔

بہادر و نڈر فروخ نے مسجد نبوی کے خطیب کو فضائل جہاد پر خطبہ دیتے ہوئے سنا وہ حاضرین کو لشکر اسلام کی میدانہائے جہاد میں کامیابی و کامرانی کی خوشخبری دے رہے تھے۔ اور شہادت کی امنگ پیدا کرنے کے لیے دلوں کو گرما رہے تھے خطبہ کیا تھا ایک ساحرانہ الفاظ کا مجموعہ' رقت انگیز جملوں کا مرقع اور دلاویز خیالات و افکار کا آمیختہ تھا۔ سننے والے نمدیدہ تھے ہر فرد جذبہ جہاد سے سرشار نظر آتا تھا۔ جمعہ سے فارغ ہو کر سیدھے گھر آئے اسلامی لشکر میں شامل ہو کر میدان جہاد کی طرف جانے کا مصمم ارادہ کر لیا چہیتی بیوی کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا اس نے کہا: سرتاج مجھے اور میرے پیٹ میں پلنے والی اپنی امانت کو کس کے حوالے کر کے جا رہے ہیں۔

آپ مدینہ میں اجنبی ہیں اور نہ ہی آپ کا یہاں کوئی رشتہ دار

ہے۔ اس نے جواب دیا میں آپ کو اللہ کے سپرد کر کے جا رہا ہوں۔ یہ تیس ہزار دینار اپنے پاس رکھیں یہ مال غنیمت سے میرے حصے میں آئے تھے انہیں سنبھالو یا تجارت میں لگا دینا خود بھی خرچ کرنا اور معروف انداز میں اپنے ہونے والے بچے پر بھی خرچ کرنا' یہاں تک کہ میں میدان جہاد سے صحیح سالم واپس آؤں یا اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب کر دے جو میری دلی تمنا ہے پھر الوداعی سلام کہا اور اپنی منزل پر روانہ ہو گیا۔

○

اس معزز سلیقہ شعار' وفادار اور سگھڑ خاتون نے اپنے خاوند کی روانگی کے چند ماہ بعد ایک خوبرو' خوش اطوار اور جاذب نظر بچے کو جنم دیا اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی خیال آیا کہ شاید یہ اپنے باپ کی جدائی کا غم غلط کر دے اور یہ اس کی نشانی اور امانت میرے دل کا سرور اور آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائے اس بچے کا نام ربیعہ رکھا گیا' تاکہ اس کا وجود گھر کے آنگن کے لیے سدا بہار کا سماں پیدا کرتا رہے۔

○

اس ننھے بچے کے روشن چہرے پر شرافت و نجابت کی علامت شروع ہی سے آشکار تھی بچپن ہی سے اس کی باتوں اور کاموں سے ذہانت ٹپکتی تھی ماں نے اس کی تعلیم و تربیت کے لیے ماہر اساتذہ کے سپرد کر دیا اور انہیں اچھی طرح تعلیم دینے کی تلقین کی اور تربیت دینے والوں کی خدمت

میں استدعا کی کہ وہ اسے اچھے انداز میں ادب سکھلائیں تھوڑی ہی دیر میں اس نے لکھنے پڑھنے میں مہارت پیدا کر لی قرآن مجید حفظ کر لیا اور ایسی ترتیل تجوید و خوش الحانی سے پڑھنے لگا جیسا کہ رسول اقدس ﷺ کے قلب مبارک پر نازل ہوا تھا جس قدر ممکن ہو سکا احادیث رسول علیہ السلام کو بھی زبانی یاد کر لیا اور اس طرح کلام عرب کا بھی قابل قدر حصہ زبانی یاد کر لیا۔ علاوہ ازیں دینی احکامات کی معرفت بھی حاصل کر لی۔

○

ربیعہ کی والدہ اپنے بیٹے کی خاطر اس کے اساتذہ پر مال و دولت نچھاور کرنے لگی اور انہیں انعامات سے نوازنے لگی۔ جب بھی یہ دیکھتے کہ اس کا بیٹا میدان علم و ادب میں چند قدم آگے بڑھا ہے۔ وہ اسی قدر انعام و اکرام میں بھی اضافہ کر دیتی۔ وہ اس کے پردیسی باپ کی واپسی کا انتظار کرتی تھی۔ اور اس کوشش میں تھی کہ بیٹا بڑا ہو کر ایسے مقام پر فائز ہو کہ عوام الناس کی رہنمائی کا باعث بنے جس وقت اس کا باپ سفر سے واپس لوٹے وہ اپنا باادب' مہذب تعلیم یافتہ بیٹا دیکھ کر باغ باغ ہو جائے لیکن اس کے خاوند کی جدائی لمبی ہو گئی دل کے ارماں آنسوؤں میں بہنے لگے۔ مختلف خیال آرائیاں ہونے لگیں کوئی کہتا دشمن کے ہاتھوں قید ہو گیا ہو گا کوئی کہتا نہیں وہ آزاد ہے اور جہاد میں مشغول ہو گا' میدان جہاد سے واپس لوٹنے والے کہتے اس نے اپنی دلی تمنا کے مطابق جام شہادت نوش کر لیا ہو گا۔ ام ربیعہ نے اس تیسری بات کو ترجیح دی کیونکہ عرصہ دراز سے کوئی اس کی خبر نہ تھی

اس جدائی نے اس کے دل کو پژ مردہ کر دیا۔ لیکن اس نے صبر و شکر کے ساتھ اللہ تعالی سے ثواب کی نیت کرلی۔

○

جب ربیعہ نے جوانی میں قدم رکھا' خیر خواہوں نے اس کی والدہ کو مشورہ دیا ربیعہ اب لکھ پڑھ چکا ہے۔ ضرورت کے مطابق اتنا ہی کافی ہے۔ بلکہ اپنے ہم عمروں سے کہیں آگے ہے' اور اس پر مزید وہ قرآن و حدیث کا حافظ بھی ہے۔ اگر تو اس کے لیے کوئی پیشہ منتخب کرلے وہ بہت جلد اس میں مہارت پیدا کرلے گا پھر وہ منافع سے آپ پر اور اپنی ذات پر خرچ کرنے کے قابل ہو سکے گا۔ والدہ نے یہ تجویز سن کر کہا: میں اللہ تعالی سے دعا کروں گی۔ کہ وہ اس کے لیے ایسا کام تجویز کر دے جو اس کی دنیا اور آخرت کے لیے بہتر ہو پھر ربیعہ نے اپنے لئے علم کو منتخب کرلیا اور اس نے مصمم ارادہ کرلیا کہ زندگی بھر متعلم یا معلم کی حیثیت میں رہوں گا۔

○

ربیعہ اپنے منتخب راستے پر بغیر کسی کوتاہی اور تساہل کے گامزن رہے اور ان علمی حلقوں کی طرف جن کی مسجد نبوی میں چہل پہل تھی اس طرح لپکے جیسے کوئی پیاسا میٹھے پانی کے چشمے کی طرف لپکتا ہے۔ اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دامن پکڑ لیا جو ابھی بقید حیات تھے' اور ان میں سرفہرست خادم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تھے تابعین کے

پہلے طبقے سے بھی علم حاصل کیا جن میں حضرت سعید بن مسیب مکحول شامی اور سلمہ بن دینار سر فہرست ہیں۔

میدان علم میں دن رات کی مسلسل محنت نے اسے جسمانی طور پر بہت کمزور کر دیا تھا ایک ساتھی نے اسے کہا پیارے دوست اپنے آپ پر ذرا رحم کیجئے اس نے جواب میں کہا:

ہم نے اپنے مشائخ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے علم اس وقت تک اپنا معمولی سا حصہ بھی تمہارے سپرد نہیں کرے گا جب تک تم مکمل اپنا آپ اس کے سپرد نہیں کر دیتے۔

تھوڑے ہی عرصے بعد اس کا نام بلند ہوا' مقدر کا ستارہ چمکا اور اس کے چاہنے والوں کی تعداد بڑھ گئی شاگرد اس پر فریفتہ ہونے لگے' اور قوم نے اسے اپنا سردار بنا لیا۔

دن کا کچھ حصہ اپنے گھر میں گذارتے۔ اور باقی دن مسجد نبوی کے علمی حلقوں میں گذرتا' اس کی زندگی کے دن اسی طرح گذر رہے تھے' کہ ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس کا انہیں وہم و گمان ہی نہ تھا۔

○

موسم گرما کی چاندنی رات تھی ایک جنگجو شہسوار ہتھیاروں سے لیس' چھٹی ہجری کے آخری ایام میں مدینہ منورہ آیا' وہ اپنے گھوڑے پر سوار مدینہ منورہ کی گلیوں میں اپنا گھر تلاش کر رہا تھا۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اس کا گھر موجود ہے یا حوادثات زمانہ کی نظر ہو چکا ہے کیونکہ انہیں اپنا گھر

چھوڑ کر گئے۔ تقریباً تیس سال بیت چکے تھے۔ اس کے نہاں خانہ دل میں یہ تصور بھی جاگزین تھا کہ اس کی جواں سال بیوی پر اس عرصہ میں کیا گزری ہوگی ؟ کن مشکلات کا اسے سامنا کرنا پڑا ہوگا؟ بھلا اس بچے کا کیا بنا ہوگا جو میری روانگی کے وقت پیٹ میں پل رہا تھا؟

خدا جانے لڑکا پیدا ہوا یا لڑکی؟

وہ زندہ ہے یا فوت ہو چکا ہے؟

اگر زندہ ہے تو وہ کس حالت میں ہوگا؟

اور اس خطیر رقم کا کیا بنا ہوگا۔ جو میں نے مال غنیمت سے حاصل کی تھی۔ اور سمرقند و بخارا کو فتح کرنے کے لیے اسلامی لشکر کے ہمراہ روانہ ہوتے وقت میں نے بیوی کے سپرد کی تھی؟

مدینے کی گلیوں میں آنے جانے والوں کی چہل پہل تھی لوگ ابھی نماز عشاء سے فارغ ہوئے ہی تھے لیکن ان آنے والے لوگوں سے کوئی بھی اسے پہچانتا نہ تھا اور نہ ہی اسے کوئی اہمیت دیتا تھا' اور نہ ہی کوئی اس کے غبار آلود گھوڑے کی طرف بنظر غائر دیکھتا تھا۔ اور نہ ہی اس کے کندھے پر لٹکنے والی تلوار کی طرف جھانکتا ہی تھا کیونکہ اسلامی شہروں کے باشندے ان مجاہدین سے مانوس ہو چکے تھے' جو اللہ کی راہ میں جہاد کی غرض سے صبح و شام آتے جاتے رہتے تھے۔

لیکن مدینے کے باسیوں کی بے پروائی دیکھ کر شہسوار کے غم واندوہ میں اضافہ اور خیالات میں مزید وسوسے پیدا ہوئے ' شہسوار اپنے خیالات

میں ڈوبا ہوا مدینے کی گلیوں کا راستہ تلاش کرتے ہوئے چلا جا رہا تھا۔ آخر کار وہ اپنے گھر کے سامنے پہنچا گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وفور شوق میں اہل خانہ سے اجازت لیے بغیر دروازے سے گذر کر گھر کے صحن میں آ کھڑا ہوا جب گھر کے مالک نے دروازے پر کسی کے قدموں کی آہٹ سنی تو بالائی منزل سے نیچے جھانکا کیا دیکھتا ہے کہ چاند کی روشنی میں ایک شخص تلوار لٹکائے ہاتھ میں نیزا تھامے گھر کے صحن میں کھڑا ہے اور اس کی نوجوان بیوی اس اجنبی شخص کی نگاہوں سے قدرے دور کھڑی تھی۔ یہ نوجوان غصے سے اچھلا اور ننگے پاؤں یہ کہتے ہوئے تیزی سے نیچے اترا۔

ارے اللہ کے دشمن تو رات کے وقت اپنے آپ کو چھپائے ہوئے میرے گھر میں داخل ہوا معلوم ہوتا ہے تیرے ارادے غلط ہیں وہ اس پر اس طرح جھپٹا جس طرح خونخوار بھوکا شیر اپنے شکار پر جھپٹتا ہے اور اجنبی کو بات کرنے کا وقت ہی نہ دیا۔ دونوں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے' ان کا شور و غوغا سن کر چاروں طرف سے پڑوسی ان کے گھر آ جمع ہوئے سب نے اس اجنبی کو یوں گھیرے میں لے لیا جس طرح کنگن کلائی کو گھیرے میں لیے ہوتا ہے اس طرح ان تمام نے اپنے پڑوسی کی مدد کی نوجوان صاحب خانہ نے مسافر کی گردن کو مضبوطی سے اپنے گرفت میں لے رکھا تھا اور غصے سے یہ کہہ رہا تھا اے دشمن خدا اللہ کی قسم میں تجھے یونہی نہیں چھوڑوں گا۔ بلکہ تجھے حاکم کے پاس لے جاؤں گا۔

اس شخص نے کہا: میں اللہ کا دشمن نہیں اور نہ ہی میں نے کسی گناہ

کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ میرا گھر ہے میں اس کا مالک ہوں۔ میں نے اس کا دروازہ کھلا ہوا پایا تو اندر آ گیا کیا اپنے گھر آنا جرم ہے ' پھر حاضرین سے مخاطب ہوا اور کہا۔

اے قوم میری بات سنو یہ گھر میرا ہے میں نے اسے خود خریدا ہے۔ میرا نام فروخ ہے کیا تم میں کوئی ایسا شخص نہیں جو اس فروخ کو جانتا ہو جو آج سے تیس سال پہلے جہاد کے لیے یہاں سے روانہ ہوا تھا' نوجوان صاحب خانہ کی والدہ سوئی ہوئی تھی شور و ہنگامہ سن کر بیدار ہوئی بالاخانے کی کھڑکی سے نیچے جھانکا تو اسے اپنا خاوند نظر آیا جس کی جدائی نے اسے نڈھال کر رکھا تھا۔ اچانک اس منظر کو دیکھ کر ایسی دہشت طاری ہوئی دانتوں میں انگلی دبائے ٹکٹکی لگا کر دیکھتی رہی پھر بلند آواز سے کہا۔

لوگو! اسے چھوڑ دو۔ بیٹے ربیعہ تم بھی اسے چھوڑ دو۔ یہ تیرا باپ ہے لوگو اپنے اپنے گھر واپس چلے جاؤ۔ اللہ تمہارا بھلا کرے۔ پھر اپنے خاوند سے مخاطب ہوئی۔ اور کہا: اے ابو عبد الرحمان یہ تیرا بیٹا ہے! تیرا لخت جگر ہے۔ تیرا نور چشم ہے۔ جب یہ سنا تو فروخ وفور مسرت سے اچھل کر بیٹے سے بغل گیر ہوا۔ اور ہونہار بیٹا محبت سے اپنے باپ کے ہاتھوں' گردن اور سر کو چومنے لگا' لوگ یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے اور مسکراتے ہوئے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ ام ربیعہ بالا خانے سے نیچے اتری اپنے خاوند کو سلام کیا جس کے متعلق اسے یہ خیال تھا کہ اب روئے زمین پر اس سے ملاقات نہ ہو سکے گی کیونکہ جدائی کو تیس سال گزر چکے تھے اور اس طویل

جدائی میں کوئی خبر بھی تو نہ مل رہی تھی۔

فروخ اپنی بیوی کے پاس بیٹھا اور اس سے بیتے ہوئے دنوں کی روائداد سننے لگا' اور اپنے متعلق گھر تک خبر نہ پہنچانے کے اصلی اسباب بیان کرنے لگا۔ لیکن اس کی بیوی یہ سب کچھ بے خیالی میں سن رہی تھی۔ کیونکہ اس سے ملاقات اور باپ کے اپنے بیٹے کو بچشم خود دیکھ لینے کی خوشی میں اس خوف کی آمیزش بھی شامل ہو چکی تھی کہ کہیں مجھ سے اسی مجلس میں اس خطیر رقم کے متعلق نہ پوچھ لیں جو جاتے وقت میرے سپرد کر گئے تھے۔ وہ خیالات کی دنیا میں اپنے دل سے کہہ رہی تھی اگر انہوں نے اس مال کے متعلق پوچھ لیا جو میرے پاس امانت چھوڑ گئے تھے۔ اور یہ تلقین کر گئے تھے کہ میں اسے اچھے انداز میں خرچ کروں اگر میں نے انہیں یہ بتا دیا کہ اس میں سے کچھ باقی نہیں بچا تو پتا نہیں کیا رد عمل ہو گا؟ اگر میں انہیں یہ بتا دوں کہ میں نے تمام مال اس کے بیٹے کی تعلیم و تربیت پر خرچ کر دیا ہے تو کیا یہ سن کر انہیں خوشی ہو گی یا تعجب؟ کیا میرا یہ جواب ان کے لیے کافی ہو گا؟ کہیں یہ غصے میں نہ آجائیں کہیں یہ دوبارہ جدائی کا صدمہ برداشت کرنے کے لیے مجھے اکیلا چھوڑ کر سفر پر روانہ نہ ہو جائیں کیا وہ اس بات کو بھی سچ مان لیں گے کہ اس کا لخت جگر بادل سے بھی زیادہ سخی ہے؟ اس کے ہاتھ میں درہم و دینار میں سے کچھ باقی نہیں رہتا مدینے کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ اس نے دائرہ اسلام میں نئے داخل ہونے والوں پر بے دریغ خرچ کیا

ام ربیعہ اپنے ان خیالات میں مستغرق تھی۔

خاوند نے اس کی طرف دیکھا اور کہا ام ربیعہ کیا سوچ رہی ہو؟ کن خیالات میں گم ہو؟ کون سی بپتا آن پڑی ہے؟ یہ دیکھو میں چار ہزار درہم اور لایا ہوں۔ تم بھی وہ درہم لاؤ جو جاتے وقت میں تمہارے سپرد کر گیا تھا' تاکہ اس مال سے ہم باغ اور زمین خرید لیں اور زندگی بھر اس کی آمدن سے آسودگی حاصل کریں وہ یہ سن کر خاموش رہی اور اسے کچھ جواب نہ دیا فروخ نے بیوی سے دوبارہ کہا: لائیے مال کہاں ہے تاکہ اسے ایک ساتھ ملادوں بیوی نے کہا: میں نے اسے وہاں رکھا ہے جہاں اس کا رکھنا مناسب تھا انشاء اللہ چند دن کے بعد آپ اس کے ثمرات دیکھ لیں گے پھر صبح کی اذان نے ان کا سلسلہ کلام منقطع کر دیا فروخ وضو کرنے کے لیے اٹھا پھر جلدی سے دروازے کی طرف گیا۔ آواز دی ربیعہ کہاں ہے؟ اسے بتایا گیا وہ تہجد کی اذان ہوتے ہی مسجد چلا گیا تھا۔ اہل خانہ نے کہا ہمارا خیال ہے کہ اب آپ کو جماعت نہیں ملے گی۔

○

فروخ مسجد پہنچا دیکھا کہ امام ابھی تھوڑی دیر پہلے نماز پڑھا کر فارغ ہوا ہے' انہوں نے فرض نماز ادا کی۔ پھر روضہ رسول پر گئے صلاۃ وسلام پڑھا پھر ریاض الجنتہ کی طرف مڑے دل میں وہاں نماز ادا کرنے کا شوق تھا۔ اس کے معطر اور نورانی ماحول میں دل لگا کر نفلی نماز ادا کی اور گڑ گڑا کر دعائیں مانگیں۔ جب مسجد سے جانے کا ارادہ کیا دیکھا کہ اس کے صحن میں ایک ایسی علمی محفل جمی ہوئی ہے جو مثالی نوعیت کی تھی اور اس سے پہلے

اس قسم کی مجلس کہیں نہیں دیکھی تھی۔ لوگ شیخ مجلس کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے۔ تھے رش اتنا تھا کہ تل دھرنے کی جگہ بھی باقی نہ تھی اس نے اہل مجلس پر ایک طائرانہ نگاہ دوڑائی دیکھا کہ اس میں بڑی عمر والے سروں پہ پگڑیاں باندھے باادب انداز میں بیٹھے ہیں۔ اور ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو بظاہر بڑے معزز دیکھائی دیتے ہیں۔ بہت سے سجیلے نوجوان قلم ہاتھ میں لیے دوزانو بیٹھے شیخ کی ہر بات کو کاغذ پر اس طرح قلمبند کر رہے ہیں جیسے کسی تاج پر قیمتی موتی چنے جاتے ہیں' وہ اپنی کاپیوں میں شیخ کے ارشادات کو اس طرح قلمبند کر رہے تھے جیسے عمدہ چیزوں کو محفوظ کیا جاتا ہے سبھی شیخ کی طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھ رہے تھے اس طرح خاموشی' ادب و احترام اور کامل توجہ سے بلا حس و حرکت سن رہے تھے جیسا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں حاضرین میں بات کو دور تک پہنچانے کے لیے مکبر شیخ کے بیان کا ایک ایک جملہ باواز بلند دھرا رہا تھا تاکہ دور بیٹھے ہوئے احباب تک ان کی ہر بات آسانی سے پہنچ جائے اور اہل مجلس میں سے کوئی بھی کسی جملے سے محروم نہ رہے فروخ کے دل میں شیخ مجلس کے دیدار کا شوق پیدا ہوا لیکن زیادہ فاصلہ ہونے کی وجہ سے چہرہ صاف دیکھائی نہ دے رہا تھا شیخ کی خوش بیانی' علمی رفعت' حیرت انگیز قوت حافظہ اور لوگوں کی بے پناہ محبت سے اس کے سامنے عاجزی و انکساری نے اس کے دل پر گویا جادو کر رکھا تھا۔ تھوڑی دیر بعد شیخ نے مجلس برخواست کر دی اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ حاضرین مجلس دیوانہ وار اس کی طرف لپکے ان کے پاس لوگوں کی بہت بھیڑ

ہو گئی محبت بھرے انداز میں انہیں اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اور انہیں الوداع کرنے مسجد نبوی کے باہر تک ان کے پیچھے گئے۔ اس موقع پر فروخ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص سے پوچھا خدارا مجھے یہ تو بتادیں کہ یہ بلند پایہ شیخ کون ہے؟

اس شخص نے تعجب سے کہا: کیا آپ مدینہ منورہ میں نہیں رہتے فروخ نے کہا: کیوں نہیں میں مدینہ کا باسی ہوں۔ اس شخص نے کہا: مدینے میں ایسا کون ہے جو اس شیخ کو نہیں جانتا۔

فروخ نے کہا: اگر میں اسے نہیں جانتا تو مجھے معذور سمجھیں کیونکہ میں تیس سال قبل جہاد کے لیے مدینہ سے چلا گیا تھا کل ہی واپس لوٹا ہوں۔

اس شخص نے کہا چلو کوئی بات نہیں۔ آیئے میرے پاس بیٹھئے میں آپ کو اس شیخ کے متعلق بتاتا ہوں۔ جس شیخ کا بیان آپ نے مجلس میں سنا ہے۔ یہ تابعین کے سردار اور امت مسلمہ کے بہت بڑے عالم' اور نو عمری کے باوجود مدینے کے محدث' فقیہہ اور امام ہیں یہ سن کر فروخ نے کہا: ماشاء اللہ نظر بد دور اس شخص نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا: اس کی یہ مجلس مالک بن انسؒ امام ابو حنیفہؒ یحی بن سعید انصاریؒ سفیان ثوریؒ عبد الرحمان بن عمرو اوزاعی اور لیث بن سعدؒ جیسے اکابرین کی یاد دلاتی ہے فروخ کچھ کہنے لگا لیکن اس شخص نے اسے بات کرنے کی مہلت نہ دی بلکہ اس نے بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا: ان خوبیوں کے علاوہ شیخ خوش اخلاق' فرشتہ سیرت' منکسرالمزاج اور سخاوت کا دھنی بھی ہے' اہل مدینہ نے ان سے بڑھ کر کوئی

سخی نہیں دیکھا اور نہ ہی ان سے بڑھ کر کوئی متقی و پرہیزگار فروخ نے کہا آپ انکی تعریف ہی کیے جارہے ہو لیکن ابھی تک ان کا نام نہیں بتایا اس شخص نے بتایا اس کا نام ربیعہ الرائی ہے۔

فروخ نے تعجب سے پوچھا ربیعہ الرای !!

اس نے کہا ہاں اس کا نام ربیعہ ہے' لیکن مدینے کے علماء و مشائخ اسے ربیعہ الرائی کے نام سے پکارتے ہیں۔ ان کی علمی شان و شوکت کے کیا کہنے ! جب علمائے مدینہ کو کسی درپیش مسئلہ میں قرآن و سنت سے صریح نص نہیں ملتی تو وہ ان سے رجوع کرتے ہیں۔ اور وہ اپنے اجتہاد سے اس کا ایک ایسا حل پیش کرتے ہیں۔ جس سے علماء مطمئن ہو جاتے ہیں فروخ نے پوچھا یہ کس کا بیٹا ہے۔ اس شخص نے کہا: یہ اس مجاہد کا بیٹا ہے جس کا نام فروخ ہے یہ اس کے جہاد پہ روانہ ہونے سے چند ماہ بعد پیدا ہوا تھا۔

اس کی والدہ نے اس کی تعلیم و تربیت پر پوری توجہ دی میں نے ابھی نماز فجر سے پہلے کچھ لوگوں کی زبانی سنا ہے کہ اس کا باپ تیس سال کے بعد گذشتہ رات مدینہ واپس آیا ہے یہ بات سن کر فروخ کی آنکھوں سے دو آنسو ٹپکے لیکن یہ شخص ان آنسوؤں کے گرنے کا سبب نہ جان سکا' پھر فروخ جلدی سے اپنے گھر پہنچا بیوی نے دیکھا کہ ان کی آنکھیں بھیگی ہوئی ہیں ' پوچھا ' ابو ربیعہ خدا خیر کرے کیا ہوا؟ آنکھیں آنسوؤں سے تر کیوں ہیں؟ کوئی افتاد آن پڑی اس نے کہا گھبرائیے نہیں سب خیر ہے۔

آج میں نے اپنے بیٹے ربیعہ کی نرالی شان دیکھی ہے یہ منظر دیکھ کر

بے انتہا خوشی میں میری آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے آج اس کے علمی مقام خوش بیانی اور لوگوں کی اس کے ساتھ بے پناہ محبت نے مجھے گھائل کر دیا۔ میں کس قدر خوش نصیب ہوں کہ مجھے بلند مقام بیٹا ملا۔

ام ربیعہ نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے کہا۔

میرے سرتاج آپ کو ان دو چیزوں میں سے کون سی چیز زیادہ محبوب و مرغوب ہے تیس ہزار دینار یا اپنے بیٹے کا علم و فضل میں یہ بلند مقام۔

اس نے کہا اللہ کی قسم مجھے پوری دنیا کے مال سے زیادہ اپنے لخت جگر کا یہ مقام قیمتی اور محبوب دکھلائی دیتا ہے۔ بیوی نے کہا: جو مال آپ مجھے بطور امانت دے گئے تھے وہ میں نے اس کی تعلیم و تربیت پر خرچ کر دیا ہے' کیا آپ اس سے خوش ہیں؟

فرمایا ہاں کیوں نہیں مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی ہے۔ اللہ تعالی آپ کو میری' میرے بیٹے اور تمام مسلمانوں کی جانب سے جزائے خیر عطا کرے۔

O

حضرت ربیعہ بن فروخ الرائی کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۴۸

۲۔ حلیۃ الاولیاء ۳/۲۵۹

۳۔ صفۃ الصفوۃ	۲/۸۳
۴۔ ذیل المذیل	۱۰۱
۵۔ تاریخ بغداد	۸/۳۲۰
۶۔ میزان الاعتدال	۱/۱۳۶
۷۔ التاج	۱۰/۱۴۱
۸۔ وفیات الاعیان	۱/۱۳۸
۹۔ تاریخ طبری	دسویں جلد کی فہرست دیکھئے

(۱۱)

حضرت رجاء بن حیوۃ رضی اللہ عنہ

کندہ قبیلے میں تین اشخاص ایسے
ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ
بارش نازل کرتا ہے اور دشمن
پر غلبہ دیتا ہے۔ ان میں سے ایک
رجاء بن حیوۃ ہیں۔

(مسلمہ بن عبدالمالک)

تابعین کے سنہری دور میں تین ایسے بے مثال اشخاص ہو گذرے ہیں جو زندگی بھر رشد و ہدایت، خیر و بھلائی، حق و صداقت کے علمبردار رہے جو علم و عمل سے آراستہ اور تقوی و طہارت کے خوگر تھے ساری عمر اللہ و رسول کی اطاعت اور خدمت خلق میں گذار دی عظیم المرتبت اشخاص یہ تھے عراق میں محمد بن سیرینؒ۔

حجاز میں قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ

اور شام میں رجاء بن حیوۃؒ

آیئے اب ہم آپ کو مبارک لمحات گذارنے کیلئے ان تین برگزیدہ و پسندیدہ شخصیات میں سے حضرت رجاء بن حیوۃ علیہ الرحمتہ کی خدمت اقدس میں لیے چلتے ہیں۔

○

حضرت رجاء بن حیوۃ سرزمین فلسطین کے بیسان نامی قصبے میں امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخر میں پیدا ہوئے یہ عرب کے قبیلہ کندہ میں سے تھے اس طرح یہ وطنا فلسطینی۔ اصلا عربی اور نسلا کندی تھے۔

O

اس کندی نوجوان نے بچپن ہی سے اللہ کی اطاعت میں پرورش پائی اللہ تعالیٰ نے اس سے محبت کی اور اسے اپنی مخلوق کا محبوب بنا دیا یہ بچپن ہی سے حصول علم کی طرف متوجہ ہوئے علم نے ان کے معصوم منور اور پاکیزہ دل میں اپنا بسیرا کر لیا انہیں لیل و نہار میں ہر لمحہ سب سے بڑی فکر کتاب الٰہی اور حدیث رسول علیہ السلام سے اپنے دل کو سیراب کرنے کی رہتی ان کے افکار و خیالات نور قرآن سے روشن ہو گئے ان کی بصیرت فیضان رسالت ماٰب سے چمک اٹھی۔ اور انکا دل حکمت و دانش سے معمور ہو گیا بلاشبہ جسے حکمت و دانش عطا کر دی جائے اسے بہت بڑی خیرو برکت کا خزانہ عطا کر دیا جاتا ہے۔

انہیں اکثر جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی جن میں سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ ' حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ ' حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن صامت اور نواس بن سمعان رضی اللہ عنھما سر فہرست ہیں۔ یہ بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اس کے لیے ہدایت کے چراغ' معرفت کی قندیلیں اور عظمت کے مینار ثابت ہوئے۔

○

اس خوش نصیب نوجوان نے اپنے لیے ایک دستور العمل بنالیا جس پر زندگی بھر عمل پیرا رہے یہ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

وہ اسلام کس قدر خوبصورت ہے جو ایمان سے آراستہ ہو۔

وہ ایمان کس قدر خوبصورت ہے جو تقوے سے مزین ہو۔

وہ تقوی کس قدر حسین ہے جسے علم کی زیبائش میسر ہو۔ وہ علم کس قدر دلربا و دلکش ہے جسے عمل نے تزئین و آرائش کی ہو۔

اور وہ عمل کس قدر خوشنما ہے جسے رفق' نرمی اور رقت نے زینت عطا کی ہو۔

○

حضرت رجاء بن حیوۃ بنو امیہ کے بیشتر خلفاء کے وزیر رہے جس کی ابتداء عبد الملک بن مروان سے ہوئی اور انتہا عمر بن عبد العزیز پر لیکن سلیمان بن عبد الملک اور عمر بن العزیز کے ساتھ قلبی تعلق باقی کی نسبت زیادہ رہا۔

○

اپنی دانشمندی' صداقت' اخلاص اور مشکل و پیچیدہ حالات پر حکمت و دانائی سے قابو پانے کی وجہ سے خلفائے بنو امیہ کے ہمیشہ منظور نظر

رہے۔ ان تمام خوبیوں سے بڑھ کر جس چیز نے انہیں ممتاز بنائے رکھا وہ یہ تھی کہ انہوں نے کسی خلیفہ سے دنیاوی لالچ کا اظہار نہ کیا۔ حالانکہ دنیا والے خلیفہ وقت کا تقرب حاصل کرنے اور اس سے دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے ہردم کوشاں و سرگرداں رہتے ہیں۔

○

خلفائے بنو امیہ کے ساتھ ان کا تعلق خلفاء کے لیے عزت و اکرام کا باعث بنا۔ آپ نے حکمرانوں کو خیر اور بھلائی کی طرف دعوت دی اور نیکی کے راستے پر چلنے کی انہیں تلقین کرتے رہے۔ اور برے کاموں سے ہمیشہ انہیں روکتے رہے اور ان پر برائیوں کے دروازے بند کرنے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔ حکمرانوں کو ہمیشہ حق وصداقت کی راہ آراستہ کرکے دکھائی۔ باطل کی کراہت انکے دل میں بٹھانے کی ہمیشہ کوشش کی اور ان کے دل میں اللہ و رسول علیہ السلام کی اطاعت اور مسلمانوں کی خیر خواہی کا جذبہ ہمیشہ موجزن رہا۔

حضرت رجاء بن حیوہ کی زندگی میں ایک ایسا عجیب و غریب واقعہ پیش آیا جس نے اس کے لیے خلفائے بنو امیہ سے میل جول کے راستے روشن کر دیئے۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے ساتھ لوگوں کے ہجوم میں کھڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک حسن وجمال کا پیکر' پرہیبت اور بارعب شخص ہجوم میں سے تیزی سے گزرتا ہوا ہماری طرف بڑھ رہا ہے۔ میں نے سوچا یہ خلیفہ سے ملنے کے لیے بے

تاب ہے۔ وہ میرے پہلو میں آکھڑا ہوا۔ مجھے بصد ادب واحترام سلام کہا۔ اور خلیفہ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔

اے رجاء تو اس شخص کی وجہ سے آزمائش میں ڈالا گیا ہے۔

اے رجاء میری یہ بات ذہن نشین کرلو۔ جس کا کسی سلطان کے ساتھ قریبی تعلق ہو' وہ کسی ایسے نادار' کمزور' غریب' مفلس' اور کنگال کی کوئی ضرورت سلطان کے ذریعے پوری کراوے تو قیامت کے دن اللہ تعالی ضرورت پوری کرانے والے کے حساب میں آسانی کردے گا۔

اے رجاء یاد رکھو جو اپنے مسلمان بھائی کی کوئی ضرورت پوری کرتا ہے اللہ تعالی خوش ہو کر اس کی ضرورت پوری کر دیتے ہیں۔

اے رجاء خوب اچھی طرح جان لو کسی مسلمان شخص کے دل میں خوشی پیدا کرنا اللہ تعالی کے ہاں بڑا محبوب عمل ہے۔ میں غور سے اس کی باتیں سن رہا تھا جی چاہتا تھا کہ وہ کہتا رہے اور میں سنتا رہوں واقعی باتیں بڑی حکیمانہ اور دلچسپ تھیں۔ لیکن خلیفہ نے آواز دی رجاء بن حیوہ کدھر ہے۔ میں اس کی طرف پلٹا اور کہا امیر المومنین میں یہاں موجود ہوں' انہوں نے مجھ سے کسی چیز کے متعلق پوچھا میں نے جواب دیتے ہی اس اجنبی کی طرف دیکھا وہ اپنی جگہ سے غائب تھا میں نے بہت ڈھونڈا لیکن اس کا سراغ نہ ملا۔

○

رجاء بن حیوہ کے بنوامیہ کے ساتھ صدق و صفا اور اخلاص و محبت پر مبنی واقعات تاریخ کے روشن صفحات پر محفوظ ہیں' اور ہمیشہ خلف اپنے

اسلاف کے حوالے سے یہ واقعات بیان کرتے رہیں گے۔ ان میں سے ایک واقعہ پیش خدمت ہے ایک روز عبدالملک بن مروان کی مجلس میں ایک شخص کا تذکرہ ہوا کہنے والے نے کہا. کہ وہ عبداللہ بن زبیر کا حامی ہے اور بنو امیہ کو بری نگاہ سے دیکھتا ہے خلفائے بنو امیہ کے خلاف ہر جگہ ہرزہ سرائی کرتا رہتا ہے' یہ باتیں سن کر خلیفہ غصے سے بھڑک اٹھا. اس نے آگ بگولا ہو کر کہا' اللہ کی قسم اگر وہ میرے قابو میں آگیا تو میں اس کی تکا بوٹی کردوں گا۔ دنیا اس کا حشر دیکھے گی تو انگشت بدنداں رہ جائیگی۔ پھر اپنے کارندوں سے کہا اسے پکڑ کر میرے پاس لاو۔

تھوڑی دیر بعد اس شخص کو پکڑ کر خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جب اس پر نظر پڑی تو آگ بگولہ ہو گئے قریب تھا کہ اس کی گردن اڑانے کا حکم دیں لیکن رجاء بن حیوہ کھڑے ہو کر فرمانے لگے۔

امیرالمومنین اللہ تعالی نے آپ کو قدرت' طاقت اور حکومت عطا کی ہے آپ کو ان نعمتوں کا شکر بجالانا چاہئے۔ ان نعمتوں کا تقاضا ہے کہ آپ ایسے کام کریں جو اللہ تعالی کو پسند ہوں۔ چونکہ اللہ تعالی کو عفوو درگزر پسند ہے لہٰذا آپ بھی اسے معاف کردیں۔ یہ بات سن کر خلیفہ کا دل ٹھنڈا ہوا اور غصہ جاتا رہا۔ اس شخص کو معاف کر دیا اسے خوش کرنے کے لئے انعام واکرام سے نوازا۔ اور اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔

○

سن ۹۱ ہجری میں امیرالمومنین ولید بن عبدالملک نے حج کیا حضرت

رجاء بن حیوہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ جب دونوں مدینہ منورہ پہنچے اس وقت مدینے کے گورنر حضرت عمر بن عبدالعزیز تھے۔ گورنر کو ساتھ لیا اور مسجد نبوی کی زیارت کے لیے چل پڑے امیر المومنین نے مسجد نبوی کو تفصیلا دیکھنے کی خواہش ظاہر کی کیونکہ یہ اسے طول و عرض میں وسیع کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے پورے غور وخوض کے ساتھ اس کا جائزہ لینا ضروری تھا لہٰذا مسجد میں موجود لوگوں کو باہر نکال دیا گیا تاکہ زیارت میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے سب لوگ مسجد سے باہر چلے گئے لیکن حضرت سعید بن مسیب بدستور اپنی جگہ پر بیٹھے رہے' پولیس بھی انہیں اپنی جگہ سے اٹھانے کی جرات نہ کر سکی صورتحال کا جائزہ لیتے ہوئے مدینے کے گورنر حضرت عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمتہ نے حضرت سعید بن مسیب کی طرف پیغام بھیجا اگر تھوڑی دیر کیلئے آپ دوسرے لوگوں کی طرح مسجد سے باہر چلے جائیں تو ہمیں امیر المئومنین کو مسجد کی زیارت کرانے میں آسانی ہو جائے گی۔

گورنر کا پیغام سن کر حضرت سعید نے فرمایا۔

میں مسجد سے اس وقت جاؤں گا جس وقت معمول کے مطابق روزانہ جاتا ہوں۔

ان کی خدمت میں گذارش کی گئی جب امیر المئومنین آپ کے پاس سے گذریں تو آپ کھڑے ہو کر سلام کہہ دیں۔ انہوں نے فرمایا: میں یہاں رب العالمین کے سامنے کھڑا ہونے کے لیے آیا ہوں کسی بندے کے سامنے نہیں۔

گورنر مدینہ جناب عمر بن عبد العزیز کو جب اپنے پیغام رساں اور حضرت سعید بن مسیب کی باہمی گفتگو کا علم ہوا تو وہ احتیاطاً خلیفہ کے ہمراہ اس جگہ سے کنی کتراتے ہوئے گذرنے لگے جہاں حضرت سعید مسیب بیٹھے تھے اور رجاء بن حیوۃ امیر المؤمنین کو مشغول کیے ہوئے تھے۔ کیونکہ یہ دونوں وزیر اور گورنر خلیفے کی غصیلی طبیعت سے واقف تھے انہیں اندیشہ تھا کہ کہیں کوئی ناگوار صورت حال نہ پیدا ہو جائے۔

امیر المؤمنین مسجد نبوی میں چلتے چلتے دونوں سے پوچھا وہ شیخ کون ہیں؟ کیا وہ سعید بن مسیب تو نہیں؟ دونوں نے بیک زبان کہا: امیر المؤمنین آپ کا اندازہ درست ہے! بالکل وہی ہیں پھر دونوں اس کے علم و فضل اور تقوی و طہارت جیسی خوبیوں کا تذکرہ کرنے لگے۔ اور ساتھ ہی یہ کہا اگر انہیں آپ کی آمد کا علم ہوتا تو یہ ضرور اٹھ کر آپ کو سلام کہتے چونکہ ان کی نگاہ کمزور ہے اس لئے انہیں معذور سمجھیں امیر المؤمنیں نے کہا: مجھے معلوم ہے لہٰذا اب ہمارا حق ہے کہ ان کے پاس جا کر سلام کہیں مسجد نبوی کے صحن کا چکر لگا کر سیدھے ان کے پاس آئے سلام عرض کیا اور پوچھا شیخ کا کیا حال ہے، انہوں نے اپنی جگہ پر بیٹھے ہی سلام کا جواب دیا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے اس کا بے پایاں مجھ پہ احسان ہے۔ آپ نے پوچھا امیر المؤمنین کیسے ہیں اللہ آپکو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔

امیر المؤمنین نے حضرت سعید بن مسیب کی طرف سے یہ بے نیازی کا انداز دیکھ کر فرمایا بلاشبہ یہ امت مسلمہ کے بقیۃ السلف اور نابغۂ عصر

ہیں۔

O

جب مسند خلافت پر سلیمان بن عبد الملک جلوہ افروز ہوا تو رجاء بن حیوۃ کی قدر و منزلت میں پہلے سے زیادہ اضافہ ہو گیا۔ خلیفہ سلیمان کو آپ پر بہت اعتماد تھا ہر چھوٹے بڑے معاملے میں ان سے ضرور مشورہ لیتا یوں تو رجاء بن حیوۃ نے سلیمان بن عبد الملک کی وزارت میں رہتے ہوئے بہت سے حیرت انگیز مؤقف اختیار کیے لیکن جب سلیمان بن عبد الملک کے ولی عہد نامزد کرنے کا وقت آیا تو یہ مسلمانوں کے لیے نہایت کٹھن گھڑی تھی۔ اس نازک ترین موقع پر حضرت رجاء بن حیوۃؒ نے جس دانشمندی اور جرات کے ساتھ حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت کے لیے راہ ہموار کی۔ وہ آپ کا یقیناً ایک تاریخی کارنامہ ہے۔

O

حضرت رجاء بن حیوۃؒ بیان کرتے ہیں کہ ۹۹ ہجری ماہ صفر کے پہلے جمعہ کے دن ہم امیر المومنین سلیمان بن عبد الملک کے ہمراہ سرزمین شام کے وابق نامی قصبے میں تھے۔ امیر المومنین نے قسطنطنیہ فتح کرنے کے لیے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کی قیادت میں ایک لشکر جرار روانہ کیا ہوا تھا۔ لشکر کے ساتھ ان کا بیٹا اور دیگر بہت سے افراد خانہ بھی شامل تھے انہوں نے اس بات پر حلف اٹھا رکھا تھا' کہ قسطنطنیہ فتح کر کے واپس آئیں گے یا جام

شہادت نوش جاں کر لیں گے جب جمعہ کی نماز کا وقت قریب آیا' امیر المؤمنین نے خوب اچھی طرح وضو کیا سبز چوغہ زیب تن کیا۔ سر پر سبز پگڑی باندھی پھر آئینے میں اپنے حسن و جمال اور قیمتی لباس پر ناز کرتے ہوئے دیکھا اس وقت ان کی عمر صرف چالیس برس تھی ' پھر لوگوں کے ساتھ نماز جمعہ سے واپس آتے ہی شدید بخار میں مبتلا ہو گئے پھر دن بدن بیماری بڑھتی گئی' مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم میرے قریب رہا کرو ایک مرتبہ میں ان کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ خط لکھ رہے تھے۔

میں نے کہا: چشم بد دور امیر المؤمنین کیا کر رہے ہیں۔

فرمایا : میں اپنے بیٹے ایوب کو ولی عہد مقرر کرنے کے لیے خط لکھ رہا ہوں۔

میں نے کہا : امیر المؤمنین اگر آپ برا نہ منائیں تو میری مخلصانہ تجویز ہے۔ اگر آپ کسی نیک ' صالح اور عالم شخص کو ولی عہد مقرر کریں گے تو یہ عمل آپ کے لیے قبر میں آسانی پیدا کرے گا' اللہ سبحانہ و تعالی کے ہاں بھی آپ کو بری الذمہ قرار دے دیا جائے گا اور امت مسلمہ پر آپ کا بہت احسان ہو گا آپ کا بیٹا ایوب ابھی بچہ ہے وہ سن بلوغت کو بھی نہیں پہنچا ابھی وہ عمر کے اس حصے میں ہے کہ آپ کے سامنے اس کی نیکی اور برائی واضح نہیں ہوئی یہ سن کر اس نے اپنا ہاتھ روک لیا فرمایا میں نے خط تو لکھ دیا ہے لیکن میں استخارہ کرنا چاہتا ہوں اس پر نہ میں مصر ہوں اور نہ ہی میں نے اسے ولی عہد بنانے کا کوئی پختہ ارادہ کیا ہے۔ آپ نے بر وقت درست مشورہ

دے کر میری راہنمائی کی یہ کہا۔ اور خط پھاڑ دیا۔ پھر ایک یا دو دن کے بعد مجھے بلایا اور فرمایا: میرے بیٹے داوٗد کے متعلق آپ کا خیال ہے؟ میں نے کہا: جیسا کہ آپ کو معلوم ہے وہ قسطنطنیہ کے محاذ پر لشکر اسلام کے ہمراہ دشمن سے نبرد آزما ہے۔ وہاں سے ابھی کوئی خبر بھی نہیں آئی پتا نہیں زندہ بھی ہے یا اللہ کو پیارا ہو چکا ہے۔

امیر المئومنین نے کہا: رجاء بن حیوۃ پھر آپ ہی بتائیں کہ اس منصب کے لیے کون موزوں ہو گا؟

میں نے کہا: امیر المومنین رائے اور مرضی تو آپ کی ہی چلے گی پھر اس نے ایک ایک کر کے نام لینے شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے خود عمر بن عبد العزیز کا نام لیا۔ پھر فرمایا: اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔

میں کہا: جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے۔ وہ عالم' فاضل دانشور' جرات مند' دیانت دار اور دین دار انسان ہے۔

امیر المئومنین نے کہا: آپ بالکل سچ کہتے ہیں' واقعی وہ ان خوبیوں کا مالک ہے' لیکن اگر میں نے اسے خلیفہ نامزد کر دیا۔ اور عبد الملک کی اولاد کو محروم رکھا تو ایک فتنہ کھڑا ہو جائے گا وہ لوگ اسے اطمینان سے حکومت نہیں کرنے دیں گے۔

میں نے کہا خاندان عبد الملک میں سے ایک کو ان کا نائب مقرر کر دیں اور یہ حکمنامہ تحریر کر دیں کہ عمر بن عبد العزیز کے بعد اولاد عبد الملک

میں سے فلاں شخص مسند خلافت کا حق دار ہو گا۔

امیر المؤمنین نے کہا: بالکل ٹھیک اس سے حکمران خاندان کو قدرے تسلی ہو جائے گی اور وہ اس فیصلے کو راضی خوشی تسلیم بھی کر لیں گے پھر اس نے یہ حکمنامہ تحریر کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر المؤمنین سلیمان بن عبد الملک کی جانب سے عمر بن عبد العزیز کے نام میں تمہیں اپنے بعد خلافت کا منصب سونپتا ہوں۔ اور آپ کے بعد یزید بن عبد الملک مسند خلافت پر متمکن ہو گا سب رعایا اس کی بات سنے کہا مانے اور تم سب اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور آپس میں اختلاف نہ کرنا۔ ورنہ لالچی اور مفاد پرست لوگ تمہیں نقصان پہنچائیں گے پھر تحریر ختم کی اور خط میرے سپرد کر دیا اس کے بعد پولیس انسپکٹر کعب بن حاضر کو کہا میرے خاندان کو کسی ایک جگہ جمع ہونے کا پیغام دو اور انہیں یہ بتا دو کہ جو خط رجاء بن حیوۃ کے ہاتھ میں ہے وہ میرا تحریر کردہ ہے اور انہیں یہ حکم سنادو کہ جس شخص کو اس خط میں خلیفہ نامزد کیا گیا ہے اس کے ہاتھ بلاچوں و چرا بیعت کرلو۔

حضرت رجاء فرماتے ہیں' جب عبد الملک کا خاندان ایک جگہ جمع ہوگیا میں نے سب سے کہا: یہ امیر المؤمنین کا خط ہے اس میں انہوں نے اپنے بعد ایک شخص کو خلیفہ نامزد کیا ہے اور مجھے انہوں نے یہ حکم دیا ہے کہ

تم سب سے اس کے لیے بیعت لوں سب نے بیک زبان ہو کر کہا:
امیرالمؤمنین کا حکم سر آنکھوں پر ہم امیرالمؤمنین کی طرف سے نامزد خلیفہ کی بیعت کریں گے پھر انہوں نے مطالبہ کیا کہ ہمیں خلیفہ سے ملنے کی اجازت لے دیں ہم صرف ان کی زیارت کرنا چاہتے ہیں ہمارا یہ دلی شوق ہے کہ ان کی خیریت دریافت کریں اور انہیں سلام عرض کریں۔

میں نے کہا: ہاں میں اجازت لیے دیتا ہوں جب وہ خلیفہ کے پاس گئے تو امیرالمؤمنن نے ان سے کہا میری بات غور سے سنو رجاء بن حیوۃ کے ہاتھ میں جو خط ہے وہ میرا تحریر کردہ ہے' جس کا میں نے اس میں نام لکھا ہے اس کی بات غور سے سننا اس کی اطاعت کرنا۔ اور اس کے ہاتھ پہ بیعت کر لینا پھر ان میں سے ہر ایک نے بیعت کرنے کا عہد کیا خاندانی مجلس برخواست ہوئی۔ رجاء بن حیوۃ مہر بند خط لے کر باہر نکلے فرماتے ہیں کہ میرے اور امیرالمؤمنین کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا کہ خط مین بحیثیت خلیفہ کس کا نام لکھا گیا ہے جب سبھی لوگ منتشر ہو گئے تو میرے پاس عمر بن عبد العزیز آئے فرمایا اے ابو مقدام (یہ رجاء بن حیوۃ کی کنیت ہے) امیر المؤمنین کو مجھ پر بڑا اعتماد ہے' وہ ہمیشہ میرے ساتھ محبت اور اخلاص سے پیش آئے وہ مسلسل مجھے اہم ذمہ داریاں سونپتے رہے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ بوجھ بھی میرے ناتواں کندھوں پر نہ ڈال دیا جائے میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر اور اپنی عزت و محبت کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں' اگر انہوں نے خط میں میرا نام لکھا ہے تو خدارا مجھے بتادیں تاکہ میں ان سے

معذرت کر لوں، کہیں یہ قیمتی لمحہ ہاتھ سے نہ نکل جائے، میں آپ کا بہت ممنون ہوں گا میں نے کہا: اللہ کی قسم اس خط کا کوئی ایک حرف بھی کسی کو نہیں بتاؤں گا یہ میرے پاس قومی امانت ہے وہ مجھ سے ناراض ہو کر چلے گئے پھر تھوڑی دیر بعد ہشام بن عبد الملک میرے پاس آیا اس نے کہا: اے ابو مقدام میرے دل میں آپ کی بڑی عزت اور پرانی محبت ہے میں آپ کا تہہ دل سے قدر دان ہوں برائے مہربانی مجھے یہ بتا دیں کہ امیرالمؤمنین نے خط میں کیا لکھا ہے اگر مسند خلافت کے لے میرا نام لکھا ہے تو میں خاموش رہتا ہوں، اور اگر میرے علاوہ کسی اور کا نام لکھا گیا ہے تو میں احتجاج کروں گا بھلا میرے سوا مسند خلافت پر کون متمکن ہو سکتا ہے میں حلفیہ اقرار کرتا ہوں میں کسی کے پاس نام نہیں لوں گا۔

ازراہ کرم مجھے بتا دیجئے اللہ آپکا بھلا کرے گا۔

میں نے کہا: اللہ کی قسم میں تجھے ایک حرف بھی نہیں بتاؤں گا یہ امیرالمؤمنین کا میرے پاس ایک راز ہے جو میں قطعاً افشاء نہیں کر سکتا۔ وہ غصے سے زمین پر پاؤں مارتا اور ہاتھ ملتا ہوا چلا گیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ رہا تھا کہ وہ کون ہے، کہ مجھے نظرانداز کر کے اسے مسند خلافت پر بٹھایا جائے؟

کیا اب خلافت بنو عبد الملک کے خاندان سے نکل جائے گی؟

ایسا ہرگز نہیں ہو سکتامیں خاندان عبد الملک کا سردار ہوں مسنداخلافت پر جلوہ گر ہونا میرا خاندانی حق ہے مجھ سے یہ حق کوئی نہیں چھین سکتا۔

رجاء بن حیوۃ کہتے ہیں اس کے بعد میں امیرالمئومنین سلیمان بن عبدالملک کے پاس کمرے میں گیا ان کی روح محو پرواز ہوا چاہتی تھی' جب موت کی بے ہوشی طاری ہوئی میں نے اس کے چہرے کا رخ قبلہ کی طرف کر دیا اور وہ کھڑے ہوئے سانس سے یہ کہہ رہے تھے اے رجاء بن حیوۃ اس کے بعد وقت نہیں رہے گا دو دفعہ یہ کلمہ دھرایا تیسری دفعہ کہا۔ رجاء اب وقت آ گیا' کچھ کر سکتے ہو تو کرو پھر اشھد ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ کہا: میں نے ان کا چہرہ دوبارہ قبلہ رخ کیا اور انہوں نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

O

میں نے ان کی آنکھیں بند کیں اور ان پر سبز چادر اوڑھ دی دروازہ بند کیا اور باہر نکل آیا امیرالمئومنین کی زوجہ محترمہ نے خادم کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ کیا میں ان کا حال دریافت کرنے کمرے میں آ سکتی ہوں میں نے پیغام رساں کے لیے دروازہ کھول دیا اور کہا دیکھئے بہت دیر جاگنے کے بعد ابھی ابھی آرام کی نیند سوئے ہیں برائے مہربانی انہیں جگائیے نہیں اس نے واپس جا کر ملکہ کو بتایا کہ امیرالمئومنین گہری نیند سوئے ہیں بیدار کرنے میں ان کی طبیعت ناساز ہو جائے گی اور اسے یقین آ گیا کہ میرے سرتاج سوئے ہوئے ہیں پھر میں نے احتیاط سے دروازہ بند کر دیا اور قابل اعتماد چوکیدار کو دروازے پر بٹھاتے ہوئے کہا: کہ اس کے بعد کوئی بھی آئے دروازے نہ

کھولنا یہ ہدایات دے کر میں وہاں سے چل دیا۔ راستے میں چلتے ہوئے لوگوں نے مجھ سے پوچھا' امیرالمؤمنین کا کیا حال ہے؟

میں نے کہا: جب سے وہ بیمار ہوئے پہلی دفعہ آرام کی نیند سوئے ہیں۔

پھر میں نے پولیس انسپکٹر کعب بن حاضر سے کہا'

امیرالمؤمنین کے خاندان کو دابق قصبے کی مسجد میں جمع کرو جب وہ سب مسجد میں اکٹھے ہو گئے۔

میں نے کہا: امیرالمؤمنین نے اس خط میں جس شخص کا نام لکھا ہے اس کے ہاتھ پر بیعت کرو' انہوں نے کہا کہ پہلے ہم گمنام بیعت کر چکے ہیں کیا اب دوبارہ بیعت کریں؟ میں نے کہا یہ امیرالمؤمنین کا حکم ہے جب انہوں نے بیعت کرنے کا اقرار کر لیا میں نے خط کھول کر اس کی عبارت سب کو سنادی جب عمر بن عبدالعزیز کا نام آیا تو ہشام بن عبد الملک نے احتجاج کرتے ہوئے کہا' ہم بیعت نہیں کریں گے' میں نے کہا خدا کی قسم اگر تم بیعت نہیں کرو گے میں تمہاری گردن اڑا دوں گا اٹھو ابھی میرے سامنے بیعت کرو وہ پاؤں پٹختا ہوا اور انا للہ و انا الیہ راجعون کہتا ہوا اٹھا اور بادل نخواستہ بیعت کر لی' اور وہ اس بات پر کف افسوس مل رہا تھا کہ بنو عبد الملک سے خلافت رخصت ہو گئی ادھر حضرت عمر بن عبد العزیز بھی انا للہ وانا الیہ راجعون مسلسل پڑھ رہے تھے کیونکہ انہیں مسند خلافت پر متمکن ہونا قطعاً پسند نہ تھا اور کہہ رہے تھے یہ بوجھ میری مرضی کے خلاف میرے ناتوان

کندھوں پر لاد دیا گیا لیکن ابو مقدام رجاء بن حیوۃ کی دانشمندی سے حضرت عمر بن عبد العزیز کے امیر المؤمنین کی حیثیت سے انتخاب کی وجہ سے اسلام کا شباب دوبارہ لوٹ آیا اور یہ برگزیدہ شخصیت دین کے لیے مینارہ نور ثابت ہوئی

O

امیر المؤمنین سلیمان بن عبد الملک کو اللہ جنت نصیب کرے وہ مسند خلافت ایک صالح انسان کے سپرد کر کے اللہ تعالی کے ہاں سرخ رو ہوئے اور ان کے باوفا باصفا وزیر ابو مقدام رجاء بن حیوۃ مبارک باد کے مستحق ہیں جنہوں نے اللہ ' رسول مقبول علیہ السلام اور آئمہ مسلمین کے لیے نصیحت کا حق ادا کر دیا اور ان کے مشیران خاص کو بھی اللہ تعالی جزائے خیر عطا کرے جنہوں نے اپنے منصب کی ذمہ داری کو خوب نبھایا۔

بلاشبہ خوش نصیب حکمران اپنی عقل و دانش کی نورانی شعاعوں سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

حضرت رجاء بن حیوۃ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

O

۱۔ الطبقات الکبری ۳۳۵/۵۔۳۳۹۔۳۹۵۔۴۰۷

۲۔ صفۃ الصفوۃ ۲۱۳/۴

۳۔ حلیۃ الاولیاء	۵/۳۱۵۔ ۳۱۶
۴۔ البیان والتبیین (الجاحظ)	۱/۳۹۷
۵۔ تہذیب التہذیب (ابن حجر)	۳/۲۶۵
۶۔ تاریخ طبری ۔ ابن جریر	۶/۳۶۵۔ ۳۷۰
۷۔ وفیات الاعیان ۔ ابن خلکان	۱/۴۳۰
	۲/۳۰۱۔ ۳۳۰
	۷/۳۱۶
۸۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط	۳۵۷
۹۔ العقد الفرید (ابن عبدربہ)	۲/۵۰۔ ۸۲۔ ۲۳۵
	۳/۸۶۔ ۱۰۵۔ ۳۰۶
	۴/۱۵۶۔ ۲۱۹
	۵/۱۳۹۔ ۱۶۶
	۷/۹۶
۱۰۔ التمثیل والمحاضرۃ ثعالبی	۱۷۱

(۱۴)

حضرت عامر بن شراحیل الشعبی رضی اللہ عنہ

امام شعبیؒ
متبحر عالم، مستند فقیہہ اور بردبار عظیم
مذھبی راھنما تھے۔ ہر میدان میں
ان کی عظمت کا لوہا مانا جاتا تھا
(حسن بصریؒ)

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کو چھ سال بیت گئے کہ مسلمانوں میں ایک نحیف ولاغر بچہ پیدا ہوا ماں کے پیٹ میں جڑواں بھائی کے شریک پرورش ہونے کی وجہ سے اس کی پوری طرح نشو ونما نہ ہو سکی۔ لیکن جب یہی بچہ بڑا ہوا تو میدان علم و دانش، بردباری، فہم و فراست اور عبقریت میں کوئی بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکا یہی وہ عامر بن شراحیل ہیں۔ جو مسلمانوں کے نابغہ عصر امام شعبی کے نام سے مشہور ہوئے۔

○

امام شعبی کوفہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ لیکن مدینہ منورہ ان کا منظور نظر اور دل پسند شہر تھا۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملنے اور ان سے کسب فیض کرنے اکثر وہاں جایا کرتے تھے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جہاد کی غرض یا سکونت کی خاطر گھر بنانے کے لیے کوفہ اکثر آنا جانا رہتا۔ اس طرح انہیں تقریباً پانچ صد صحابہ کرام سے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔ بہت سے صحابہ کرام سے حدیث روایت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ جن میں سے حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت ابو سعید خدری، حضرت نعمان بن بشیر، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عدی بن حاتم، حضرت ابو ہریرہ، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین قابل ذکر ہیں۔

O

امام شعبیؒ روشن دماغ بیدار دل' باریک بین' زود فہم' قوت حافظہ اور یاد داشت میں اللہ کی نشانی تھے۔

وہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے کبھی کوئی بات کاغذ پر نہیں لکھی ۔ اور نہ ہی کبھی ایسا ہوا کہ کسی شخص نے میرے سامنے حدیث بیان کی ہو' اور وہ مجھے یاد نہ رہی ہو اور نہ ہی کبھی ایسے ہوا کہ کسی شخص نے مجھے کوئی بات کہی ہو' اور میں نے اسے دوبارہ دھرانے کے لیے کہا ہو۔

امام شعبیؒ علیہ الرحمتہ علم کے دلدادہ اور معرفت حاصل کرنے کے مشتاق تھے وہ علم و معرفت حاصل کرنے میں انتہائی محنت کرتے اور اس کی وجہ سے مصائب و مشکلات کو جھیلتے ہوئے خوشی محسوس کرتے۔

یہ اکثر کہا کرتے تھے' اگر ایک شخص کسی ایسی بات کو حاصل کرنے کے لیے دور دراز کا سفر اختیار کرے جو اس کے مستقبل میں مفید ثابت و سکتی ہے۔ تو میرے نزدیک اس کا یہ سفر رائیگاں نہیں گیا۔ امام شعبیؒ علم کے بلند مقام پر فائز تھے۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سب سے کم شعرو شاعری کا علم حاصل کیا لیکن پھر بھی اگر مہینہ بھر اشعار سناتا رہوں لوگ سنتے رہیں الحمدللہ پہلے اشعار دھرائے بغیر سنا سکتا ہوں۔

کوفہ کی مرکزی مسجد میں امام شعبیؒ کا ایک علمی حلقہ قائم تھا لوگ اس میں جوق در جوق شریک ہوتے۔ ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عمر

رضی اللہ عنہ نے مسجد میں امام شعبی کو اسلامی غزوات کی داستانیں تفصیل کے ساتھ نہایت دلپذیر انداز میں بیان کرتے ہوئے غور سے سنا۔ اور فرمایا جو واقعات اور داستانیں یہ بیان کر رہے ہیں۔ ان میں سے بعض کا میں نے خود مشاہدہ کیا۔ لیکن میں اس طرح بیان نہیں کر سکتا جس قدر تفصیل اور دلچسپ انداز میں یہ بیان کر رہے ہیں۔ امام شعبی کی وسعت علمی اور حاضر دماغی کے شواہد بے شمار ملتے ہیں۔

وہ خود بیان کرتے ہیں' کہ میرے پاس دو آدمی آئے دونوں آپس میں ایک دوسرے کے خلاف فخرو مباہات کا اظہار کر رہے تھے ایک قبیلہ بنو عامر میں سے تھا اور دوسرا بنو اسد میں سے تھا عامری اپنے مد مقابل اسدی پر غلبہ پائے ہوئے اسے میری طرف گھسیٹتا ہوا لا رہا تھا اور وہ بیچارہ اس کے سامنے بے بس نظر آرہا تھا اور بار بار بیچارگی سے کہہ رہا تھا۔ مجھے چھوڑ دو خدارا مجھے چھوڑ دو تیری مہربانی مجھے چھوڑ دو۔ اور وہ کہہ رہا تھا میں نہیں چھوڑوں گا' ہرگز نہیں چھوڑوں تاوقتیکہ امام شعبی ہمارے درمیان فیصلہ کر دیں میں نے عامری سے کہا: اس بیچارے کو چھوڑ دو میں ابھی تمہارے درمیان فیصلہ کیے دیتا ہوں۔

پھر میں نے اسدی سے کہا: تم اس کے سامنے اس طرح کیوں جھکے ہوئے ہو آخر کیوں بھیگی بلی بنے ہوئے ہو کیا تم اپنے قبیلے کی تاریخ نہیں جانتے اپنے اسلاف کے کارناموں کو بھول چکے ہو۔

سنو: تمہارے قبیلے میں چھ ایسی خوبیاں پائی جاتی ہیں جو کسی اور عرب

قبیلے میں نہیں پائی جاتیں۔

○ پہلی خوبی یہ ہے' کہ سید الخلق شاہ امم سلطان مدینہ ﷺ کا نکاح اللہ تعالی نے آسمان پر آپ کے قبیلے کی ایک عورت سے پڑھایا اور سفارت کے فرائض حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سرانجام دیئے۔ اس عظیم خاتون کا نام زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ہے جو ام المؤمنین کے خلعت فاخرہ سے نوازی گئیں۔

○ دوسری خوبی یہ ہے کہ آپ کے قبیلے میں ایک ایسا خوش نصیب شخص پایا جاتا ہے جس کے متعلق دربار رسالت سے یہ خوش خبری دی گئی کہ جو کوئی روئے زمین پر کسی جنتی شخص کو چلتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے وہ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

○ تیسری خوبی یہ ہے کہ مسلمانوں میں سب سے پہلے جس کے ہاتھ میں جھنڈا تھمایا گیا وہ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ بھی تمہارے قبیلے کا آدمی ہے۔

○ اسلام میں پہلی غنیمت جس کی تقسیم کی گئی اس کا تعلق بھی تمہارے قبیلے سے تھا۔

○ بیعت رضوان میں جس شخص نے سب سے پہلے شاہ امم سلطان مدینہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی وہ بھی تمہارے قبیلے کا آدمی تھا جس کا نام ابو سنان بن وہب رضی اللہ عنہ ہے' وہ بیعت کے بعد سب سے پہلے رسول اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا'

عرض کی حضور اپنا ہاتھ آگے کیجئے میں آپ کے دست مبارک پر بیعت کرنا چاہتا ہوں آپ نے پوچھا کس بنیاد پر بیعت کرنا چاہتے ہو؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جو آپ کے دل میں ہے اسی بنیاد پر میں بیعت کرنا چاہتا ہوں آپ نے پوچھا بھلا میرے دل میں کیا ہے؟

اس نے کہا: فتح یا شہادت۔

آپ نے فرمایا: بالکل درست پھر اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اس نے بیعت کی۔ اس کے بعد لوگوں نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی۔

○ آپ کے قبیلے کی چھٹی خوبی یہ ہے کہ غزوہ بدر میں جو مہاجرین شامل ہوئے ان کا ساتواں حصہ آپ کے قبیلے پر مشتمل تھا۔

عامری یہ تفصیل سن کر ششدر رہ گیا' اور بالکل خاموش ہو گیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام شعبی علیہ الرحمہ نے یہ انداز اختیار ہی اس لیے کیا تھا کہ کمزور کو طاقت ور پر غالب کیا جائے۔

اگر عامری مغلوب ہوتا تو یقیناً اس کی قوم کے ایسے اوصاف بیان کرتے جو اسے خود معلوم نہ ہوتے جب عبدالملک بن مروان مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوا تو اس نے عراق کے گورنر حجاج بن یوسف کو لکھا کہ میرے پاس ایک ایسے شخص کو بھیجیں جو دین و دنیا کے اعتبار سے ممتاز ہو۔ میں اسے اپنا راز دان و ہم نشین بنانا چاہتا ہوں۔ اس نے امام شعبی علیہ الرحمہ کو ان کے پاس بھیجا' اور خلیفہ نے انہیں اپنے خواص میں شامل کر لیا' خلیفتہ

المسلمین ہمیشہ مشکل مسائل کی گتھیاں سلجھانے کے لئے ان کے علم و دانش سے استفادہ کرتے' اور کٹھن مراحل میں ان کی رائے پر اعتماد کرتے' اور بادشاہوں سے ملاقات کے لیے انہیں اپنا سفیر بنا کر بھیجتے۔

○

ایک مرتبہ خلیفتہ المسلمین نے حضرت امام شعبیؒ کو ایک خصوصی پیغام دے کر شاہ روم کی طرف بھیجا۔ جب یہ اس کے دربار میں پہنچے اس سے ملاقات کی۔ تو وہ ان کی ذہانت' فراست' سیاسی سوجھ بوجھ وسعت مطالعہ اور زور بیانی سے بہت متاثر ہوا۔ شاہ روم نے کئی روز انہیں اپنے پاس معزز مہمان کی حیثیت سے رکھا حالانکہ زیادہ دیر وہ کسی بھی سفیر کو اپنے پاس نہیں ٹھہرایا کرتا تھا۔

جب آپ نے شاہ روم سے واپس دمشق جانے کے لیے اجازت چاہی تو شاہ روم نے اس سے پوچھا کیا آپ شاہی خاندان میں سے ہیں۔

فرمایا نہیں میں عام مسلمانوں میں سے ہوں۔ جب شاہ روم نے انہیں واپس جانے کی اجازت دے دی تو کہا' جب آپ خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس جائیں تو اپنے مشاہدے کے مطابق تمام معلومات انہیں بہم پہنچائیں۔ اور بعد میں میرا یہ رقعہ انہیں دے دینا۔

جب امام شعبیؒ دمشق پہنچے تو سب سے پہلے خلیفتہ المسلمین عبدالمالک بن مروان سے ملاقات کی روم کے متعلق اپنے مشاہدات اور تاثرات بیان کیے خلیفتہ المسلمین نے جو سوالات کیے ان کا تسلی بخش جواب

دیا۔ جب واپس جانے کے لیے اٹھے تو فرمایا۔

شاہ روم نے آپکے لیے یہ خط دیا تھا وہ امیرالمومنین کو پکڑایا اور چل دیئے۔

جب خلیفتہ المسلمین نے خط پڑھا تو اپنے دربان سے کہا امام شعبیؒ کو میرے پاس بلا کر لاؤ وہ واپس دربار میں آئے خلیفہ نے پوچھا کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس خط میں کیا لکھا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا' نہیں مجھے کچھ معلوم نہیں کہ اس خط کے مندرجات کیا ہیں۔

خلیفہ عبدالمالک بن مروان نے کہا شاہ روم نے مجھے اس خط میں لکھا ہے۔ عرب قوم پر مجھے بڑا تعجب ہے جس نے اس عظیم نوجوان کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا بادشاہ بنایا ہے۔

امام شعبیؒ نے فورا جواب دیا۔ امیرالمومنین اس نے یہ بات اس لیے لکھ دی کہ اس نے آپ کو دیکھا نہیں اگر آپکو دیکھا ہوتا تو وہ قطعا یہ بات تحریر نہ کرتا خلیفہ عبدالملک نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ شاہ روم نے یہ کیوں لکھا۔ آپ نے فرمایا نہیں۔

خلیفہ عبدالملک نے کہا: یہ بات اس نے حاسدانہ جذبے سے لکھی ہے اس نے یہ شیطانی انداز اختیار کر کے مجھے آپ کو قتل کرنے پر برانگیختہ کیا ہے۔ اور اس نے آپ جیسے ذہین و فطین سپوت سے امت مسلمہ کو محروم کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ جب یہ بات شاہ روم تک پہنچی وہ بے ساختہ پکار اٹھا کہ اس قوم پر غالب نہیں آیا جا سکتا جس کا خلیفہ اس قدر ذہین

وفطین ہے۔

بخدا میرا یہی ارادہ تھا جو خلیفتہ المسلمین کے ذہن میں آیا۔

○

امام شعبی کا اپنے دور کے چار بڑے علماء میں شمار ہونے لگا۔ امام زہری فرمایا کرتے تھے۔ اس دور کے علماء چار ہیں۔

۱۔ مدینہ میں سعید بن مسیبؒ۔

۲۔ کوفہ میں عامر بن شراحیل الشعبیؒ۔

۳۔ بصرہ میں حسن بصریؒ

۴۔ شام میں مکحولؒ۔

امام شعبی علیہ الرحمہ کی تواضع اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی انہیں شیخ یا عالم کے لقب سے پکارتا تو آپ شرمندگی محسوس کرتے ایک شخص نے آپ سے کہا: عالم بےمثال فقیہہ بے بدل مجھے یہ مسئلہ تو بتا دیں۔

آپ نے القابات سن کر فرمایا' کہ آپ مجھے اتنا نہ بڑھایا کریں' اور فرمایا: فقیہہ اسے کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے پرہیز کرے' عالم وہ ہے جو اللہ سے ڈرے' اور میں اس مقام پر کہاں۔ اس نے ایک اور مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا' اس کے متعلق امیرالمومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ موقف ہے۔

سائل نے کہا: جناب آپ کی اس مسئلے کے متعلق کیا رائے ہے۔

آپ شرماتے ہوئے مسکرائے اور فرمایا۔

جب آپ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال سن لیے۔ وہاں میری رائے یا قول سن کر کیا کرو گے۔

○

امام شعبیؒ علیہ الرحمہ شریف الطبع اور خوش اخلاق تھے وہ جھگڑے کو قطعی ناپسند کرتے تھے اور ہمیشہ فضول باتوں سے اجتناب کیا کرتے تھے ایک دن آپ کے کسی ساتھی نے پوچھا۔

اے ابو عمرو (یہ امام شعبیؒ کی کنیت ہے) ان دو اشخاص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جن کے متعلق لوگ آج گھر گھر باتیں کر رہے ہیں۔

فرمایا: ان دو اشخاص سے آپ کی مراد کون ہیں؟

اس نے کہا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

آپ نے فرمایا: یہ دونوں میری آنکھوں کے تارے اور سر کے تاج دونوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں' دونوں کی تعظیم میرے دل میں پائی جاتی ہے۔ دونوں امت کے محسن ہیں' دونوں جنتی ہیں' دونوں شاہ امم سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منظور نظر تھے' پھر فرمایا: اللہ کی قسم میں قیامت کے دن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی فرق کرنے والے کے روپ میں پیش نہیں ہونا چاہتا۔

○

حضرت امام شعبیؒ علیہ الرحمہ علم و دانش اور حلم و خوش طبعی کے پیکر تھے ' ایک شخص نے ایک مرتبہ انہیں گندی گالی دی اور آپکے خلاف ہرزہ سرائی کی اور بہت ہی بیہودہ باتیں کیں۔ آپ نے اپنے خلاف باتیں سن کر اس سے زیادہ کچھ نہ کہا: بھائی اگر آپ میری عیب جوئی میں سچے ہیں تو اللہ مجھے بخش دے اور اگر آپ جھوٹے ہیں تو اللہ تجھے معاف کر دے۔

امام شعبیؒ علیہ الرحمہ اپنے اعلیٰ مرتبے اور رفعت شان کے باوجود علم و معرفت اور حکمت و دانائی کی بات کسی معمولی آدمی سے بھی سنتے تو اس سے اخذ کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کیا کرتے تھے۔

ایک بدوی آپکی مجلس میں بقاعدگی سے آیا کرتا تھا' لیکن ہمیشہ خاموش بیٹھا رہتا۔ ایک روز امام شعبیؒ نے اس سے پوچھا۔

کیا آپ بولتے نہیں؟

اس نے کہا: میں خاموش رہوں تو محفوظ رہتا ہوں سنتا ہوں تو علم حاصل کرتا ہوں اور ساتھ ہی کہا۔

ان حظ المرء من اذنه يعود عليه

واما حظه من لسانه فيعود على غيره

امام شعبیؒ زندگی بھر بدوی کی اس عارفانہ بات کو بار بار دھرایا کرتے اور لطف اٹھاتے رہے۔

○

امام شعبی علیہ الرحمہ دوران گفتگو اس قدر فصاحت و بلاغت سے بولتے کہ کم ہی فصیح و بلیغ اس مرتبے کے ہوئے ہیں۔

بطور نمونہ آپکی یہ بات ملاحظہ کریں۔

چند افراد کو عراق و ایران کے گورنر عمر بن ہبیرہ فزاری نے گرفتار کر لیا جب امام شعبی علیہ الرحمہ کو ان کی گرفتاری کا پتہ چلا تو فرمایا:

ایھا الامیر ان کنت حبستھم بالباطل فالحق یخرجھم وان کنت حبستھم بالحق فالعفو لیسعھم

جناب گورنر اگر آپ نے انہیں ناحق قید کیا ہے تو اللہ انہیں رہائی دے گا او اگر آپ نے برحق قید کیا ہے تو معافی اور درگذر ان پہ سایہ فگن ہونی چاہیئے۔ گورنر کو یہ انداز گفتگو اس قدر پسند آیا' کہ آپ کی عزت و تکریم کرتے ہوئے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔

○

امام شعبی علیہ الرحمہ دین و علم میں کمال مرتبہ و عظمت کے باوجود شفاف روح اور شیریں و لطیف مزاحیہ طبیعت کے مالک تھے۔ جب کوئی مزاح کا موقع آتا تو اسے اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ آپ ایک روز اپنی بیگم کے پاس بیٹھے گھریلو باتیں کر رہے تھے۔ ایک شخص نے ان کے پاس آکر

پوچھا تم میں امام شعبی کون ہے؟ آپ نے بیوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

امام شعبی یہ بیٹھی ہے یہ کہا اور ہنس دیئے ایک روز ایک شخص نے آپ سے پوچھا۔

ابلیس کی بیوی کا نام کیا ہے؟

آپ نے برجستہ جواب دیا کہ میں ابلیس کی شادی میں شریک نہیں ہوا تھا۔

امام شعبی علیہ الرحمہ اپنے متعلق ارشاد فرماتے ہیں جس چیز کو لوگ مشتاقانہ نگاہوں سے دیکھتے ہیں میں نے کبھی اس چیز کو للچائی ہوئی نظروں سے نہیں دیکھا میں نے زندگی بھر کبھی کوئی غلام اپنے پاس نہیں رکھا اور جو بھی میرا رشتہ دار مقروض فوت ہوا میں نے اس کا قرض ضرور ادا کیا۔

○

امام شعبی علیہ الرحمہ نے اسی سال سے زائد عمر پائی جب اپنے رب کو پیارے ہوئے۔ اور آپ کی وفات حسرت آیات کی خبر حضرت حسن بصری کو پہنچی تو وہ بے اختیار پکار اٹھے۔

اللہ اس پر رحم فرمائے وہ بڑے جید عالم' بڑے خوش اخلاق اور حلیم الطبع اور دین و ایمان کے اعتبار سے عظیم مرتبہ پر فائز تھے۔

امام شعبی علیہ الرحمہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الطبقات الکبریٰ	۲۴۷/۶
۲۔ تاریخ بغداد	۲۲۷/۱۲
۳۔ تہذیب التہذیب	۶۵/۵
۴۔ حلیۃ الاولیاء	۳۱۰/۴
۵۔ صفۃ الصفوۃ	۷۵/۳
۶۔ وفیات الاعیان	۱۲/۳
۷۔ شرح المقامات شریشی	۲۳۵/۶
۸۔ المعارف ابن قتیبہ	۲۴۹
۹۔ التہذیب ابن عساکر	۱۴۸/۷
۱۰۔ سمط اللآلی	۷۵۱

(۱۴)

حضرت سلمہ بن دینار رضی اللہ عنہ

(عرف ابو حازم الاعرج)

میں نے
حکمت و دانش میں ابو حازم سے
بڑھ کر کوئی نہ دیکھا

عبد الرحمان بن زید

۹۷ء ہجری کو خلیفتہ المسلمین سلیمان بن عبدالملک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے دیار مقدسہ کی زیارت کے لیے کمربستہ ہوئے اور شاہی قافلہ کی سواریاں دارالحکومت سے تیز قدم اٹھاتی ہوئی مدینہ منورہ کی طرف رواں دواں ہوئیں' انکے دل میں مسجد نبوی میں نماز پڑھنے اور روضہ رسول علیہ السلام پر ورود سلام کا ہدیہ پیش کرنے کا شوق موجزن تھا۔ اس شاہی قافلے میں قراء' محدثین' فقہاء' علماء' گورنز اور جرنیل شامل تھے۔ جب خلیفہ المسلمین کا ورود مسعود مدینہ منورہ میں ہوا تو عمائدین مدینہ انہیں خوش آمدید کہنے کے لیے مشتاقانہ انداز میں ان کے پاس آئے' لیکن فقیہہ مدینہ خوش آمدید کہنے والوں میں شامل نہ تھا۔

O

خلیفتہ المسلمین سلیمان بن عبدالملک جب خوش آمدید کہنے والوں کے استقبال سے فارغ ہوا تو اپنے چند ہم نشینوں سے مخاطب ہوا۔ فرمایا' میری بات غور سے سنو۔

معدنیات کی طرح انسانی دل بھی زنگ آلود ہو جاتے ہیں دلوں کا زنگ اتارنے کے لیے ضروری ہے کہ گاہے بگاہے کوئی صاحب دل دلسوز انداز میں وعظ و نصیحت کرتا رہے حاشیہ نشینوں نے بیک زبان ہو کر کہا: امیر المومنین درست فرمایا آپ نے۔

خلیفہ المسلمین نے پوچھا' کیا مدینہ منورہ میں کوئی ایسا خوش نصیب ہے جس نے اصحاب رسول علیہ السلام کو دیکھا ہو تاکہ ہم اس کے وعظ و

نصیحت سے اپنے دلوں کی اجڑی بستیاں آباد کر سکیں' اور اپنے خزاں رسیدہ دلوں کو بہار آشنا کر سکیں۔

حاضرین نے بتایا امیر المؤمنین یہاں ابو حازم اعرج رہتے ہیں فرمایا: ابو حازم اعرج کون ہے؟

حاضرین نے کہا: وہ مدینے کا فقیہہ قاضی' مفتی اور ایسا تابعی ہے جسے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے' خلیفہ نے کہا اس عظیم المرتبت شخصیت کو ادب و احترام سے ہمارے پاس لاؤ۔ چند احباب ان کی طرف گئے اور انہیں خلیفہ کے پاس بلا لائے خلیفتہ المسلمین نے انہیں خوش آمدید کہا اور محبت سے اپنے پاس بٹھایا' اور پوچھا ابو حازم یہ بے وفائی کیسی ہے؟

فرمایا: امیر المؤمنین خدا خیر کرے آپ نے میری طرف سے کون سی بے وفائی دیکھی ہے؟

خلیفہ نے کہا: مدینہ کے تمام باسی میری ملاقات کے لیے آئے لیکن آپ نہ آئے۔ فرمایا امیر المؤمنین بے وفائی دوستی' محبت اور آشنائی کے بعد ہوا کرتی ہے' لیکن آپ آج سے پہلے مجھے جانتے نہ تھے' اور نہ ہی میں نے کبھی آپ کو دیکھا تھا۔ تو پھر بے وفائی مجھ سے کیسے سرزد ہو گئی؟

خلیفہ نے اپنے ہم نشینوں سے کہا: دیکھا ابو حازم کا استدلال اسے کہتے ہیں علمی استعداد' حاضر دماغی اور بیدار مغزی۔

پھر ابو حازم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

ابو حازم میرے دل میں بہت اہم سوالات گردش کر رہے ہیں آپ سے ان کا تسلی بخش جواب چاہتا ہوں فرمایا: امیرالمومنین سوال کیجئے درست جواب سمجھانے کی اللہ تعالی توفیق دے گا۔

خلیفہ نے پوچھا: ابو حازم ہم موت سے کیوں گھبراتے ہیں؟

فرمایا: ہم نے اپنی دنیا کو آباد کر لیا اور اپنی آخرت برباد کر لی لہذا ہم آبادی سے ویرانے کی طرف جاتے ہوئے گھبراتے ہیں۔

خلیفہ نے کہا بہت خوب آپ نے بالکل درست فرمایا خلیفہ نے پوچھا ابو حازم کاش مجھے علم ہو جائے کہ آخرت میں اللہ تعالی نے میرے لیے کیا رکھا ہے؟

فرمایا اپنا عمل اللہ کی کتاب پر پیش کرو اس کا جواب پالو گے۔

پوچھا کتاب اللہ میں اس کا جواب کہاں ملے گا۔

فرمایا: اس کا جواب درج ذیل آیت کریمہ میں موجود ہے۔

ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم

بلاشبہ نیک جنت میں ہونگے اور فاجر جہنم میں۔

خلیفہ نے پوچھا اللہ کی رحمت کہاں پائی جاتی ہے؟

ابو حازم نے کہا: اللہ کی رحمت محسنوں کے قریب ہے۔

خلیفہ نے کہا: کاش مجھے معلوم ہو جائے کہ قیامت کے روز اللہ تعالی کے ہاں حاضری کیسے رہے گی؟

ابو حازم نے کہا: نیک انسان اس شخص کی طرح دربار الہی میں حاضر

ہو گا' جو چند دن گھر سے غیر حاضر رہا ہو اور پھر وہ راضی خوشی اپنے گھر لوٹ آتا ہے' اور گنہگار اس بھگوڑے غلام کی طرح ہو گا جسے ہانک کر اس کے آقا کی طرف لایا جاتا ہے خلیفہ یہ بات سن کر زارو قطار رونے لگا یہاں تک کہ اس کی ہچکی بندھ گئی۔

پھر کہا: ابو حازم ہماری اصلاح کیسے ہو گی؟

فرمایا: تکبر چھوڑ دو اور عاجزی و انکساری کو اپنالو۔

خلیفہ نے پوچھا: مال و دولت میں تقویٰ کیسے اختیار کیا جائے؟

ابو حازم نے کہا: مال و دولت مین تقویٰ اختیار کرنے کی صورت یہ ہے۔

- اپنا حق وصول کرو۔
- حق داروں پر مال خرچ کرو۔
- رعایا پر عدل و انصاف سے خرچ کرو۔

اور مساوات کو اپناؤ۔

خلیفہ نے کہا: ابو حازم مجھے یہ بتائیں لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ فرمایا: باضمیر' خودار اور پرہیز گار شخص۔

خلیفہ نے کہا: ابو حازم سب سے زیادہ انصاف پر مبنی بات کون سی ہے؟

فرمایا: وہ حق و صداقت کی بات جو ایک شخص اس کے سامنے بھی بر ملا کہہ دیتا ہے جس سے وہ ڈرتا ہے اور اس کے سامنے بھی جس سے وہ محبت

کرتا ہے۔

خلیفہ نے پوچھا: ابو حازم کون سی دعا جلد قبول ہوتی ہے فرمایا نیک کی دعا نیکوں کے حق میں۔

خلیفہ نے پوچھا کون سا صدقہ افضل ہے؟

فرمایا: ایک غریب، مفلس اور کنگال آدمی محنت سے کما کر کسی حاجتمند کی ضرورت کو پورا کرے اور پھر نہ اسے کبھی کوئی تکلیف دے اور نہ ہی احسان جتلائے یہ اس غریب کی طرف سے افضل صدقہ ہو گا۔

خلیفہ نے پوچھا: ابو حازم لوگوں میں عقلمند انسان کون ہے؟

فرمایا: جو شخص اللہ تعالی کی اطاعت کرے اللہ کے احکامات پر عمل کرے اور دوسرے لوگوں کی اس طرف راہنمائی کرے۔

خلیفہ نے پوچھا: ابو حازم لوگوں میں سب سے زیادہ احمق کون ہے؟

فرمایا: اپنے دوست کی خواہش کے مطابق زندگی بسر کرے گویا اس نے اپنی آخرت کو دوسرے کی دنیا کا خاطر برباد کر دیا۔

میرے نزدیک ایسا شخص سب سے بڑا احمق ہے۔

خلیفہ نے دریافت کیا ابو حازم کیا آپ ہمارے ساتھ رہنا پسند کریں گے آپ ہم سے فائدہ اٹھائیں اور ہم آپ سے فائدہ اٹھائیں گے۔

فرمایا: امیر المئومنین ہر گز نہیں میں اپنے ہی حال میں رہنا پسند کروں گا بادشاہوں کی مصاحبت و رفاقت مجھے پسند نہیں۔

خلیفہ نے پوچھا آخر کیوں؟

فرمایا مجھے اندیشہ ہے' اگر میں نے آپ پر تھوڑا سا بھی اعتماد کر لیا تو اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت کا ہاتھ مجھ سے پیچھے ہٹا لیں گے اور اس طرح میں دنیا کی مشقت اور آخرت کے عذاب کا تختہ مشق بن جاؤں گا۔

خلیفہ نے کہا: ابو حازم کوئی اپنی ضرورت ہمیں بتائیں آپ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔

خلفیہ نے دوبارہ کہا ابو حازم کچھ تو ارشاد فرمائیں ہم آپ کے کام آنا چاہتے ہیں اور آپ کی خدمت بجالانا اپنے لیے سعادت گردانتے ہیں۔ جب خلیفہ نے بہت زیادہ اصرار کیا تو ارشاد فرمایا' میری ضرورت یہ ہے کہ آپ مجھے جہنم سے بچالیں' اور جنت میں داخل کر دیں۔

خلیفہ نے کہا: ابو حازم یہ تو میرے بس میں نہیں۔

ابو حازم نے کہا: امیرالمؤمنین اس کے علاوہ میری کوئی ضرورت نہیں۔

خلیفہ نے کہا: ابو حازم میرے لیے دعا کریں۔

ابو حازم نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہا:

الٰہی تیرا بندہ سلیمان اگر تیرے دوستوں میں سے ہے تو اسے دنیا و آخرت کی بھلائی عطا کر اگر یہ تیرے دشمنوں سے ہے تو اس کی اصلاح کر اسے اس راستے پر چلا جو تیرا پسندیدہ راستہ ہے حاضرین میں سے ایک نے کہا: جب سے امیرالمؤمنین کے پاس بیٹھے باتیں کر رہے ہو۔ یہ بات تم نے سب سے بری کہی ہے تم نے امیرالمؤمنین کو اللہ کا دشمن کہہ کر انہیں

تکلیف دی ہے۔ ابو حازم بولے عقل کے اندھے کیسی بری بات اپنی زبان پر لا رہے ہو۔ اللہ نے علماء سے یہ عہد و پیمان لیا ہے' کہ وہ حق بات برملا کہتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو حکم دیا۔

لتبیننه للناس ولا تکتمونه

یاد رکھو علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

پھر خلیفہ کی طرف دیکھا اور فرمایا:

امیر المؤمنین وہ لوگ جو ہم سے پہلے ہو گزرے ہیں وہ اس وقت تک صحیح راستے پر گامزن رہے جب تک حکمران علماء کے پاس علم' عمل اور تقویٰ حاصل کرنے کے لیے دلی شوق و رغبت کے ساتھ حاضر ہوتے رہے۔ پھر ایسے کمینے اور لالچی لوگ آئے جنہوں نے علم حاصل کیا۔ پھر حکمرانوں کے درباروں میں دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لیے جبین نیاز رگڑنے لگے۔

اس طرح حکمران علماء سے بیزار و بے نیاز ہو گئے ایسے علماء ذلیل وخوار ہوئے وہ بیک وقت حکمرانوں اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے گر گئے۔ اگر علماء حکمرانوں سے بے نیاز رہتے تو یقیناً حکمران ان کے علم و تقویٰ کی طرف رغبت کرتے۔ لیکن علماء نے حکمرانوں کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا جس سے وہ ان کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہو گئے۔

خلیفہ نے کہا: ابو حازم آپ بالکل سچ کہتے ہیں۔

ابو حازم مجھے اور وعظ و نصیحت کیجئے میں نے آج تک کوئی ایسا

شخص نہیں دیکھا جو آپ سے بڑھ کر حق و صداقت کی بات بر ملا کہنے والا ہو۔

فرمایا اگر آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے دلوں پر اچھی بات اثر کرتی ہے' تو جو کچھ اب تک میں کہہ چکا ہوں وہ کافی ہے اور اگر آپ کا شمار ان میں سے نہیں تو پھر میں خالی تیر چلانے کے حق میں نہیں۔

خلیفہ نے کہا: ابو حازم میں قسم دے کر کہتا ہوں آپ مجھے ضرور کوئی وصیت کریں۔

فرمایا' سنئے میں ایک مختصر وصیت کرتا ہوں۔

اپنے رب کی تعظیم کرو' اور یہ کوشش کرو کہ اللہ تجھے وہاں دیکھے جہاں رہنے کا حکم دیا ہے اور وہاں کبھی نہ دیکھے جہاں سے اس نے منع کیا ہے۔ پھر الوداعی سلام کہا اور چلے گئے۔

خلیفہ نے کہا: اے خیر خواہ عالم اللہ آپکو جزائے خیر عطا کرے۔

○

ابو حازم ابھی اپنے گھر پہنچے ہی تھے کہ امیر المومنین نے دیناروں سے بھری تھیلی بھیجی اور ساتھ ہی یہ تحریری پیغام بھی ارسال کیا۔ ابو حازم یہ رقم آپ کے خرچ کے لیے ہے اور اس جیسا مال میرے پاس بہت ہے آپ نے وہ تھیلی واپس بھیج دی اور ساتھ ہی یہ تحریر لکھ بھیجی۔

امیر المومنین: میں اللہ کے حضور پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ تیرے سوالات مذاق بن جائیں اور میرا جواب دینا باطل ٹھہرے۔

اے امیر المؤمنین: بخدا میں یہ آپ کے لیے پسند نہیں کرتا اپنے لیے کیسے پسند کر سکتا ہوں امیر المؤمنین اگر یہ دینار میری اس دینی گفتگو کے عوض دیئے گئے ہیں جو میں نے آج آپ سے کی ہے' تو میں اضطراری حالت میں مردار اور خنزیر کا گوشت اس سے کہیں زیادہ بہتر سمجھتا ہوں' اگر مسلمانوں کے بیت المال سے آپ نے میرا حق ادا کیا ہے' تو کیا آپ نے تمام مسلمانوں میں یہ حق برابر کا تقسیم کیا ہے؟

○

ابو حازم سلمہ بن دینار کا گھر علم حاصل کرنے والوں اور تربیت کی دلی رغبت رکھنے والوں کے لئے چشمہ رحمت بنا ہوا تھا وہاں اپنوں اور پراؤں سے یکساں سلوک روا رکھا جاتا۔ ایک دن عبد الرحمان بن جریر اپنے فرزند ارجمند کے ہمراہ ابو حازم کے پاس آئے۔ ادب و احترام سے بیٹھے سلام عرض کیا اور دنیا و آخرت کی بہتری کے لیے دعاگو ہوئے' آپ نے سلام کا جواب بڑے ہی احسن انداز میں دیا دونوں کو خوش آمدید کہا: پھر سلسلہ گفتگو جاری ہوا عبد الرحمان بن جریر نے ان سے کہا' ابو حازم دل کو بیدار رکھنے کا کیا طریقہ ہے؟

فرمایا: انسانی ضمیر اگر زندہ ہو تو کبیرہ گناہ سے اجتناب کا جذبہ دل میں موجزن ہوتا ہے۔

جب انسان گناہ ترک کرنے کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے تو اس کا دل خواب غفلت سے بیدار ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا: عبدالرحمان میری یہ بات کبھی نہ بھولنا دنیا کے قلیل مال و متاع نے آخرت کی کثیر نعمتوں سے ہمیں غافل کر رکھا ہے ہر وہ نعمت جو تجھے اللہ تعالی کے قریب نہ کر دے وہ بلاشبہ ایک عذاب ہے بیٹے نے سوال کیا: ہمارے مشائخ بہت ہیں ہم ان میں سے کس کی اقتداء کریں۔

فرمایا: بیٹا آپ اس شیخ کی اقتداء کریں جو دلی طور پر اللہ سے ڈرتا ہو اور کسی عیب میں ملوث ہونے سے بچتا ہو جس نے عنفوان شباب میں اپنی اصلاح کر لی ہو اور بڑھاپے تک برے کاموں سے بچنے کا مصمم ارادہ کر رکھا ہو۔

بیٹا یہ بات خوب اچھی طرح جان لیں ہر دن جس میں آفتاب طلوع ہوتا ہے طالب علم کے سینے میں دو جھگڑنے والوں کی طرح خواہشات اور علم کی کشمکش ہوتی ہے جس دن اس کا علم خواہشات پر غالب آجاتا ہے وہ دن اور لمحے اسکے لیے غنیمت ہوتے ہیں۔

اور جس دن اس کی خواہشات علم پر غالب آ جائیں تو وہ دن اس کے لیے نحوست اور نقصان کا ہوتا ہے عبد الرحمان بن جریر نے پوچھا ابو حازم آپ نے ہمیں اکثر و بیشتر اللہ کا شکر بجالانے کی تلقین کی مجھے یہ بتائیں شکر کی حقیقت کیا ہے؟

فرمایا ہمارے جسم کے تمام اعضاء اللہ تعالی کی نعمت ہیں لہذا ہر نعمت عضو کا شکر کرنا ہم پر واجب ہے۔

عبد الرحمان نے پوچھا: نعمت کا شکر کیا ہے؟

فرمایا: اگر اپنی آنکھوں سے کوئی خیر و بھلائی دیکھو اس کا اظہار کرو اور اگر کوئی برائی دیکھو تو اسے چھپاؤ یہی آنکھوں کی نعمت کا شکر ہے۔

عبد الرحمان نے پوچھا: نعمت کان کا شکر کیا ہے؟

فرمایا: اپنے کان سے کوئی کلمتہ خیر سنو اسے یاد رکھو اور اگر بری بات سنو تو اسے بھلا دو۔

عبد الرحمان نے پوچھا: ہاتھوں کی نعمت کا شکر کیا ہے؟

فرمایا: ہاتھوں سے وہ چیز نہ پکڑو جو تیری نہیں اور نہ ہی ان کے ذریعے کسی کا حق مارو۔

عبد الرحمان میری یہ بات یاد رکھو جو صرف زبان سے شکر ادا کرتا ہے اور اس کے ساتھ اپنے دل اور جسمانی اعضاء کو شریک نہیں کرتا اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو لباس پکڑ کر کھڑا رہے اور اسے زیب تن نہ کرے بلاشبہ یہ لباس بغیر پہنے اسے گرمی یا سردی سے بچا نہیں سکتا۔

○

ایک دفعہ ابو حازم سلمتہ بن دینار راہ خدا میں جذبہ جہاد سے سرشار سرزمین روم کی طرف جانے والے لشکر اسلام کے ہمراہ چلے جب یہ لشکر سفر کی آخری منزل پر پہنچا تو دشمن سے نبرد آزما ہونے سے پہلے کچھ دیر ستانے اور آرام کرنے کے لیے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ لشکر کا جرنیل بنو امیہ میں سے تھا اس نے ابو حازم کو بلانے کے لیے ایک قاصد بھیجا۔ اس نے آکر پیغام دیا کہ امیر لشکر آپ کو بلاتے ہیں تاکہ آپ ان سے اہم مسائل پر گفتگو کریں اور

بعض پیچیدہ مسائل انہیں سمجھائیں آپ نے امیر لشکر کو تحریری جواب دیا:
لکھتے ہیں امیر لشکر میں نے اہل علم کو دنیا کی طرف اپنا دین اور علم اٹھا کر لے جاتے ہوئے نہیں دیکھا کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں پہلا ایسا بد نصیب کہلاؤں؟

اگر آپ کو ضرورت ہے تو مجھے بلانے کی بجائے خود چل کر میرے پاس تشریف لائیے۔

جب امیر لشکر نے خط پڑھا تو خود چل کر ان کے پاس آئے سلام کہا اور بلند درجات کی دعا دی' اور کہا ابو حازم آپکی تحریر نے ہمارے دلوں میں ہلچل مچادی' اس نے آپ کی عزت و احترام کو دو بالا کر دیا' اور ہمارے دلوں پر آپ کے رعب و دبدبہ کی دھاک بیٹھ گئی۔ اور ہم باادب آپ کے حضور چلے آئے اللہ آپ کا بھلا کرے ہمیں وعظ و نصیحت کیجئے

آپ نے جی بھر کر انہیں وعظ و نصیحت سے نوازا۔

پند و نصائح میں ایک جملہ یہ بھی تھا آخرت میں جس چیز کی دستیابی اور وابستگی چاہتے ہو۔ اسے خوب ذہن نشین کر لو پھر دنیا میں حریص بن کر اس کے حصول کے لیے کوشاں رہو امیر لشکر اس بات کو خوب اچھی طرح جان لو۔ اگر آپ پر باطل جھوٹ اور ناحق غالب آگیا' تو جھوٹے اور منافق لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہو جائیں گے اور اگر حق وصداقت آپ کے ہاں مرغوب ہوں تو نیک دل اور اہل خیر آپ کے اردگرد جمع ہوں گے اور وہ صدق دل سے آپ کے معاون بنیں گے اب آپ کے لیے جو پسند ہو وہ

اختیار کر لیجئے۔

O

جب ابو حازم سلمتہ بن دینار کی موت کا وقت قریب آیا آپ کے قریبی ساتھیوں نے پوچھا ابو حازم ان نازک لمحات میں کیا محسوس کرتے ہو۔

فرمایا: اگر ہم اس شر سے بچ جائیں جس کا ارتکاب دنیا میں کیا' تو وہ شر ہمیں کوئی نقصان نہیں دے گا جو ہم سے لپیٹ لیا گیا' پھر یہ آیت کریمہ تلاوت کی ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمان ودا۔ یقیناً جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور عمل صالح کر رہے ہیں عنقریب رحمان ان کے لیے دلوں میں محبت پیدا کر دے گا۔

یہ آیت بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

حضرت ابو حازم سلمتہ بن دینار کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ طبقات خلیفہ ۲۶۴

۲۔ تاریخ بخاری ۷۸/۴

۳۔ التاریخ الصغیر ۴۷/۲

۴۔ الجرح و التعدیل ۱۵۹/۴

۵۔ حلیۃ الاولیاء ۲۲۹/۳

۶۔ تہذیب التہذیب ۱۴۳/۴

۷۔ تہذیب ابن عساکر ۲۱۶/۶۔ ۲۲۸

۸۔ خلاصہ تذہیب الکمال ۱۷

(۱۴)

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ
فتویٰ دیا کرتے تھے جب کہ صحابہ
کرام ابھی بقید حیات تھے۔
مؤرخین

امیر المؤمنین عبد الملک بن مروان نے حج بیت اللہ' مدینہ منورہ کی زیارت اور روضہ رسول علیہ السلام پر درود و سلام کا نذرانہ پیش کرنے کا ارادہ کیا۔ جب ماہ ذی القعدہ کا آغاز ہوا تو امیر المؤمنین بنو امیہ کے معزز سرداروں ' اعیان حکومت اور چند شہزادوں کے جلو میں سر زمین حجاز کی طرف روانہ ہوا پہلے مرحلے پر یہ قافلہ دمشق سے سوئے مدینہ خراماں خراماں عازم سفر ہوا' یہ شاہی قافلہ جب کسی منزل پر پڑاؤ کرتا خیمے نصب کر دیئے جاتے۔ بستر بچھا دیئے جاتے علم کی محفلیں منعقد کی جاتیں' تاکہ دینی لحاظ سے فہم و فراست میں اضافہ ہو' اور دلوں کو حکمت و دانش کے انوار سے روشن کیا جائے۔

○

امیر المؤمنین نے مدینہ منورہ پہنچتے ہی حرم نبوی کا ارادہ کیا اور سید المرسلین شفیع المذنبین' خاتم النبیین ' رحمتہ اللعالمین ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری دے کر درود و سلام کا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جس سے انہیں اطمینان سرور اور دلی ٹھنڈک نصیب ہوئی اور مدینہ منورہ میں زیادہ دیر تک قیام کرنے کا ارادہ کیا۔

○

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران ان علمی حلقوں نے انہیں بہت

زیادہ متاثر کیا۔ جن سے مسجد نبوی ان دنوں آباد تھی۔ اور عظیم المرتبت تابعین میں سے نابغہ عصر علماء ان حلقوں میں اس طرح چمکتے دمکتے دیکھائی دیتے تھے جس طرح آسمان پر تارے جگمگاتے ہیں۔

وہ دیکھو حضرت عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا علمی حلقہ حصول علم و دانش میں مشغول ہے۔ یہ دیکھو حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا علمی حلقہ مصروف علم و عمل ہے ادھر دیکھو حضرت عبد اللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ اپنے علمی حلقے میں مشکل مسائل کے حل کرنے میں منہمک دیکھائی دیتے ہیں کیسا دلفریب منظر ہے' کیسا دلنشین ماحول ہے جی چاہتا ہے کہ اس ماحول میں گم ہو جائیں۔ اور یہاں سے باہر نکلنے کو کوئی راستہ دیکھائی نہ دے۔

○

ایک دن امیر المئومنین دوپہر کو سو کر اٹھے' طبیعت قدرے ناساز تھی' دربان کو آواز دی ارے میسرۃ اس نے کہا حاضر امیر المئومنین۔

فرمایا: ابھی مسجد نبوی میں جاؤ اور کسی جید عالم کو بلاؤ تا کہ وہ علمی حکایات سنا کر ہمارا دل بہلائے۔

○

میسرہ شاہی حکم پا کر سیدھا مسجد نبوی کی طرف گیا وہاں پہنچ کر نظر دوڑائی تو اسے صرف ایک ہی علمی حلقہ دیکھائی دیا جس کے وسط میں ایک باوقار' بارعب شخص عالمانہ شان و شوکت کے ساتھ علمی گتھیاں سلجھا رہا تھا

اور شاگرد ادب و احترام اور مکمل سکوت کے ساتھ بیٹھے استاذ کے منہ سے نکلنے والے قیمتی الفاظ اپنے دلوں میں محفوظ کر رہے تھے شیخ کی عمر ساٹھ سال سے قدرے زائد معلوم ہو رہی تھی اس نے علمی حلقے سے قدرے دور کھڑے ہو کر اس بزرگ کو انگلی سے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا شیخ نے اس کی طرف نہ جھانکا اور نہ ہی اس کی کوئی پرواہ کی شاہی دربان نے قدرے قریب ہو کر کہا: کہ تمہیں میں اشارے سے اپنی طرف بلا رہا ہوں۔

فرمایا مجھے؟

کہا: ہاں اور کسے۔

فرمایا کیا کام ہے؟

دربان نے کہا امیر المؤمنین نیند سے بیدار ہوئے تو مجھے حکم دیا۔ جو کوئی اس وقت تجھے داستان گو نظر آئے اسے میرے پاس بلاؤ:

شیخ نے فرمایا جاؤ میاں میں اس کا کوئی بھاٹ نہیں ہوں۔

سرکاری دربان میسرہ نے کہا: امیر المؤمنین کو ایک ایسا شخص درکار ہے۔ جو اس کے پاس بیٹھ کر عالمانہ گفتگو کرے۔

شیخ نے کہا: جسے کوئی طلب ہو وہ خود چل کر آتا ہے مسجد نبوی میں یہ علمی حلقہ بہت کشادہ دامن ہے۔ اس میں اگر وہ سائل بن کر شامل ہونا چاہے تو صد بسم اللہ چشم ما روشن دل ماشاد علم حاصل کرنے کے لیے چل کر آیا جاتا ہے علم خود چل کر نہیں جایا کرتا۔ دربان یہ باتیں سن کر واپس پلٹا اور امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہو کر مکمل روئیداد سنادی یہ تلخ روئیداد

سن کر خلیفہ عبد الملک بن مروان غصے سے تلملا اٹھا۔

جست لگا کر یہ کہتے ہوئے یکدم کھڑا ہوا یقیناً وہ سعید بن مسیب ہو گا کاش تو اس کے پاس نہ جاتا کاش تو اس سے بات نہ کرتا۔ اس سے ہماری سبکی ہوئی ہے جب خلیفۃ المسلمین دیوان سے اٹھ کر آرام کے لیے اپنے حرم خانہ میں چلے گئے' تو چھوٹے شہزادے نے اپنے بڑے بھائی سے پوچھا وہ کون شخص ہے جو ابا حضور کے سامنے اکڑتا ہے' ان کے پاس آنے اور ان کی مجلس میں بیٹھنے سے کنی کتراتا ہے' حالانکہ دنیا ان کے سامنے سر تسلیم خم کیے ہوئے اور شاہان روم ان کی ہیبت کے آگے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں' بڑے بھائی نے کہا یہ وہ شخص ہے جس سے ابا حضور نے تیرے بھائی ولید کے لیے ان کی بیٹی کا رشتہ مانگا تھا لیکن اس نے رشتہ دینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

شہزادے نے بڑے تعجب سے بڑبڑا کر پوچھا۔

کیا واقعی اس نے رشتہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اسے اور کیا چاہیئے تھا اس نے ایسے نوجوان کو ٹھکرا دیا جو امیر المؤمنین کے بعد مسند خلافت پر متمکن ہونے والا ہے' بڑا تعجب ہے اس کے اس ناعاقبت اندیشانہ فیصلے پر کیا اسے اس سے بھی بہتر کسی بر کی تلاش ہے' چراغ رخ زیبا لے کر ڈھونڈنے سے بھی ایسا خوش نصیب بر اُسے نہیں ملے گا: یا پھر وہ اپنی بیٹی کی شادی ہی نہیں کرنا چاہتا ہمیشہ اسے اپنے گھر بٹھائے رکھنا چاہتا ہے۔

بڑے بھائی نے چھوٹے شہزادے کی باتیں سن کر کہا: حقیقت حال کا

تو مجھے علم نہیں۔ پاس بیٹھے مدینے کے ایک باسی نے دونوں شہزادوں کی طرف دیکھا اور کہا: اگر اجازت ہو تو مکمل داستان بیان کروں۔ کیوں نہیں ضرور بیان کیجئے اس نے بتایا اس لڑکی کی شادی ایک غریب' مفلس اور کنگال نوجوان کے ساتھ طے پا گئی ہے اس کا نام ابو وداعہ ہے وہ میرا پڑوسی ہے' اس کی شادی کی داستان بھی بڑی دلچسپ ہے جو اس نے مجھے خود سنائی۔

ابو وداعہ نے مجھے بتایا کہ میں حصول علم کے لیے مسجد نبوی میں رہتا تھا۔ اور حضرت سعید بن مسیب کے علمی حلقے میں بڑے ذوق و شوق اور انہماک سے بیٹھا کرتا تھا' شیخ کے حلقے سے میں چند دن غیر حاضر رہا' استاذ کو مجھے وہاں حلقے میں نہ دیکھ کر اندیشہ ہوا کہ میں یا تو اچانک بیمار ہو گیا ہوں یا کوئی اور ناگہانی مجبوری لاحق ہو گئی ہے' میرے متعلق ساتھیوں سے پوچھا لیکن انہیں بھی میرے متعلق کوئی خبر نہ تھی۔

چند دنوں کے بعد جب میں واپس آیا آپ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے مجھے خوش آمدید کہا: اور فرمایا: ابو وداعہ اتنے دن کہاں رہے؟

میں نے عرض کی استاذ محترم میری بیوی فوت ہو گئی تھی اس لیے میں مصروف ہو گیا اور شریک درس نہ ہو سکا۔

آپ نے فرمایا: ابو وداعہ ہمیں بتایا ہوتا ہم آپ کے پاس غمخواری کے لیے آتے اور اس کے جنازے میں شریک ہوتے میں نے کہا: اللہ آپ کو جزائے خیر عطا کرے میں جب گھر جانے کے لیے اٹھا۔ آپ نے فرمایا ابھی میرے پاس بیٹھئے جب تمام شاگرد اٹھ کر چلے گئے۔

آپ نے فرمایا: کیا ابھی تک نئی شادی کا ارادہ نہیں کیا میں نے
عرض کی: اللہ آپ کو خوش رکھے بھلا اب کون اپنی بیٹی مجھے دے گا: میں ایک
ایسا نوجوان ہوں جس کی پرورش یتیمی میں ہوئی، مسلسل مفلسی اور تنگدستی
میں زندگی کے دن پورے کر رہا ہوں میرے پاس دو یا تین درہم سے زیادہ
رقم بھی نہیں استاذ نے میری یہ داستان غم سن کر شفقت و محبت بھرے انداز
میں ارشاد فرمایا پریشان نہ ہوں میں اپنی لاڈلی بیٹی کی شادی تم سے کرتا ہوں
اپنے استاذ کے منہ سے یہ الفاظ سن کر میں انگشت بدنداں رہ گیا میں نے
شرماتے ہوئے کہا آپ ------ پھر قدرے جرات کر کے میں نے کہا:
استاذ محترم کیا آپ اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کریں گے حالانکہ آپ کو میرے
حالات کا اچھی طرح علم ہے فرمایا، ہمارے پاس جب کوئی ایسا شخص آتا ہے
جس کے دین اور اخلاق سے ہم راضی ہوں، تو اسے اپنا بنانے میں خوشی
محسوس کرتے ہیں، چونکہ میرے نزدیک دین و اخلاق کے لحاظ سے آپ بہت
بہتر ہیں اس لیے میں تجھے اپنا بیٹا بنانے میں خوشی محسوس کرتا ہوں، پھر آپ
نے مسجد میں موجود لوگوں کو اپنے پاس بلایا جب چند اشخاص آپ کے پاس آ
کر بیٹھ گئے تو آپ نے خطبہ نکاح پڑھ کر اپنی لاڈلی حسین و جمیل اور سلیقہ
شعار بیٹی کی شادی مجھ سے کردی، اور مہر صرف دو درھم مقرر کیا میں وہاں
سے اٹھا خوشی اور حیرت کے ملے جلے جذبات سے اپنے گھر کی طرف روانہ
ہوا مجھے کوئی پتہ نہیں چل رہا تھا کہ زبان سے کیا کہوں، کس طرح شکریہ ادا
کروں انہیں خیالات میں غلطاں و پیچاں اپنے گھر پہنچ گیا میرا اس دن روزہ

تھا وہ بھی مجھے یاد نہ رہا میں اپنے دل سے کہنے لگا ابو وداعہ تجھ پر افسوس تو نے یہ کیا کر دیا؟

اب کس سے قرض لو گے؟

کس سے مال طلب کرو گے؟

میں سارا دن اسی غم و اندوہ میں مبتلا رہا اور آنے والے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے پریشانی کے عالم میں سوچتا رہا یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہو گئی میں نے نماز ادا کی پھر کھانے کے لیے بیٹھا گھر میں روٹی اور زیتون کے تیل کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ میں نے ابھی ایک یا دو لقمے ہی لیے ہونگے کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے وہیں بیٹھے ہوئے پوچھا کون ہے؟

جواب ملا سعید دروازہ کھولو' یہ نام سن کر میں سوچنے لگا میرے جاننے والا سعید کون ہے بخدا حضرت سعید بن مسیب کی طرف میرا دھیان ہی نہیں گیا اور نہ ہی میرے تصور میں تھا کہ وہ بھی اس طرح اچانک میرے دروازے پر نمودار ہو سکتے ہیں کیونکہ گذشتہ چالیس سال کے عرصے میں وہ اپنے گھر اور مسجد نبوی کے علاوہ کہیں نہیں دیکھے گئے۔ میں نے دروازہ کھولا تو یہ دیکھ کر حیرت میں گم ہو گیا کہ سامنے حضرت سعید بن مسیب کھڑے ہیں۔ دل میں کھٹکا محسوس ہوا کہ شاید انہوں نے رائے بدل لی ہے۔

میں نے کہا: حضرت آپ نے پیغام بھیج دیا ہوتا تو میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔

فرمایا: ہرگز نہیں میں آج ایک ضروری کام کے لیے آیا ہوں۔

میں نے کہا: اللہ رحم کرے ایسا کون سا ضروری کام پڑ گیا؟

فرمایا: چونکہ میری بیٹی آج دوپہر سے تیری شرعی بیوی بن چکی ہے میں جانتا ہوں کہ گھر میں تیرا کوئی غمخوار نہیں اس لیے تیری بیوی کو چھوڑنے آیا ہوں۔

میں نے بڑبڑاتے ہوئے پوچھا میری بیوی کو آپ اپنے ہمراہ لے آئے ہیں۔

فرمایا: ہاں' میں نے چند قدم آگے بڑھ کر دیکھا۔ ایک دراز قد دوشیزہ ان کے پیچھے کھڑی ہے' پھر انہوں نے اپنی بیٹی کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا بیٹی اللہ کے نام اور اس کی برکت سے اپنے پیا کے گھر قدم رکھو بیٹی اپنے میاں کی عزت کرنا اور احترام سے پیش آنا جب اس نے شرماتے ہوئے میرے گھر کی دہلیز کی طرف قدم بڑھایا تو وہ لڑکھڑا گئی قریب تھا کہ زمین پر گر جاتی لیکن وہ سنبھل گئی' میں اس کے سامنے حیرت و استعجاب کی تصویر بنا کھڑا تھا۔ کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا کہ میں اس موقع پر کیا کہوں' بیوی کو چارپائی پر بٹھایا جلدی سے کھانے کا پیالہ اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا کہ کہیں بیوی کی نظر اس پر نہ پڑ جائے چونکہ اس میں روٹی اور زیتون کے تیل کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ میرے خیال میں آیا کہ اگر بیوی کی نظر اس سادہ اور معمولی سے کھانے پر پڑ گئی تو مجھے شرمندہ ہونا پڑے گا پھر میں نے مکان کی چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی انہوں نے گھبرا کر پوچھا کیا بات ہے؟

میں نے کہا: حضرت سعید بن مسیبؒ نے آج دوپہر اپنی بیٹی کا نکاح

مجھ سے کر دیا ہے' اب وہ اچانک میری بیوی کو اپنے ساتھ لے کر میرے گھر تشریف لے آئے اور اسے یہاں چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ ازراہ کرم چند خواتین کو میرے گھر بھیجو تاکہ وہ میری بیوی کے پاس بیٹھیں اور اس کا دل بہلائیں اور میں اپنی والدہ کو بلا لاؤں وہ یہاں سے قدرے دور رہتی ہے۔

پڑوسیوں میں سے ایک بڑھیا نے کہا: تیری عقل ٹھکانے ہے کیا کہہ رہے ہو کہ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی تجھ سے بیاہ دی ہے' اور پھر وہ خود ہی اپنی بیٹی کو چھوڑنے تیرے گھر آگئے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

انہوں نے تو شہزادہ ولید بن عبد الملک کو رشتہ دینے سے انکار کر دیا تھا یہ منہ اور مسور کی دال۔

میں نہیں مانتی یہ ہو ہی نہیں سکتا چہ نسبت خاک را بعالم پاک۔

ابو وداعہ نے کہا: بڑی بی تم مانو نہ مانو یہ ہو چکا ہے یقین نہیں آتا تو میرے گھر آکر دیکھ لو۔ مہ جبیں دلہن اب میرے آنگن میں جلوہ نما ہے میری یہ باتیں سن کر چند پڑوسی خواتین میرے گھر آئیں انہوں نے بچشم خود دیکھا تو حیران رہ گئیں اس نئی نویلی دلہن کے پاس بیٹھیں چہرے سے گھونگٹ اٹھایا تو حسن بے مثال کی جلوہ نمائی پہ ششدر ہوئیں۔

چہرہ کیا تھا جیسے مہتاب اس کے آنگن میں اترا آیا ہو خواتین نے اسے خوش آمدید کہا اس کے حسن و جمال کو رشک بھری نگاہوں سے دیکھا' اس کا دل بہلانے کے لیے باتیں کرنے لگیں۔

○

تھوڑی ہی دیر بعد میں اپنی امی جان کو اپنے گھر لے آیا جب اس نے میری بیوی کو دیکھا تو دل باغ باغ ہو گیا۔

فرمایا بیٹا اسے میرے ساتھ جانے دو یہ چند دن میرے گھر میں رہے گی پھر اسے دلہن کی طرح سجا کر تیرے پاس لاؤں گی اگر تو نے آج میری یہ بات نہ مانی تو میں تیرے ساتھ زندگی بھر کلام نہیں کروں گی۔ میں نے کہا امی جان جو آپ کا حکم ہو میں سر تسلیم خم کرتا ہوں میں اس سے سرمو بھی انحراف کی جرات نہیں کر سکتا۔ والدہ محترمہ نے اسے تین دن اپنے گھر میں رکھا پھر اسے دلہن کی طرح سجا کر میرے گھر لائی واقعی وہ حسن و جمال کی پیکر علم و عمل میں ممتاز قرآن و حدیث کی فظ اور خاوند کے حقوق کا خیال رکھنے والی سلیقہ شعار خاتون تھی اس کے ساتھ ہنسی خوشی کئی دن گذر گئے اس کے گھر والوں کی طرف سے اس دوران کوئی ملنے نہیں آیا۔

چند دنوں کے بعد مسجد نبوی میں شیخ محترم کے علمی حلقے میں شریک ہونے گیا' سلام عرض کیا آپ نے سلام کا صرف جواب دیا اور کوئی بات نہ کی جب علمی مجلس برخواست ہوئی تو کوئی وہاں باقی نہ رہا آپ نے فرمایا ابو وداعہ تیری بیگم کا کیا حال ہے؟

• میں نے کہا ہشاش بشاش خوش و خرم بالکل مطمئن۔

یہ سن کر شیخ خوش ہوئے اور فرمایا الحمد للہ چشم بددور۔

جب میں گھر جانے لگا تو آپ نے مجھے کافی رقم عنایت کی تا کہ ہم

میاں بیوی اسے گھریلو ضروریات میں صرف کریں۔

○

عبد المالک بن مروان کے بیٹے نے ایک روز حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا: یہ شخص بھی عجیب ہے' اس نے شاہی خاندان کو ٹھکرا دیا شہزادے کو پر کاہ کی حیثیت نہ دی اگر یہ رشتہ دے دیتا تو خود بھی عیش کرتا اور اس کی بیٹی بھی۔

اہل مدینہ میں ایک شخص نے کہا شہزادہ جان اس میں کون سی تعجب کی بات ہے۔

○ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ ایک ایسی عظیم شخصیت ہے جس نے اپنی دنیا کو آخرت کے لیے سواری بنا رکھا ہے۔

○ اس نے اپنے اور خاندان کے لیے باقی رہنے والی چیز کو فنا ہونے والی چیز کے بدلے خرید لیا ہے۔

بخدا اس نے امیر المؤمنین کے بیٹے کو اپنی بیٹی کا رشتہ دینے میں بخل نہیں کیا' اور نہ ہی یہ وجہ تھی کہ وہ شہزادے کو اچھا نہیں سمجھتا تھا بلکہ صرف اسے اپنی بیٹی کے دنیا کے فتنے میں مبتلا ہونے کا اندیشہ تھا۔

ایک ساتھی نے تعجب سے پوچھا: کیا تم امیر المؤمنین کو جواب دے کر اپنی بیٹی کا رشتہ ایک عام مسلمان کے ساتھ کر رہے ہو۔

فرمایا میری بیٹی میرے پاس امانت ہے میں اس کے حق میں ہمیشہ بہتر سوچتا ہوں۔

پوچھا وہ کیسے؟

فرمایا تمہارا کیا خیال ہے اگر میری بیٹی بنو امیہ کے محلات میں منتقل ہو جائے شاہی فاخرانہ لباس زیب تن کرنے لگے قیمتی سازو سامان زیر استعمال ہو' خدمت گذاری کے لیے کنیزیں اور نوکر چاکر ہمہ وقت اس کے سامنے اور دائیں بائیں دست بستہ کھڑے رہیں پھر وہ اپنے آپ کو رانی' خلیفہ کی بیگم اور خاتون اول تصور کرنے لگے۔ مجھے بتایئے ان رعنائیوں کے بعد اس کے دین کا کیا بنے گا؟

اہل شام میں سے ایک شخص نے کہا: کہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ ایک نابغہ روز گار' عالم' زاہد اور دنیا سے بالکل بے نیاز تھے۔

مدینے کے ایک باسی نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کبھی حق سے منحرف نہ ہوئے' وہ اکثر و بیشتر دن کو روزہ رکھتے اور رات کو عبادت میں مصروف رہتے آپ نے زندگی میں چالیس حج کیے' اور مسلسل چالیس برس تک مسجد نبوی میں باجماعت نماز ادا کی ہمیشہ پہلی صف اور تکبیر اولی میں شامل ہوئے۔

انہیں یہ مواقع میسر تھے کہ قریش کی جس خاتون سے بھی چاہیں شادی کر لیں لیکن انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو اپنی بیوی بنانے کے لیے تمام قریشی خواتین پر ترجیح دی اسے اپنی رفیقہ حیات منتخب کیا کہ خسر کے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گہرے تعلقات احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دسترس اور بارگاہ رسالت سے کسب فیض ان کے نزدیک وجہ

ترجیح تھے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات سے بھی علم حاصل کیا اور حضرت زید بن ثابت' حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے اکابر صحابہ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے' حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ سے کسب فیض کیا انکے اخلاق و اطوار اپنائے اور ان کے اوصاف و عادات سے آراستہ ہوئے وہ اس جملے کو بار بار دھرایا کرتے تھے "بندوں نے اللہ تعالی کی اطاعت سے اپنے آپ کو معزز بنایا اور اس کی نافرمانی سے ذلیل و خوار ہوئے"

O

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

●

۱۔ طبقات ابن سعد	۱۱۹/۵
۲۔ المعارف	۴۳۷
۳۔ حلیتہ الاولیاء	۱۶۱/۲
۴۔ تہذیب الاسماء و اللغات	۳۱۹/۱
۵۔ وفیات الاعیان	۳۷۵/۲

٦۔ تذکرۃ الحفاظ	۵۱/۱
۷۔ العبر	۱۱۰/۱
۸۔ النجوم الزاہرۃ	۲۲۸/۱
۹۔ شذرات الذہب	۱۰۲/۱

(۱۵)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اس وقت شہید کردیئے گئے جبکہ روئے زمین پر ہر کوئی ان کے علم کا محتاج تھا۔

(امام احمد بن حنبلؒ)

قوی الجثہ' بھرا ہوا جسم' بیدار مغز' زندہ دل' زود فہم' زیرک حسن اخلاق کا پیکر' محرمات و مکروہات سے دامن کش' ابھرتا ہوا چاق و چوبند کڑیل حبشی جوان اس کا سیاہ رنگ اور گھنگریالے بال اس کی ممتاز شخصیت میں کوئی رکاوٹ نہ تھے اور وہ تھا بھی بالکل نو عمر۔

○

اس حبشی النسل نوجوان نے اس بات کا اچھی طرح ادراک حاصل کر لیا تھا کہ علم ہی وہ مؤثر ذریعہ ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچا سکتا ہے اور تقوی ہی وہ ہموار راستہ ہے جو اسے جنت تک پہنچانے کا باعث بنے گا۔

اس نے تقوی کا ہتھیار اپنے دائیں ہاتھ میں لیا اور علم کا جھنڈا اپنے بائیں ہاتھ میں تھاما۔ دونوں کو نہایت مضبوطی سے پکڑا اور بغیر کسی کوتاہی کے زندگی کے کٹھن سفر پر رواں دواں ہوا۔

بچپن ہی سے لوگ اسے پورے انہماک سے کتاب پڑھتا ہوا یا مسجد کے ایک کونے میں دنیا و ما فیہا سے بے نیاز عبادت کرتا ہوا دیکھتے۔

یہ تھے اپنے دور میں مسلمانوں کے گل سر سبد حضرت سعید بن جبیر علیہ الرحمتہ۔

اللہ اس پر راضی اور وہ اللہ پر راضی۔

○

حضرت سعید بن جبیرؒ نے حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت عدی بن حاتم الطائیؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت ابو ہرہؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے علم حاصل کیا، ان کے علاوہ علم کے بحر بیکراں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے بھی زانوئے تلمذ طے کیے۔

○

حضرت سعید بن جبیرؒ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ سائے کی مانند چمٹے رہے، ان سے قرآن، تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ اور لغت کا علم حاصل کیا اور ان علوم میں کامل دسترس حاصل کی۔ یہاں تک کہ وہ علمی میدان میں اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہوئے، یہاں تک کہ اس دور کا کوئی فرد ایسا نہ تھا۔ جو ان کے علم کا محتاج نہ ہو انہوں نے خود بھی حصول علم و دانش کے لیے مختلف ممالک کا سفر اختیار کیا۔

تکمیل علم کے بعد کوفہ میں رہائش اختیار کی اور اہل کوفہ کے معلم اور امام بن گئے۔

○

رمضان میں نماز تراویح پڑھایا کرتے تھے' ایک رات حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے لہجے میں قرات کرتے دوسری رات حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا لہجہ اختیار کرتے' یہ متعدد قراتوں میں مہارت رکھتے تھے' جب اکیلے نماز پڑھتے تو بسا اوقات وجد میں آکر ایک ہی نماز میں پورا قرآن مجید ختم کر دیتے جب اس آیت پر گذر ہوتا۔

فسوف یعلمون اذ الاغلال فی آعناقھم و السلاسل یسحبون فی الحمیم ثم فی النار یسجرون

○ المؤمن ۷۱

ترجمہ: عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا جب طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں جن سے پکڑ کر وہ کھولتے ہوئے پانی کی طرف کھینچے جائیں گے پھر دوزخ کی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔

اسی طرح جب وعد و وعید کی آیات سے گذر ہوتا تو بدن کانپ اٹھتا' دل کپکپا اٹھتا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے پھر وہ ان آیات کو گڑگڑاتے ہوئے باربار دھراتے' دیکھنے والوں کو یہ اندیشہ لاحق ہو جاتا کہ کہیں ان کی موت واقع نہ ہو جائے۔

○

حضرت سعید بن جبیرؒ ہر سال دو مرتبہ بیت اللہ کا سفر اختیار کرتے ایک مرتبہ عمرے کے لیے ماہ رجب میں اور دوسری مرتبہ حج کے لیے ذی القعدہ میں۔

علم و عرفان' خیرو برکت' رشد و ہدایت و اصلاح کے متلاشی حضرت سعید بن جبیرؒ کے کوفہ میں جاری و ساری علم و معرفت کے میٹھے چشمے سے سیراب ہونے ک لیے جوق درجوق چلے آتے. شاگرد معلومات حاصل کرنے کے لیے مختلف سوال کرتے' ایک شاگرد نے سوال کیا کہ خشیت کسے کہتے ہیں؟

آپ نے جواب دیا: خشیت اسے کہتے ہیں کہ تم اللہ تعالی سے ایسا ڈرو کہ یہ ڈر تیرے اور گناہ کے درمیان حائل ہو جائے۔

دوسرے شاگرد نے سوال کیا۔ کہ ذکر الہی کسے کہتے ہیں؟

آپ نے فرمایا اللہ تعالی کی اطاعت ہی دراصل ذکر الہی ہے' جو شخص اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہوا اور اس کی اطاعت بجالایا' گویا اس نے حقیقت میں اللہ تعالی کو یاد کیا'

جس نے اللہ تعالی سے روگردانی کی اور اس کی اطاعت نہ کی خواہ وہ ساری رات تسبیح اور تلاوت کرتا رہے' اسے ذاکر نہیں کہا جاسکتا۔

جب سے حضرت سعید بن جبیرؒ نے کوفہ میں رہائش اختیار کی تھی۔ یہ شہر حجاج بن یوسف کے زیر تسلط آچکا تھا۔ حجاج ان دنوں عراق'

ایران اور سرزمین ماوراء النہر کا گورنر تھا۔ اور اس کا رعب و دبدبہ' ظلم و ستم' جبرو قہراور اقتدار و اختیار نقطۂ عروج پر تھا' یہ ان دنوں کی بات ہے جب حجاج بن یوسف نے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے بنو امیہ کیخلاف برپا ہونے والی تحریک کا خاتمہ کردیا تھا پورے عراق کو بنوامیہ کے حکمران کے تابع کردیا تھا' اور چاروں طرف بنو امیہ کے خلاف اٹھنے والی شورش کی آگ کو بجھادیا تھا' اس نے بندگان خدا کی گردنوں پر بے دریغ تلوار چلائی' ملک کے کونے کونے میں اپنے رعب و دبدبہ کی ایسی دہاک بٹھادی کہ لوگوں کے دل اس کی پکڑ دھکڑ سے لرزنے لگے۔

پھر اللہ تعالی کا کرنا ایسا ہوا کہ حجاج بن یوسف اور اس کی افواج کے ایک بہت بڑے جرنیل عبدالرحمان بن اشعث کے درمیان اختلافات پیدا ہوگئے' اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ اختلافات ایک ایسے بڑے فتنے کی صورت اختیار کر گئے جس نے ہر رطب و یابس کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ یہ فتنہ اس طرح رونما ہوا کہ حجاج بن یوسف نے جرنیل عبدالرحمان بن اشعث کو کمانڈر بنا کر افغانستان اور ایران کے درمیانی علاقے رتبیل کو فتح کرنے لیے روانہ کیا۔ جو اس وقت ترکوں کے زیر اقتدار تھا' اس بہادر' نڈر اور بے باک جرنیل نے رتبیل کا وسیع علاقہ فتح کرلیا۔ اور اس کے مضبوط قلعے سر کر لیے۔ اس کے شہروں اور دیہاتوں سے بہت سامال غنیمت ہاتھ لگا۔

پھر اس نے حجاج کو عظیم فتح کی خوشخبری دینے کے لیے ایک قاصد روانہ کیا اور اس کے ساتھ ہی مال غنیمت کا پانچواں حصہ بھی بھیج دیا تا کہ

اسے بیت المال میں شامل کر لیا جائے۔ اس کے علاوہ ایک درخواست بھی روانہ کی کہ کچھ مدت کے لیے جنگ بند رکھنے کی اجازت دی جائے تا کہ مفتوحہ علاقے کا نظام ترتیب دیا جاسکے۔ اور اس کے آمد و خرچ کے حسابات مرتب کیے جاسکیں۔ نیز اس کے نا معلوم اور دور دراز علاقوں میں داخل ہونے سے پہلے اس کا اچھی طرح جائزہ لیا جاسکے۔ تا کہ لشکر اسلام کو موہوم خطرات سے بچایا جاسکے' یہ درخواست دیکھ کر حجاج غضبناک ہو گیا۔ اور جوابی خط لکھا جس میں جرنیل کو بزدل' کمینہ اور کمزور قرار دیا۔ اس کی گردن زونی اور لشکر کی قیادت سے معزول کر دینے کی دھمکی دی۔ جرنیل عبدالرحمان بن اشعث نے لشکر کے گروپ لیڈروں کو اکٹھا کیا انہیں حجاج بن یوسف کا خط سنایا۔ اور ان سے مشورہ لیا کہ اب کیا موقف اختیار کیا جائے۔

سب نے یک زبان ہو کر کہا' گورنر حجاج کی اطاعت سے دستبردار ہو کر اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے کیونکہ ظلم و ستم اور بربریت و فرعونیت نے مسلمانوں کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔

جرنیل عبدالرحمان بن اشعث نے کہا: کیا سرزمین عراق کو حجاج کی نجاست سے پاک کرنے کے لیے تم میرا ساتھ دو گے۔ پورے لشکر نے پورا ساتھ دینے کی حامی بھرلی' اور آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

جرنیل عبدالرحمان بن اشعث حجاج پر حملہ آور ہونے کے لیے اپنا لشکر جرار لے کر روانہ ہوا۔

اس کے اور حجاج کے لشکر کے درمیان گھمسان کا رن پڑا۔ جس

سے طرفین کے بہت سے افراد تہہ تیغ ہوئے' لیکن جرنیل عبدالرحمان کا پلہ بھاری رہا اسے میدان کارزار میں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی اسے بحستان اور ایران کے بیشتر شہروں پر غلبہ حاصل ہوگیا' پھر اس نے کوفہ اور بصرہ کو حجاج سے ہتھیانے کے لیے پیش قدمی کا ارادہ کیا۔

فریقین کے درمیان لڑائی کی آگ شعلہ جوالہ بنی ہوئی تھی' جرنیل عبدالرحمان مسلسل کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہو رہا تھا' حجاج ایک ایسی ناگہانی مصیبت میں گرفتار ہوا جس سے اس کے مد مقابل کو مزید تقویت حاصل ہوگئی۔ ہوا یہ کہ بیشتر شہروں کے بلدیاتی سربراہوں نے حجاج کی طرف خط لکھے جن میں اسے اس نازک صورت حال سے آگاہ کیا کہ ذمی لوگ ٹیکس سے بچنے کے لیے دھڑا دھڑ اسلام قبول کر رہے ہیں اسی طرح وہ بستیوں کو چھوڑ کر بڑی تیزی سے شہروں میں منتقل ہو رہے ہیں۔ جس سے ملک کی آمدن کے ذرائع دن بدن محدود ہوتے جا رہے ہیں۔

حجاج بن یوسف نے بصرہ اور دیگر علاقہ جات کے سرکاری نمائندوں کو تحریری حکم دیا کہ جتنے بھی ذمی لوگ بستیوں سے شہروں میں منتقل ہو چکے ہیں ان سب کو ایک جگہ جمع کر لیا جائے' اور انہیں دوبارہ زبردستی ان بستیوں کی طرف لوٹا دیا جائے جنہیں چھوڑ کر وہ شہروں کی طرف منتقل ہوئے تھے' خواہ انہیں رہائش اختیار کیے کتنا ہی عرصہ کیوں نہ گزر چکا ہو اور اس سلسلے میں کسی سے کوئی رعایت نہ برتی جائے۔ سرکاری نمائندوں نے گورنر کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے' کثیر تعداد میں ان لوگوں کو شہروں سے بستیوں کی

طرف زبردستی دھکیل دیا۔ ان سے کاروباری مراکز چھین لیے۔ ان کے ساتھ عورتوں اور بچوں کو نکال باہر کیا۔ ان سب کو ظلم و ستم اور بربریت کا نشانہ بنایا گیا' حالانکہ انہیں یہ بستیاں چھوڑے ایک عرصہ بیت چکا تھا' عورتیں' بچے اور بوڑھے آہوزاریاں کرنے لگے۔ درد بھرے انداز میں سسکیاں لے رہے تھے۔ چیخ و پکار ایسی کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی' سروں پر ہاتھ رکھ کر غم و اندوہ کی تصویر بنے زاروقطار روتے ہوئے فریاد کر رہے تھے۔ مدد کے لیے لوگوں کو پکار رہے تھے۔ سبھی لوگ پریشان تھے کہ اب کیا کریں؟' کدھر جائیں؟' ہمارا کیا بنے گا؟ اب سر کہاں چھپائیں گے ہائے ہماری حرماں نصیبی۔

اللہ کسی دشمن کو بھی یہ دن دیکھنے نصیب نہ کرے یہ دلفگار منظر دیکھ کر بصرہ کے فقہاء ان مظلوموں کی فریاد رسی اور سفارش کے لیے میدان میں نکل آئے' لیکن وہ ان بیچاروں کے لیے کچھ نہ کر سکے' انہیں روتا دیکھ کر یہ بھی خود بھی رونے لگے' نوع انسانی پر یہ ظلم و ستم ان سے برداشت نہ ہو سکا۔

جرنیل عبدالرحمان بن اشعث نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ان مظلوم و مقہور لوگوں کو حجاج کے مقابلے کے لیے ابھارا جس کے نتیجے میں جلیل القدر تابعین اور آئمہ کرام کی ایک جماعت حجاج کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گئی۔ جس میں سعید بن جبیرؒ' عبدالرحمن بن یعلی شعبی اور ابوالبختری جیسے عظیم المرتبت تابعین سرفہرست تھے۔

○

فریقین کے درمیان گھمسان کا رن پڑا پہلے مرحلے میں جرنیل ابن اشعث کو حجاج کے لشکر پر غلبہ حاصل ہوا. پھر لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا۔ رفتہ رفتہ میدان جنگ میں حجاج کے قدم جمنے لگے اور اس کی گرفت مضبوط ہونے لگی۔ یہاں تک کہ جرنیل ابن اشعث ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوا اور اپنے لشکر کو حجاج کے رحم کرم پر چھوڑ کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

○

حجاج نے منادی کرنے والے کو حکم دیا کہ وہ شکست خوردہ لڑاکوں میں یہ اعلان کردے کہ وہ پہلی فرصت میں اپنی بیعت کی تجدید کرلیں بیشتر دعوت قبول کرتے ہوئے دوبارہ بیعت کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور بعض روپوش ہو گئے۔ جنگجو جب بیعت کے لیے آگے بڑھے تو انہیں ایسی اندوہناک صورتحال کا سامنا کرنا پڑا جس کا انہیں وہم وگمان بھی نہ تھا' حجاج ہر ایک سے کہتا تم نے امیرالمومنین کی بیعت توڑ کر کفر کا ارتکاب کیا ہے؟ اگر وہ ہاں میں جواب دیتا تو اس سے بیعت لے لیتا اور اگر وہ اس سے انکاری ہوتا تو اسے قتل کردیتا۔ بعض خوف وہراس میں مبتلا قتل سے بچاو کی خاطر سر تسلیم خم کرتے ہوئے کفر کا ارتکاب کرلیتے اور بعض کفر کے اعتراف کے لیے اپنے آپکو آمادہ نہ پاکر اپنی گردن کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے تیار ہو جاتے اس ذبح خانہ کی دلخراش داستانیں پورے ملک میں زبان زد عام ہو چکی

تھیں جس میں ہزاروں آدمی بے دریغ قتل کردیئے گئے تھے' اور صرف چند آدمی اپنے کفر کا اعتراف کر کے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

○

قبیلہ خثعم کا ایک عمر رسیدہ بزرگ دونوں گروہوں سے الگ تھلگ دریائے فرات کے پرلے کنارے پر جا بیٹھا جب اسے دوسرے لوگوں کے ساتھ پکڑ کر حجاج کے دربار میں لایا گیا' تو اس نے کہا: جب سے لڑائی کی آگ بھڑکی ہے' میں دریا کے کنارے بالکل الگ تھلگ لڑائی کا نتیجہ واضح ہونے کے انتظار میں بیٹھا رہا۔ جب آپ غالب آگئے کامیابی و کامرانی نے آپکے قدم چوم لیے میں بیعت کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں۔ حجاج یہ سن کر بھڑک اٹھا: کہنے لگا تیرا کچھ نہ رہے تیرا ستیاناس ہو' تو اتنی دیر بھیگی بلی بن کر بیٹھا رہا تو نے امیر کی قیادت میں لڑائی کیوں نہ کی. پھر اسے ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا۔

کیا تو اپنے کفر کی گواہی دیتا ہے؟

اس نے کہا یہ میری بد بختی ہوگی کہ اسی سال میں اللہ تعالی کی عبادت میں مصروف رہا۔ اور اس کے بعد میں اب اپنے کفر کا ارتکاب کرلوں۔

حجاج نے کہا اگر اعتراف نہیں کروگے تو میں تجھے قتل کردونگا۔

اس نے کہا: جو جی میں آئے کرو میں کفر کا قطعا اعتراف نہیں کرونگا۔ میری اب عمر ہی کیا باقی رہ گئی ہے چراغ سحری ہوں ٹمٹما رہا ہوں'

پھڑپھڑا رہا ہوں ابھی بجھا کہ ابھی گل ہوا۔

میں صبح شام اپنی موت کا منتظر ہوں۔

جو کرنا ہے کرلو......

حجاج نے اپنے جلاد سے کہا اس بوڑھے کی گردن اڑادو۔ اس نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے چشم زدن میں گردن اڑادی۔ حجاج کے ہمنواوں اور مخالفوں نے اس عمر رسیدہ بزرگ کے قتل کو افسردہ نگاہوں سے دیکھا اور سبھی یہ دلخراش منظر دیکھ کر کانپ اٹھے۔

○

پھر حجاج نے کمیل بن زیاد نخعی کو بلایا اس سے کہا: کیا تم اپنے کفر کا اقرار کرتے ہو؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم میں اپنے کفر کی گواہی ہرگز نہیں دوں گا حجاج نے کہا: میں تجھے قتل کردوں گا۔

فرمایا: جو کرنا ہے کرلو' اللہ تعالیٰ کے ہاں جانے کا وقت مقرر ہے' موت کے بعد حساب ہوگا۔

حجاج نے کہا: اللہ کے ہاں مقدمہ تیرے خلاف چلایا جائیگا نہ کہ حق میں!

فرمایا. ہاں اگر تجھے قیامت کے دن قاضی بنادیا گیا تو پھر مقدمہ تیری مرضی سے چلے گا۔

حجاج نے چیخ کر جلاد سے کہا اس کو قتل کردو۔

جلاد آگے بڑھا تلوار نکالی اور ابن زیاد نخعی کی گردن اڑا دی۔

ایک ایسے شخص کو حجاج کے سامنے پیش کی گیا جو اس کا ہر وقت مذاق اڑایا کرتا تھا' اٹھتے بیٹھتے حجاج کے خلاف ہرزہ سرائی اسکا دلپسند مشغلہ تھا۔

حجاج نے کہا. آج میں اپنے سامنے ایک ایسے شخص کو دیکھ رہا ہوں جو ہر وقت مجھے برا بھلا کہتا رہتا ہے میرا خیال ہے کہ یہ میرے سامنے اپنے کفر کا قطعاً اقرار نہیں کرے گا جس کے نتیجے میں اس کی گردن اڑادی جائے گی۔

حجاج نے کہا کیا تم اپنے کفر کا اعتراف کرتے ہو؟

اس نے ہاتھ باندھ کر کہا. جناب میں تو روئے زمین پر بسنے والے تمام کافروں سے بڑھ کر کافر ہوں۔ جناب میرا کیا پوچھتے ہیں میں تو ان تمام کافروں کا بھی باپ ہوں جو اس وقت اس دنیا میں موجود ہیں۔ خدارا میری گردن نہ اڑائیں جو جی میں آئے مجھ سے کہلوالیں' اللہ کی قسم میں تو اس فرعون سے بھی بڑا کافر ہوں جو میخیں گاڑ کر لوگوں کو ہلاک کیا کرتا تھا۔ اس شخص کے منہ سے اپنے کفر کا اعتراف سن کر حجاج نے اس کا راستہ چھوڑدیا' حالانکہ وہ اس کے قتل کے لیے غصے سے دانت پیس رہا تھا۔ اور اس کے خون کا پیاسا تھا۔

ہلاکت خیز اور خوفناک مقام کی دلخراش داستانیں ہر طرف پھیل چکی تھیں۔ جہاں ہزاروں راسخ عقیدہ مومن بے دریغ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ اور بعض کمزور دل خوف کے مارے اپنے پر کفر کا داغ لگا کر

بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے سعید بن جبیر ؒ کو یقین ہو گیا' کہ اگر مجھے حجاج کے سامنے پیش کیا گیا تو دو صورتوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے تیسری صورت نہیں ہو گی۔

یا میری گردن اڑا دی جائے گی۔

یا مجھے کفر کا ارتکاب کرنا ہو گا۔

یہ دونوں صورتیں ایسی ہیں کہ ان میں سے جو ظاہری طور پر زیادہ میٹھی معلوم ہوتی ہے وہ حقیقت میں اتنی ہی زیادہ کڑوی ہے لہٰذا انہوں نے چھپ کر بھاگ جانے کو ترجیح دی۔ وہ اللہ کی وسیع سرزمین میں حجاج کے کارندوں سے آنکھ بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ دور دراز کا سفر طے کرتے ہوئے مکہ معظمہ کے قریب ایک بستی میں پناہ گزین ہو گئے' اس میں پورے دس سال رہے۔ یہ عرصہ دراز حجاج کے دل میں غیض و غضب کی آگ کو سرد کرنے کے لیے کافی ہونا چاہیے تھا اور اسی طرح انکے دل میں جو حجاج کے متعلق کینہ اور بغض پایا جاتا تھا اسے زائل کرنے لیئے کافی ہونا چاہے تھا۔

○

لیکن وہاں ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ ہوا یہ کہ مکہ معظمہ میں بنو امیہ کا ایک نیا گورنر مقرر کیا گیا جس کا نام خالد بن عبداللہ القسری تھا۔ سعید بن جبیر ؒ کے ساتھیوں نے اس کی سخت گیری اور ترش روی کی وجہ سے خطرہ محسوس کیا بعض مخلص احباب نے

حضرت سعید سے کہا:

اب جسے مکہ کا گورنر مقرر کیا گیا ہے اللہ کی قسم ہمیں اس سے خطرہ ہے کہ وہ آپکو نقصان پہنچائے گا۔ہماری بات مانیں ازراہ کرم اس شہر سے چلے جائیں' آپ نے فرمایا' اللہ کی قسم میں پہلے عراق سے بھاگا. یہاں آکر پناہ گزین ہوا مجھے ایسا بھی نہیں کرنا چاہیے تھا وہیں رہ کر مجھے حالات کا مقابلہ کرنا زیادہ موزوں تھا' میں اپنی اس کمزوری پر پہلے ہی بہت شرمسار ہوں۔ لیکن اب میں نے پختہ ارادہ کرلیا ہے' اب میں یہیں رہوں گا کہیں نہیں جاوں گا جو بھی میرے پیش آئے میں اسے خندہ پیشانی سے قبول کروں گا۔

○

گورنر مکہ خالد بن عبداللہ نے وہی طرز عمل اختیار کیا جس کا لوگوں کو اندیشہ تھا۔ جب اسے حضرت سعید بن جبیرؒ کی رہائش کا علم ہوا تو اس نے پولیس کو حکم دیا کہ وہ انہیں گرفتار کرکے حجاج بن یوسف کے پاس واسط شہر میں لے جائے' پولیس نے شیخ کے گھر کا محاصرہ کرلیا' آخرکار انہیں گرفتار کرکے حجاج بن یوسف کی طرف چلنے کو کہا گیا۔

آپ بغیر کسی احتجاج کے واسط شہر کی طرف روانہ ہوئے چلنے لگے اپنے ساتھیوں پر الوداعی نگاہ ڈالی اور فرمایا مجھے لگتا ہے کہ اب ظالم وجابر حجاج کے ہاتھوں مجھے قتل کردیا جائیگا۔

حضرت سعید بن جبیرؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات ہم تین ساتھی عبادت میں مصروف رہے۔ دعا کی لذت اور مٹھاس کا احساس ہوا تو جی بھر کر

اللہ کے حضور دعائیں کیں اور اس کی بارگاہ میں دل کھول کر گڑگڑائے پھر ہم نے اللہ تعالی سے التجا کی کہ وہ ہمیں شہادت کی موت نصیب فرمائے۔

میرے دونوں ساتھی شہادت کی طلعت سے سرفراز ہوئے لیکن میں ابھی تک اس کی انتظار میں ہوں' آپ کی ایک چھوٹی بیٹی نمودار ہوئی' اس نے دیکھا کہ آپ کو گرفتار کیا گیا ہے وہ آپ سے چمٹ کر زاروقطار رونے لگی' حضرت نے بڑے پیار و محبت سے اس بچی کو اپنے سینے سے الگ کیا اور کہا میری پیاری بیٹی اپنی امی کو میرا پیغام پہنچادینا کہ اب ان شاء اللہ جنت میں ملاقات ہوگی' یہ کہہ کر آپ سوئے منزل روانہ ہوئے۔

○

جب اس عابد زاہد' شب زندہ دار' عالم' فاضل' اور عظیم المرتبت شخصیت کو حجاج بن یوسف کے دربار میں پیش کیا گیا۔ حجاج نے انہیں کینہ پرور نگاہوں سے دیکھا اور بڑے حقارت آمیز لہجے میں پوچھا تیرا نام کیا ہے؟

فرمایا: سعید بن جبیر۔

حجاج نے کہا: نہیں بلکہ تیرا نام شقی بن کسیر ہے۔

فرمایا میری والدہ میرے نام کے متعلق تجھ سے بہتر جانتی ہے۔

حجاج نے پوچھا حضرت محمد ﷺ کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟

فرمایا وہ اولاد آدم کے سردار' نبی مصطفیٰ' شفیع المذنبین' سید المرسلین' شاہ امم سلطان مدینہ' ساری مخلوق میں سب سے اعلیٰ' ارفع' اجمل' اکمل' اور بہتر و برتر ہیں۔ رسالت کا تاج ان کے سر پر سجایا گیا۔ آپ

نے امانت رسالت کی ادائیگی کا حق ادا کر دیا آپ نے اللہ کی رضا کے لیے قرآن مجید کے احکامات عام لوگوں تک پہنچانے میں کوئی کسر باقی اٹھا نہ رکھی۔
آپ نے بنی نوع انسان کی راہنمائی کے لیے تن' من دھن کی بازی لگائی۔

حجاج نے پوچھا حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ فرمایا وہ صدیق ہیں رسول اللہ کے خلیفہ ہیں' انہوں نے سعادت کی زندگی بسر کی دنیا سے قابل رشک انداز میں کوچ کیا' نبی ﷺ کے طریقے پر چلے اور اس میں سر مو بھی کوئی تبدیلی نہ کی۔

حجاج نے پوچھا حضرت عمر بن الخطاب کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

فرمایا: وہ فاورق ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالی نے حق اور باطل کے درمیان فرق کیا' وہ رسول اقدس ﷺ کی مراد ہیں' انہیں اللہ تعالی سے مانگ کر لیا' وہ زندگی بھر رسول اقدس ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے راستے پر چلے' آپ نے زندگی بھر قابل فخر کارنامے سرانجام دیئے' قابل رشک زندگی بسر کی اور جام شہادت نوش کیا' حجاج نے پوچھا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا خیال ہے۔

فرمایا: وہ جیش عسرہ کو تیار کرنے والے۔

مدینہ منورہ میں بئر رومہ کو خرید کر وقف کرنے والے۔

جنت میں اپنا گھر بنانے والے۔

رسول اکرم ﷺ کی دو بیٹیوں کے شوہر بن کر ذوالنورین کا اعزاز

حاصل کرنے والے ہیں

ان کی شادی نبی اکرم نے وحی الٰہی کے مطابق کی۔

اور آخر میں ظلم وستم کانشانہ بناکر شہید کردیے جانے والے ہیں

حجاج نے پوچھا حضرت علیؓ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

فرمایا:وہ رسول اقدس ﷺ کے چچا زاد بھائی۔

مسلمانوں کے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے سیدہ فاطمہ الزہراء کے خاوند' اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار حسن اور حسین کے والد' اور زندگی میں جنت کی بشارت پانے والے۔

حجاج نے پوچھا بنوامیہ میں سے تجھے کونسا خلیفہ پسند ہے۔

فرمایا جو اپنے خالق کو پسندیدہ ہے۔

حجاج نے پوچھا ان میں سے کون اپنے خالق کو پسندیدہ ہے۔

فرمایا' اس کا علم اس ذات کو ہے جو ان کے رازہائے دروں سے خوب اچھی طرح واقف ہے۔

حجاج نے پوچھا: میرے متعلق تمہاری کیا رائے ہے' تمہارا کیا خیال ہے۔

فرمایا میری رائے تجھے اچھی نہیں لگے گی۔

حجاج نے کہا میں ضرور سننا چاہتا ہوں۔

فرمایا میری معلومات کے مطابق تو کتاب اللہ کا دشمن ہے اور ایسے کام کرتا ہے جس سے تیرے رعب ودبدبہ کی دھاک بیٹھے' اور یہ انداز تجھے

ہلاکت کی طرف لے جارہا ہے آخر کار تجھے یہ جہنم میں دھکیل دے گا۔

حجاج نے یہ باتیں سنتے ہی آگ بگولہ ہو کر کہا۔

اللہ کی قسم میں تجھے ضرور قتل کردوں گا۔

فرمایا تو میری دنیا خراب کردے گا میں تیری آخرت برباد کردوں گا۔

حجاج نے کہا: تم اپنے قتل کے لیے کونسا طریقہ پسند کرتے ہو۔

فرمایا اے حجاج بلکہ تو اپنے قتل کا طریقہ منتخب کر: اللہ کی قسم جس انداز سے تو مجھے قتل کرے گا وہی انداز قیامت کے روز تجھے قتل کرنے کا اختیار کیا جائے گا۔

حجاج نے پوچھا کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے معاف کردوں۔

فرمایا اگر ایسا بھی ہوا تو وہ معافی اللہ کی جانب سے ہوگی' تو مجھے چھوڑ کر اپنے گھناؤنے جرم سے بری نہ ہو سکے گا۔

حجاج بن یوسف غصے سے آگ بگولہ ہوا اور دربان سے کہا' تلوار اور چمڑے کی چادر لے آو۔

یہ سن کر سعید بن جبیرؒ مسکرائے۔ حجاج نے پوچھا تم کیوں مسکرائے ہو؟

فرمایا تیری جرات اور تیرے متعلق اللہ تعالی کی بردباری دیکھ کر مسکرایا ہوں۔

حجاج نے حکم دیا ارے جلاد اسے قتل کردو آپ نے قبلہ رخ منہ کیا اور کہا: وجهت وجهي للذي فطر السموت والارض

حنیفا وما انا من المشرکین ترجمہ میں یکسو ہو کر اپنا چہرا اس ذات کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

حجاج نے کہا اس کا منہ قبلہ کی طرف سے ہٹا دو۔

آپ نے فرمایا فاینما تولوا فثم وجه الله "جس طرف بھی منہ پھیرو اسی طرف اللہ ہے۔"

حجاج نے کہا اسے اوندھے منہ لٹا دو۔

فرمایا منها خلقناکم وفیها نعیدکم ومنها نخرجکم تارة اخری اسی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ تمہیں نکالیں گے۔

حجاج نے غصے سے دانت پیستے ہوے کہا: "اللہ کے اس دشمن کو قتل کر دو میں نے زندگی میں آیات قرآنی کو اس سے زیادہ یاد رکھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔"

حضرت سعید بن جبیرؒ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہا. الہٰی میرے بعد حجاج کو کسی پر مسلط نہ کرنا۔

○

حضرت سعید بن جبیرؒ کے قتل کو ابھی پندرہ دن نہ گزرے تھے کہ حجاج بن یوسف شدید بخار میں مبتلا ہو گیا' کبھی بے ہوش ہو جاتا اور کبھی ہوش میں آتا جب آنکھ لگتی تو چیخ مار کر اٹھتا اور کہتا کہ سعید بن جبیر نے میرا

گلا پکڑ رکھا ہے سعید بن جبیرؒ مجھ سے پوچھتا ہے بتاؤ تو نے مجھے قتل کیوں کیا' پھر حجاج بچوں کی طرح رونے لگتا اور کہتا بھلا سعید بن جبیرؒ سے میرا کیا واسطہ مجھے کیا ہو گیا' دنیا والو سعید کو مجھ سے پیچھے ہٹادو سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مجھے بچالو' مین مارا گیا' میں لوٹا گیا میں تباہ وبرباد ہوگیا' جب حجاج بن یوسف مر گیا اور اسے دفنا دیا گیا تو ایک شخص نے اسے خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا' اے حجاج جن کو تو نے قتل کیا ان کا بدلہ تجھ سے کیسے لیا گیا۔

اس نے کہا ہر قتل کے بدلے اللہ تعالی نے مجھے ایک بار قتل کیا لیکن سعید بن جبیرؒ کے بدلے مجھے ستر بار قتل کیا گیا۔

○

حضرت سعید بن جبیرؒ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ طبقات ابن سعد	۲۵۶/۶
۲۔ الزھد (امام احمد بن حنبل)	۳۷۰
۳۔ تاریخ البخاری	۴۶۱/۳
۴۔ اخبار القضاۃ	۴۱۱/۲
۵۔ طبقات الفقہاء شیرازی	۸۲
۶۔ وفیات الاعیان	۳۷۱/۲
۷۔ تاریخ الاسلام	۲/۴

۸۔ تذکرۃ الحفاظ	۷۱/۱
۹۔ العبر	۱۱۴/۱
۱۰۔ البدایۃ والنہایۃ	۹۶/۹۔۹۸
۱۱۔ العقد الثمین	۵۴۹/۴
۱۲۔ النجوم الزاہرہ	۲۲۸/۱
۱۳۔ طبقات المفسرین	۱۰۸/۱
۱۴۔ شذرات الذھب	۱۰۸/۱

(۱۶)

حضرت محمد واسع الأزدی رضی اللہ عنہ

همراه یزید بن مہلب

بعض علماء سربراہوں کے حاشیہ نشین ہوتے ہیں اور بعض علماء دولت مندوں کے نیاز مند لیکن محمد بن واسع الازدی علمائے ربانی میں سے تھے۔

(مالک بن دینار)

اب ہم امیر المومنین سلیمان بن عبدالملک کے دور خلافت میں ہیں۔ یزید بن مہلب بن ابی صفرہ اسلام کی ایک برہنہ شمشیر بن کر' نڈر اور بہادر جرنیل کی صورت خراسان کے ایک طاقتور گورنر کی حیثیت میں ایک لاکھ تربیت یافتہ فوجی جوانوں کی قیادت کرتا ہوا بڑی تیزی کے ساتھ دشمن پر حملہ آور ہونے کے لیے پیش قدمی کرتا ہے۔ اور جرجان و طبرستان کی فتح کا عزم راسخ کیے ہوئے سوئے منزل رواں دواں ہے اور اس کی زیر قیادت لشکر میں ایک درویش منش لیکن جذبہ جہاد سے سرشار عظیم المرتبت تابعی حضرت محمد بن واسع ازدی بھی شامل تھے جو زینت الفقہاء کے نام سے یاد کیے جاتے تھے اور بصرہ میں عابد' زاہد اور شب زندہ دار کی حیثیت سے ہر کہہ ومہہ میں معروف تھے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید تھے۔

○

جرنیل یزید بن مہلب نے اپنے لشکر کے ہمراہ سرزمین دھستان میں پڑاو کیا جہاں جنگجو' طاقتور' اور مضبوط قلعوں کی مالک ترک قوم آباد تھی۔ یہ لوگ مسلمانوں سے لڑائی کے لیے ہر روز میدان میں آیا کرتے تھے جب وہ تھک جاتے یا جنگ ان کے لیے حلق کا کانٹا معلوم ہوتی تو وہ بلند پہاڑوں کی چوٹیوں کی غاروں میں پناہ گزیں ہوتے یا وہ اپنے مضبوط قلعوں میں دبک کر

بیٹھ جاتے اس طرح وہ اپنی حفاظت کی تدبیر کرتے۔

○

محمد بن واسع ازدی کا ان لڑائیوں میں بڑا بلند مقام تھا۔ حالانکہ وہ جسمانی طور پر کمزور اور عمر رسیدہ تھے۔

لشکر اسلام کے سپاہی اس نور ایمان کی جھلک دیکھ کر بہت خوشی محسوس کرتے جو محمد بن واسع کے چہرے پر چمکتا تھا' اور ذکر الٰہی کے نشاط انگیز کلمات سن کر چاق وچوبند ہو جاتے جو ان کی شیریں زبان سے موتیوں کی طرح جھڑتے اور مہتاب کی روپہلی کرنوں کی مانند آشکار ہوتے۔

رنج والم' آفات و بلیات اور مصائب ومشکلات میں مبتلا لوگ ان سے دعائیں لے کر دلی اطمینان حاصل کرتے۔ ان کا یہ طرز عمل تھا کہ جب لشکر اسلام کا جرنیل لڑائی کے لیے تیار ہوتا تو یہ باواز بلند پکارتے ہوئے کہتے۔

اے اللہ کے گھوڑو سواری کے لیے تیار ہو جاؤ۔

اے اللہ کے گھوڑو سواری کے لیے تیار ہو جاؤ۔

جب لشکر اسلام کے لڑاکے جوان اس بزرگ کی درد بھری آواز سنتے تو مدمقابل دشمن پر اس طرح جھپٹتے جیسے بھوکا شیر اپنے شکار پر جھپٹتا ہے' اور میدان جنگ کی طرف اس طرح لپکتے جیسے کوئی گرم ترین دن میں ٹھنڈے میٹھے پانی کی طرف لپکتا ہے۔

○

ان ہلاکت خیز معرکوں میں ایک نہایت خطرناک وخوفناک لڑائی کے دوران دشمن کی صفوں میں ایک ایسا شہسوار نمودار ہوا جو جسامت' طاقت' جرات اور عزم راسخ میں سب سے بڑھ کر تھا' وہ میدان جنگ میں بڑی تیزی سے چکر لگانے لگا۔ یہاں تک کہ مجاہدین کو قدرے پیچھے ہٹنا پڑا۔ اور ان کے دلوں میں خوف وہراس اور رعب ودبدبہ پیدا ہوا۔ پھر وہ جنگجو بڑے تکبر اور نخوت سے لشکر اسلام میں سے کسی ایک کو اپنے مقابلے میں آنے کی دعوت دینے لگا۔ اس کی پکار میں بڑا طمطراق تھا۔ اس کا حقارت آمیز رویہ دیکھ کر حضرت محمد بن واسع ازدی مقابلے میں آنے کے لیے تیار ہوئے۔ انھوں نے جب کمزوری اور بڑھاپے کے باوجود عزم جوان کا مظاہرہ کیا تو لشکر اسلام کے ہر جواں میں بے پناہ جوش و جذبہ پیدا ہوا ہر کسی کے دل میں آیا کہ ایک بوڑھا اور یہ جوش ہم جواں اور یہ خوف وہراس صد حیف ہماری جوانی پر پھر دیکھتے ہی دیکھتے فضا میں تلواریں لہرائیں ہر ایک دوسرے سے آگے میدان میں قدم رکھنے پر آمادہ دکھائی دیا ایک نوجوان جذبہ جہاد سے سرشار بزرگ سے عرض کرتا ہے کہ جناب مجھے اس دشمن سے مقابلہ کرنے کی اجازت دیجیے' لیکن وہ بزرگ بدستور دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے سینہ تانے کھڑے ہیں' میں آپکو قسم دیتا ہوں۔ ہمارے ہوتے ہوئے آپ اس کے مقابلے میں جائیں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ہماری جوانی کس کام کی؟ وہ التجا کرتا ہے اللہ کے لیے مقابلہ کرنے کی آپ مجھے اجازت دیں۔ آپ اس

مجاہد شہسوار کے حلف کی لاج رکھتے ہوئے پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور اس بہادر کی کامیابی کے لیے بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے ہیں۔

○

اس کے بعد دونوں شہسوار ایک دوسرے پر اسطرح جھپٹتے ہیں کہ جیسے موت اپنے شکار پر پنجہ آزمائی کرتی ہے۔ دونوں جنگجو' بہادر ایک دوسرے پر خونخوار بھوکے شیروں کی مانند حملہ آور ہوتے تمام لشکر کی نگاہیں ان کے جھپٹنے پلٹنے اور پلٹ کر جھپٹنے پر لگی ہوئی تھیں وہ دونوں ایک دوسرے کو پیچھے دھکیلنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے' مقابلہ برابر کا دکھائی دے رہا تھا کبھی ایک غالب آتا دکھائی دیتا اور کبھی دوسرا بالآخر دونوں کی تلواریں ایک ہی لمحے میں ایک دوسرے کے سروں سے ٹکرائیں' ترکی شہسوار کی تلوار مسلمان شہسوار کے خود میں پیوست ہو گئی' لیکن مسلمان بہادر کی تلوار نے ترکی نوجوان کی پیشانی کو چیرتے ہوئے اس کی کھوپڑی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا' اس کے بعد مسلم بہادر لشکر اسلام کی طرف فاتحانہ شان و شوکت سے واپس پلٹا' یہ ایسا ہیبت ناک منظر تھا کہ اس سے پہلے کبھی کسی نے نہیں دیکھا تھا' مسلمان جوان کے ہاتھ میں خون آلود تلوار اور اس کی خود میں جکڑی ہوئی دشمن کی تلوار اور سورج کی کرنوں سے لشکارے مارتا ہوا خود ایک دل خراش منظر پیش کر رہا تھا' لشکر اسلام کے نوجوانوں نے جذبہ جہاد سے سرشار لاالہ الا اللہ' اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا' جرنیل یزید بن مہلب نے دونوں تلواروں کی چمک' خود اور

ہتھیاروں سے لیس بہادر کو دیکھا اور پکار اٹھا آفرین اس بہادر پر یہ شخص کون ہے اسے بتایا گیا یہ نوجوان حضرت محمد بن واسع ازدی کی دعاوں سے اس مقام کو پہنچا ہے۔

○

ترکی شہسوار کے موت کی گھاٹ اترنے کی وجہ سے طاقت کے توازن میں واضح فرق پیدا ہوگیا' مشرکین کے دلوں میں خوف وہراس اس طرح پیدا ہوا جس طرح آگ خشک گھاس میں سرایت کر جاتی ہے' اور مسلمانوں کے سینوں میں خودداری کی حرارت شعلہ فگن ہوگئی' وہ اعدائے اسلام پر بجلی بن کر گرے اور چشم زدن میں انہیں اس طرح گھیرے میں لے لیا جس طرح طوق گردن کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے' انکے پانی اور اناج کی سپلائی کاٹ دی لہذا انکے بادشاہ نے صلح کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ دیکھا تو لشکر اسلام کے جرنیل یزید بن مہلب کی طرف صلح کا پیغام بھیجا اور ساتھ ہی یہ اطلاع بہم پہنچائی کہ میرے قبضے میں جو کچھ بھی ہے میں اسے برضاو رغبت آپکے سپرد کرنے کے لیے تیار ہوں بشرطیکہ آپ میری اور میرے خاندان کی جان ومال کی حفاظت کی ضمانت دے دیں۔

جرنیل یزید بن مہلب نے صلح کی پیش کش کو درج ذیل شرائط پر قبول کیا۔

○ یہ کہ چار لاکھ درہم فوری نقد ادا کیے جائیں۔

○ یہ کہ سات لاکھ درہم آسان قسطوں میں ادا کیے جائیں۔

- یہ کہ چار سو جانور زعفران کے لدے ہوئے میرے سپرد کیے جائیں۔
- یہ کہ چار سو آدمی ایسے میرے پاس لائے جائیں جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں چاندی کا گلاس پکڑا ہوا ہو اور اس کے سر پر ریشم کا رومال بندھا ہوا ہو اور اس رومال میں مخمل و ریشم کے پیوند سلیقے سے آویزاں کیے گئے ہوں۔

جب لڑائی تھم گئی' امن کی فضا قائم ہوئی تو جرنیل یزید بن مہلب نے خازن سے کہا' مال غنیمت کا حساب لگاؤ تاکہ ہر ایک حقدار کو اس کا حق ادا کر دیا جائے خازن اور اس کے معاونین نے مال غنیمت شمار کرنا چاہا لیکن وہ اسے شمار نہ کر سکے' لہٰذا پورے لشکر میں مال غنیمت وصول کرنیوالے کی طلب و رضا کو پیش نظر رکھتے ہوئے تقسیم کیا گیا۔

مال غنیمت میں ایک ایسا تاج ملا جس پر سونے سے کڑھائی کی گئی تھی اسے موتیوں اور جواہرات سے آراستہ کیا گیا تھا' جس پر عمدہ' دلکش اور دلاویز نقش و نگار بنائے گئے تھے' جس کی چمک دمک دیکھ کر نگاہیں از خود اس میں مرتسم ہو جاتیں ہر ایک کا دل چاہتا کہ اسے دیکھتا رہے' جرنیل یزید بن مہلب نے اسے ہاتھ میں پکڑ کر اوپر اٹھایا اور پورے لشکر کو دکھلاتے ہوئے پوچھا کیا دنیا میں کوئی ایسا شخص ہے' جو اس تاج کو حاصل کرنے کی دلی رغبت نہ رکھتا ہو' سب نے یک زبان ہو کر کہا!

اللہ ہمارے جرنیل کا بھلا کرے وہ کون ایسا شخص ہو گا جسے یہ تاج

مرغوب نہ ہو؟ جس کی آنکھوں کو یہ خیرہ نہ کرتا ہو۔

جرنیل نے کہا یقیناً تم عنقریب ایک ایسا شخص دیکھو گے جسے اس تاج میں کوئی دلچسپی نہیں بلکہ اس جیسے ہزاروں تاج اس کے قدموں میں لا کر ڈھیر کردیئے جائیں' تب بھی وہ ان کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھے ایسے خدامست لوگ انسانی معاشرے کے لیے باعث رحمت ہوا کرتے ہیں۔

پھر جرنیل نے اپنے دربان کو حکم دیا۔ ابھی جناب محمد بن واسع ازدی کو ڈھونڈ کر ہمارے پاس لاؤ دربان حکم پا کر تلاش کے لیے نکلا اسے آپ لوگوں سے الگ تھلگ ایک کونے میں عبادت کرتے ہوئے دیکھائی دیئے۔ پاس جا کر دیکھا کہ وہ بارگاہ الٰہی میں گریہ زاری کر رہے ہیں دربان نے ادب و احترام سے سلام عرض کیا اور جرنیل کا پیغام دیا آپ اس وقت اس کے ساتھ چل پڑے وہاں پہنچ کر امیر لشکر کو سلام کہا اور اس کے پاس بیٹھ گئے' امیر لشکر نے محبت و عقیدت بھرے انداز میں سلام کا جواب دیا۔

پھر اس نے تاج پکڑا اور کہا' ابو عبداللہ لشکر اسلام کو یہ قیمتی تاج مال غنیمت سے ملا ہے' میں یہ تاج آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں پورا لشکر میرے اس فیصلے سے خوش ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا: امیر لشکر کیا آپ مال غنیمت میں سے میرا حصہ اس صورت میں عنائت کرنا چاہتے ہیں؟

کہا: ہاں یہ آپ کا حصہ ہے۔

فرمایا امیر محترم مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

اللہ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔

جرنیل نے کہا: میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں یہ تاج آپ کو ضرور لینا ہوگا' جب امیر لشکر نے قسم کھالی تو حضرت محمد بن واسع ازدی نے تاج لے لیا' پھر جرنیل سے اجازت لی اور چلے گئے۔

جو لوگ حضرت محمد بن واسع ازدی کو جانتے نہیں تھے وہ بولے بڑے تعجب کی بات ہے ہم تو انہیں خدا مست بزرگ سمجھتے تھے' عابد اور زاہد گردانتے تھے۔

ہمارے جذبات ان کے متعلق نہایت پاکیزہ تھے' لیکن آج ہم یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے' یہ تو بالکل دنیا دار ثابت ہوئے' تاج دیکھ کر ان کی آنکھیں چندیا گئیں تاج قبضے میں لیا اور اپنے گھر سدھار گئے' لیکن جرنیل یزید بن مہلب نے ایک شخص کو کہا ان کے پیچھے پیچھے جائے اور راستے میں جو واقعہ بھی پیش آئے اس کی فوراواپس آکر مجھے اطلاع دے۔

○

جناب محمد بن واسع ازدی اپنی دھن میں راستے پہ چلے جارہے تھے تاج ان کے ہاتھ میں تھا۔

ایک پراگندہ حال پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے فقیر ان کے پاس آیا' اور اس نے اللہ کے نام پر سوال کیا۔ شیخ نے اپنے دائیں بائیں اور پیچھے دیکھا' جب انہیں یقین ہوگیا کہ کوئی قابل ذکر شخص ہمیں دیکھ نہیں رہا تو آپ نے فقیر کو وہ قیمتی تاج دے دیا' وہ تاج لے کر خوشی سے بغلیں بجاتا ہوا

ایک سمت چل دیا اور شیخ یہ بوجھ اپنے کندھوں سے اتار کر سوئے منزل روانہ ہوئے۔

جرنیل کے بھیجے ہوئے آدمی نے فقیر کو پکڑا اور سیدھا جرنیل کے پاس لے آیا اور پوری داستان سنادی جرنیل نے فقیر سے وہ قیمتی تاج لے لیا اور اس کے بدلے اتنا مال دیا جس سے وہ خوش ہوگیا' پھر لشکر کی طرف دیکھ کر کہا:

کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ایسا شخص اب بھی موجود ہے' جسے اس قسم کی قیمتی چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔

○

حضرت محمد بن واسع ازدی جرنیل یزید بن مہلب کے جھنڈے تلے مشرکین کے خلاف جہاد میں بر سرپیکار رہے' یہاں تک کہ حج کا وقت قریب آگیا حج میں بہت تھوڑے دن باقی رہ گئے تھے۔ آپ نے امیر لشکر سے فریضہ حج ادا کرنے کے لیے اجازت طلب کی۔ امیر لشکر نے کہا: ابو عبداللہ اجازت آپ کے اختیار میں ہے آپ جب چاہیں جاسکتے ہیں' ہم نے آپکے لیے کچھ مال کا بھی بندوبست کیا ہے' جو سفر میں آپ کے کام آئے گا۔ آپ نے فرمایا۔ امیر لشکر کیا آپ نے لشکر کے ہر سپاہی کو اتنا مال دیا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے کسی ایسی چیز کی ضرورت نہیں جو مجھے دوسروں سے ممتاز بنائے۔ میں اسے قطعاً پسند نہیں کرتا پھر الوداعی سلام کہا

اور چلے گئے۔

O

حضرت محمد بن واسع ازدی کا یہ سفر جرنیل یزید بن مہلب پہ گراں گزرا اور اسی طرح لشکر اسلام کے ان سپاہیوں نے بھی آپ کی جدائی کو شدت سے محسوس کیا جو آپ کی رفاقت میں رہتے تھے' بلکہ پورے لشکر کو آپ کی جدائی کا صدمہ ہوا' ہر ایک کی دلی تمنا یہ تھی کہ حضرت حج سے فارغ ہوتے ہی ہمارے پاس جلد پہنچ جائیں۔ آپ کی اہمیت کا آپ یہاں سے اندازہ لگائیں کہ مسلمان جرنیل جو اکناف عالم میں پھیلے ہوئے تھے ان میں سے ہر ایک کی یہ دلی خواہش ہوتی کہ امیرالمومنین حضرت محمد بن واسع ازدی کو ان کے لشکر میں شامل کر دیں تاکہ انکی دعاوں سے محاذ میں کامیابی حاصل کریں۔ کس قدر معزز ہیں وہ ہستیاں جو اپنے آپکو حقیر جانیں لیکن اللہ تعالی اور عام لوگوں کے نزدیک اعلی' ارفع اور محبوب ہوں ان نابغہ عصر' فقید الدھر اور یکتائے زمانہ ہستیوں کے تذکرے تاریخ کے اوراق میں جابجا بکھرے پڑے ہیں۔

بصرے کے اس عابد زاہد' شب زندہ دار' عظیم المرتبت ہر دلعزیز شخصیت کی اگلے صفحات میں ایک اور ملاقات قتیبہ بن مسلم باھلی سے کراتے ہیں. جس سے آپکا ایمان مزید تازہ ہو جائے گا اور اس کے تذکرے سے آپ اپنی منزل کا راستہ متعین کر سکیں گے۔

(۱۷)

حضرت محمد بن واسع الازدی رضی اللہ عنہ

ہمراہ قتیبہ بن مسلم باھلی

محمد بن واسع ازدی کی وہ ایک انگلی جو اللہ تعالی کی جانب اٹھی ہوئی ہے۔ ان ہزار قیمتی تلواروں سے زیادہ محبوب ہے' جو تجربہ کار' تیز طرار' جہاد کے دھنی نوجوانوں کے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی ہوں۔

(قتیبہ بن مسلم باھلی)

اب ۸۷ ہجری میں حیات مستعار کے دن گزار رہے ہیں۔ فخر لشکر اسلام عظیم فاتح جرنیل قتیبہ بن مسلم باھلی لشکر جرار کی قیادت کرتا ہوا بخارا کی طرف پیش قدمی کررہا ہے دل میں یہ عزم کیے ہوئے کہ ماوراء النہر کے باقیماندہ علاقہ جات کو فتح کرلیا جائے۔ نیز چین کے اطراف و اکناف کو اپنے قبضے میں لیکر اس کے باشندوں پر ٹیکس عائد کیا جائے۔ جرنیل قتیبہ بن مسلم ابھی دریائے آمو کو عبور کرنے بھی نہ پایا تھا کہ اہل بخارا کو خطرناک صورت حال کا علم ہوگیا' انھوں نے ہر طرف جنگ کے طبل بجادیئے اور اپنے گردونواح آباد اقوام کو مدد کے لیے پکارا تو ہر رنگ' نسل' زبان اور مذہب کے حامل لڑاکا جوان جتھوں کی صورت میں انکے پاس پہنچنے لگے یہاں تک کہ ان کی تعداد لشکر اسلام سے کہیں زیادہ بڑھ گئی پھر یہ لوگ جنگی ہتھیاروں سے لیس ہوکر میدان میں نکلے اور لشکر اسلام کی پیش قدمی کے سارے راستے مسدود کردیئے یہاں تک کہ جرنیل قتیبہ بن مسلم باھلی کے لیے یہ ممکن ہی نہ رہا کہ کسی جاسوس کو دشمن کی صفوں میں رخنہ اندازی کرنے کے لیے بھیج سکے اور نہ ہی ان میں سے کوئی فرد واپس آسکا جنہیں دشمن کی خفیہ کارروائیوں کی رپورٹ کے لیے پہلے سے وہاں بھیج رکھا تھا۔

○

قتیبہ بن مسلم نے اپنے لشکر کے ہمراہ بلند شہر کے قریب مورچہ لگا

لیا وہ یہاں جم کر بیٹھ گئے۔

دشمن ہر روز صبح سے شام تک ان کے قدم اکھاڑنے کے لیے کوشاں رہتا جب شام ہو جاتی تو اپنا سا منہ لے کر واپس اپنے محفوظ اور مضبوط قلعوں میں جاکر پناہ گزیں ہو جاتا' یہ صورتحال مسلسل دو ماہ تک جاری رہی جرنیل قتیبہ بن مسلم بھی بڑے پریشان تھے' انہیں کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ کیا کریں آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹ جائیں۔ اس صورتحال سے پوری ملت اسلامیہ پریشان تھی' ہر جگہ ہر گھر میں یہی چرچا تھا کہ جرنیل قتیبہ بن مسلم لشکر اسلام کے ہمراہ دشمن کے نرغے میں ہے کسی محاذ سے وہ ناکام نہیں لوٹا تھا اور نہ ہی وہ کبھی دشمن کے آگے سرنگوں ہوا تھا۔

تمام گورنروں نے اپنے زیر اثر صوبہ جات میں عوام الناس سے اپیل کی کہ ماوراء النہر میں گھرے ہوئے لشکر اسلام کی فتح یابی کے لیے ہر نماز کے بعد خلوص دل سے دعا کریں۔ لہٰذا مسجدیں بندگان خدا کی دعاوں سے گونج اٹھیں۔ مساجد کے مینار نمازیوں کی گڑگڑاہٹ آہ و زاریوں اور سسکیوں سے گونج اٹھے۔ آئمہ کرام ہر نماز میں دعائے قنوت پڑھنے لگے لشکر اسلام کو کمک پہنچانے کے لیے خلق کثیر محاذ پر جانے کے لیے آمادہ ہوئی اور ان سب کے آگے جلیل القدر تابعی محمد بن واسع ازدی مجاہدانہ شان و شوکت سے جا رہے تھے۔ ہر ایک کے دل میں ایک ہی امنگ تھی کہ لشکر اسلام کو دشمن کے نرغے سے نکال کر دم لیں گے۔

○

جرنیل قتیبہ بن مسلم کا ایک عجمی نژاد جاسوس عقل و دانش، فہم و فراست اور تدبیر و سیاست میں مشہور تھا۔ اس کا نام تیذر تھا دشمن نے اس کے ساتھ رابطہ کیا مال و دولت کا لالچ دے کر اس کو ورغلایا کہ وہ اپنی ذہانت کو بروئے کار لا کر لشکر اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچائے' اور ایسی کوئی تدبیر بروئے کار لائے کہ مسلمان لڑے بغیر ہمارا علاقہ چھوڑ کر واپس چلے جائیں۔

○

مال و دولت کی پیش کش کو دیکھ کر تیذر کے مونہہ میں پانی آگیا آنکھیں چندیا گئیں۔ وہ سیدھا جرنیل قتیبہ بن مسلم باھلی کے پاس گیا۔ اس کے ہاں مسلم کمانڈروں کی میٹنگ ہو رہی تھی۔ وہ بے دھڑک اجازت لیے بغیر جرنیل کے پہلو میں جا بیٹھا پھر جھک کر اس کے کان میں کہا: امیر لشکر اگر ہو سکے تو اجلاس کو ابھی ختم کر دیں۔ آپ سے میں نے بڑی خفیہ اور ضروری بات کرنی ہے جرنیل نے اہل مجلس کو چلے جانے کا اشارہ کیا' لیکن ضرار بن حصین کو اپنے پاس روک لیا۔

تیذر جاسوس نے بڑے رازدارانہ انداز میں جرنیل سے کہا:

جناب میرے پاس آپ کے لیے بہت اہم خبریں ہیں۔

جرنیل نے کہا: جلدی کیجئے بتائیے کون سی خبریں ہیں۔

تیذر نے کہا امیر المؤمنین نے گورنر حجاج بن یوسف کو معزول کر

دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ان تمام کمانڈروں کو بھی معزول کر دیا ہے جو اس کے تابع فرمان ہیں۔ اور معزول کیے جانے والوں میں آپ کا نام بھی آتا ہے نئے کمانڈروں کو نامزد کر دیا گیا ہے۔ اور وہ اپنے منصب سنبھالنے کے لیے دارالحکومت دمشق سے روانہ ہو چکے ہیں۔ آپ کی جگہ لینے کے لیے بھی ایک کمانڈر صبح و شام پہنچنے والا ہے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ لشکر اس علاقے سے واپس لے جائیں یہاں سے کہیں دور جا کر از سرنو کوئی پروگرام ترتیب دیں یہ آپ کے لیے بہتر ہو گا۔ ورنہ آپ کو ناقابل تلافی نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا۔

○

تیذر اپنی بات ابھی پوری کرنے پایا ہی تھا کہ جرنیل قتیبہ بن مسلم نے جلاد کو حکم دیا کہ اس دھوکے باز' غدار اور خائن کی گردن اڑا دو۔ اس نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے چشم زدن میں اس کی گردن اڑا دی۔ جرنیل قتیبہ بن مسلم نے اپنے پاس بیٹھے ضرار بن حصین سے کہا: دیکھو روئے زمین پر میرے اور تیرے سوا کسی کو یہ خبر نہیں میں رب کائنات کا قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر لڑائی ختم ہونے سے پہلے کسی کو تم نے بتایا تو تیرا انجام بھی اس دھوکے باز جیسا ہو گا۔ اگر کوئی ایسا خیال بھی دل میں آجائے تو زبان بند رکھنا۔ خوب اچھی طرح جان لو اس راز کا افشا لشکر کی طاقت کو پامال کر دینے کا باعث بنے گا۔ جس سے ہمیں عبرتناک شکست سے دوچار ہونا پڑے گا۔ پھر آپ نے کمانڈروں کو اجازت دی وہ آپ کے پاس اندر آئے جب انہوں

نے تیذر کو زمین پر گرا ہوا خون میں لت پت دیکھا وہ حیرت واستعجاب سے انگشت بدنداں رہ گئے۔

جرنیل قتیبہ نے ان سے کہا: خوف و ہراس میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی کوئی ایسی تعجب کی بات ہے۔

میں نے آج ایک غدار' خائن اور دھوکے باز کو قتل کیا ہے۔ انہوں نے کہا' ہم تو اسے مسلمانوں کا خیر خواہ سمجھتے تھے۔ جرنیل نے بتایا' یہ مسلمانوں کا غدار تھا اتنا عرصہ یہ مار آستین بنا رہا مجھے تو آج اس کی اصلیت کا پتہ چلا آج اس نے ایک ایسا داؤ لگانے کی کوشش کی اگر میں اس کے چکر میں آ جاتا تو لشکر اسلام کو بھاری جانی مالی نقصان سے دوچار ہونا پڑتا' اللہ تعالی نے اسے اپنے گھناؤنے جرم کی سزا دی ہے' پھر بلند آواز سے کہا۔ میرے شیر دل جوانو! دشمن کا صفایا کرنے کے لیے میدان میں اترو۔ ایک ایسا زور دار حملہ کرو جس سے دشمن کے پاؤں اکھڑ جائیں۔ آج جرات' بہادری اور زندہ دلی کی مثال قائم کردو۔ امت اسلامیہ کی نگاہیں تم پر لگی ہوئی ہیں۔ ناموس اسلام کی حفاظت کے لیے آگے بڑھو فتح و کامرانی تمہارا مقدر بننے والی ہے۔

O

لشکر اسلام اپنے قائد کا حکم پا کر دشمن سے نبرد آزما ہونے کے لیے میدان میں اترا جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے مسلمان دشمن فوج کی تعداد اور تیاری دیکھ کر قدرے گھبرائے' جرنیل قتیبہ بن مسلم نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے جب لشکر میں پھیلے ہوئے خوف و ہراس کا مشاہدہ کیا تو

جوانوں کو حوصلہ دلانے کے لیے لشکر میں تیزی سے چکر لگانا شروع کیا جہاں سے گذرتے۔ آپ کی مومنانہ شجاعت کو دیکھ کر مجاہدین کے حوصلے بلند ہو جاتے۔ ایک جگہ رک کر جرنیل نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور پوچھا: محمد بن واسع ازدی نظر نہیں آرہے وہ کہاں چلے گئے مجاہدین نے بتایا: وہ لشکر کی دائیں جانب کھڑے ہیں۔

پوچھا: وہ وہاں کیا کر رہے ہیں انہوں نے بتایا وہ دنیا و فیہا سے بے نیاز اپنے نیزے پر ٹیک لگائے نگاہیں اوپر اٹھائے آسمان کی طرف اپنی انگلی سے اشارہ کر رہے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے انگلی کے اشارے سے بارگاہ الٰہی میں دشمن کی تباہی اور لشکر اسلام کی فتح و کامرانی کی اپیل کر رہے ہیں۔ مجاہدین نے پوچھا: کیا ہم اسے بلا لائیں۔

جرنیل نے کہا: نہیں اسے وہیں اپنے حال میں مست رہنے دیں پھر فرمایا رب کائنات کی قسم مجھے اس کی یہ انگلی جو اللہ تعالیٰ کی جانب اٹھی ہوئی ہے ان ہزاروں قیمتی تلواروں سے زیادہ محبوب ہے جو تجربہ کار' تیز طرار جہاد کے دھنی نوجوانوں کے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی ہوں۔ اسے اپنی حالت میں چھوڑ دو۔ دعا میں مشغول رہنے دو۔ وہ بلاشبہ مستجاب الدعوات ہیں' اللہ اس کی دعائیں قبول کرتا ہے۔

O

دونوں لشکر آمنے سامنے آئے' وہ ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح ٹکرائے جیسے سمندر کی طلاطم خیز موجیں آپس میں ٹکراتی ہیں۔

مجاہدین نے ڈٹ کر مقابلہ کیا' اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر سکینت نازل کی۔ یہ دن بھر دشمن پر شمشیر زنی اور تیر اندازی کرتے رہے۔ یہ سلسلہ بدستور شام تک جاری رہا۔ شام ڈھلے دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے' ان کے دلوں پر بے تحاشا رعب طاری ہو گیا۔ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے مجاہدین نے دور تک ان کا پیچھا کیا' بے دریغ ان کی گردنیں اڑائیں۔ بعض کو قیدی بنایا اور جو باقی بچے انہوں نے فدیہ ادا کر کے صلح کا پیغام جرنیل قتیبہ کو بھیجا اور انہوں نے صلح پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔

○

قیدیوں میں ایک شر پسند شخص گرفتار ہو کر آیا جو اپنی قوم کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا کرتا تھا۔ اس نے جرنیل سے کہا' امیر لشکر میں اپنا فدیہ ادا کر کے قید سے آزادی چاہتا ہوں' آپ نے پوچھا کیا فدیہ ادا کرو گے' اس نے کہا: پانچ ہزار گز چینی ریشم کا قیمتی کپڑا جرنیل نے لشکر کے ارباب حل و عقد سے پوچھا تمہاری کیا رائے ہے: سب نے کہا: فدیہ وصول کر کے اسے چھوڑ دیا جائے: اس فتح و کامرانی کے بعد اس قسم کے بد قماش مسلمان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اس کپڑے سے بیت المال میں ایک قیمتی چیز کا اضافہ ہو گا۔ جس سے مسلمانوں کو خاطر خواہ فائدہ پہنچے گا۔

جرنیل نے محمد بن واسع ازدی سے رائے طلب کی انہوں نے فرمایا: مسلمانوں اپنے گھروں سے مال غنیمت اکٹھا کرنے کے لیے نہیں نکلے اور نہ ہی مال و دولت جمع کرنا ان کا مقصد حیات ہے' وہ تو صرف اللہ کی رضا حاصل

کرنے اور روئے زمین پر اس کا حکم نافذ کرنے کے لیے نکلے ہیں۔ میری رائے میں یہ شخص کسی وقت بھی مسلمانوں کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ جرنیل قتیبہ بن مسلم نے یہ بات سن کر کہا: اللہ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔ اللہ کی قسم میں کسی ایسے شخص کو معاف نہیں کروں گا جو کسی بھی مسلمان کو گزند پہنچانے کی صلاحیت رکھتا ہو خواہ وہ پوری دنیا کا مال اپنے فدیہ میں ادا کرنے کے لیے تیار ہو واقعی ہم اپنے گھروں سے مال اکٹھا کرنے کیلئے نہیں نکلے: ہمارا اصل کام اللہ کے دین کی سربلندی اور اعدائے اسلام کا مکمل خاتمہ ہے پھر جرنیل نے اس ناہنجار کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

○

محمد بن واسع ازدی کا تعلق بنو امیہ کے امراء میں سے صرف یزید بن مہلب اور قتیبہ بن مسلم باھلی کے ساتھ ہی نہیں رہا۔ بلکہ ان کے علاوہ بھی کئی ایک گورنروں اور سربراہوں کے ساتھ تعلقات رہے' ان میں سب سے زیادہ نمایاں اور قابل رشک تعلقات بصرہ کے گورنر بلال بن ابی بردہ کے ساتھ رہے۔

ایک دن اون کا موٹا کھردرا اور پھٹا پرانا قمیص پہنے گورنر کے پاس آئے۔ گورنر بلال نے پوچھا ابو عبد اللہ ایسا پھٹا پرانا قمیص پہننے کی آپ کو کیا ضرورت ہے؟

اللہ نہ کرے کیا کوئی ایسی مجبوری ہے؟

دیا۔ اس نے دوبارہ کہا: ابو عبداللہ کیا بات ہے آپ مجھے جواب کیوں نہیں دیتے؟

فرمایا مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میں اپنے آپ کو زاہد کہہ کر خود ستائی کا ارتکاب کروں اور نہ ہی مجھے یہ پسند ہے کہ فقر وفاقہ کا اظہار کرکے اپنے رب کا شکوہ کروں نہ میں یہ انداز اختیار کرنا چاہتا ہوں اور نہ ہی وہ۔ گورنر نے پوچھا: ابو عبداللہ کوئی ضرورت ہو تو بتائیں ہم اسے انشاء اللہ پوری کریں گے۔

فرمایا میری ایسی کوئی ضرورت نہیں جس کا سوال میں لوگوں سے کروں۔

ہاں اپنے مسلماں بھائی کی ایک ضرورت آپ کی خدمت میں پیش کرتاہوں۔ اگر آپ اسے اللہ کی توفیق سے پورا کردیں گے تو قابل ستائش ہونگے اور اگر پورا نہ کرسکیں تو پھر بھی آپ پر کوئی گلہ نہیں بلکہ آپ کو معذور سمجھا جائیگا۔

گورنر بلال نے کہا ہم اسے ضرور پورا کریں گے۔ ارشاد فرمائیے اسے کیا ضرورت ہے؟ آپ نے وہ ضرورت بتادی جسے اسی وقت پورا کردیا گیا۔

گورنر بلال نے پوچھا قضاوقدر کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

فرمایا قیامت کے روز اللہ تعالی قضاوقدر کے متعلق سوال نہیں کریگا

بلکہ ہر ایک سے اس کے اعمال کے متعلق پوچھا جائیگا۔ گورنر یہ جواب سن کر شرمندہ ہوا اور خاموش ہو گیا ابھی وہ اپنی جگہ پر ہی بیٹھا تھا کہ دوپہر کے کھانے کا وقت ہو گیا۔ گورنر نے محمد بن واسع کو کھانے کی دعوت دی۔ انہوں نے دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

اس نے بڑا ہی زور لگایا لیکن آپ کھانے کے لیے آمادہ نہ ہوئے گورنر بلال نے ناراض ہو کر کہا: اے ابو عبداللہ میرے خیال میں آپ ہمارے کھانے سے کوئی لقمہ اٹھانا مکروہ سمجھتے ہیں۔

فرمایا. نہیں یہ بات قطعا نہیں۔ پھر ارشاد فرمایا۔ اے امراء بنی امیہ تم میں سے جو بہتر ہیں وہ ہمیں اپنی اولاد اور خاندان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ کھانے کی مجھے طلب نہیں ورنہ ضرور آپ کے ساتھ کھانا تناول کرتا۔

○

محمد بن واسع ازدی کو کئی مرتبہ قاضی کا عہدہ پیش کیا گیا لیکن آپ نے یہ منصب قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا اور اس انکار کی وجہ سے اپنے آپکو تکلیف میں مبتلا کرنا گوارا کر لیا۔ ایک مرتبہ بصرے کی پولیس کے سربراہ محمد بن منذر نے انہیں اپنے پاس بلایا۔ آپ تشریف لے گئے اس نے کہا: عراق کے گورنر کا ابھی ابھی پیغام آیا ہے کہ میں آپ کو قاضی کے منصب پر فائز کروں۔

آپ نے فرمایا مجھے یہ منصب پسند نہیں میں معافی چاہتا ہوں اللہ تعالی آپ پر کرم کرے۔

اس نے دو تین مرتبہ اپنا مطالبہ دھرایا اور انہیں مجبور کیا کہ قضا کا منصب سنبھال لیں' لیکن آپ نے بڑی شدت سے اس کا انکار کیا' پولیس کے سربراہ نے تنگ آکر کہا: اللہ کی قسم آپ کو یہ عہدہ قبول کرنا پڑے گا' ورنہ میں آپ کو سرعام کوڑے لگاکر رسوا کروں گا۔ آپ نے بڑے اطمینان سے فرمایا میرے ساتھ یہ سلوک کرنا پسند کرتے ہیں تو بڑی خوشی سے شوق پورا کیجئے 'میرے نزدیک دنیا کی تکلیف آخرت کی تکلیف سے کہیں بہتر ہے۔ پولیس کا سربراہ یہ جواب سن کر شرمندہ ہوا' اور انہیں ادب واحترام اور حسن سلوک سے رخصت کیا۔

○

بصرہ کی مرکزی مسجد محمد بن واسع ازدی کی علمی مجلس علم وہنر کے متوالوں کے لیے ملجا و ماوی اور حکمت ودانش کے متلاشیوں کے لیے میٹھا چشمہ بنی ہوئی تھی۔

تاریخ و سیر کی کتابیں اس مجلس کی داستان سے بھری پڑی ہیں' اہل مجلس میں سے ایک شخص نے کہا' ابو عبداللہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے' فرمایا میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ تو دنیا و آخرت کا بادشاہ بن جا۔

سوال کرنے والا حیرانی سے پوچھتا ہے جناب یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

فرمایا جو کچھ لوگوں کے قبضے میں دنیا کا مال ہے اس سے بے نیاز ہو جاؤ۔ تو تم دنیا کے بادشاہ ہو گے۔ اور جو کچھ اللہ تعالی کے ہاں آخرت میں ہے اسے اپنے حسن عمل سے حاصل کرنے کی کوشش کرو تو آخرت کے بادشاہ

بن جاؤ گے

اہل مجلس میں سے ایک شخص نے کہا: جناب میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا اللہ آپ سے محبت کرے جس نے تجھے اپنی خاطر مجھ سے محبت کرنے کی توفیق عطا کی۔ پھر وہ شخص یہ کہتا ہوا چلا گیا: الٰہی میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ تیرے لیے محبت کی جائے' اور تو مجھ سے ناراض ہو الٰہی تو مجھ پہ راضی ہو جا میرے گناہ بخش دے۔

○

محمد بن واسع ازدی جب بھی کسی کو اپنی تعریف وتوصیف بیان کرتے ہوئے سنتے تو ارشاد فرماتے اگر گناہوں کی بو محسوس ہوتی تو کوئی شخص بھی میرے قریب نہ آسکتا کیونکہ میں بہت بڑا گنہگار ہوں' پاپی ہوں' گناہوں کی دلدل میں پھنسا ہوا ہوں' وہ ہمیشہ اپنے شاگردوں کو قرآن مجید پر عمل کرنے اور اس کے سایہ میں زندگی بسر کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔

وہ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

قرآن مجید مومن کا باغ ہے' اس باغ میں جہاں بھی کوئی فروکش ہو گا اسے خوشبو اور تروتازگی محسوس ہو گی' اس طرح وہ ہمیشہ کم کھانے کی تلقین کیا کرتے تھے وہ اکثر فرمایا کرتے تھے جس نے کم کھانا کھایا اس نے فہم و فراست عقل و دانش اور قلبی اخلاص ورقت میں ممتاز مقام حاصل کیا' کھانے کی زیادتی انسان کو بوجھل بنادیتی ہے اور انسانی افکار وخیالات کو گہنا دیتی ہے۔

○

محمد بن واسع ازدی نے تقویٰ وطہارت میں ایک ممتاز مقام حاصل کیا۔ ایک دن بازار میں انہیں اپنا گدھا فروخت کرتے ہوئے دیکھا گیا۔ کسی نے پوچھا جناب کیا یہ گدھا آپ میرے لیے پسند کرتے ہیں کہ میں اسے خرید لوں فرمایا اگر یہ گدھا مجھے پسند ہوتا تو اسے بیچتا ہی کیوں۔

○

جناب محمد واسع ازدی نے اپنی پوری زندگی اپنے گناہوں سے ڈرتے ہوئے اپنے رب کے سامنے پیشی کے شدید احساس میں گذار دی۔ آپ سے پوچھا گیا ابو عبداللہ صبح کیسے گذری؟ فرمایا اپنی موت کو قریب سمجھتے ہوئے امید وبیم کو بعید گردانتے ہوئے اور اپنی بد عملی کو پیش نظر رکھتے ہوئے صبح گزاری جب یہ سوال کرنے والوں کے چہروں پر خوف و ہراس اور دہشت کے آثار دیکھتے تو ارشاد فرماتے آپ کا اس شخص کے متعلق کیا خیال ہے؟ جو ہر روز آخرت کی طرف اپنی منزل کا ایک مرحلہ طے کرلیتا ہو؟

○

جب حضرت محمد بن واسع ازدی مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو عیادت کرنے والوں کا آپکے گھر جمگھٹا ہو گیا' کثرت سے لوگ آجا رہے تھے' اور بہت سے آپ کے گھر کھڑے اور بیٹھے تھے۔

آپ نے پہلو بدل کر چہرہ اپنے عزیز کی طرف کیا اور فرمایا:

مجھے یہ بات بتاؤ جب مجھے پیشانی اور پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹا جائیگا تو یہ لوگ مجھے کوئی فائدہ پہنچا سکیں گے اگر مجھے پکڑ کر جہنم میں ڈالا گیا تو کیا یہ لوگ مجھے چھڑا سکیں گے؟ پھر اپنے رب سے التجا کرنے لگے۔

الٰہی میں ہر اس برے مقام پر جہاں میں زندگی میں کھڑا ہوا تھا اس سے پناہ چاہتا ہوں۔

الٰہی ہر بری جگہ جہاں میری آمدورفت رہی اس سے پناہ چاہتا ہوں۔

الٰہی ہر برا عمل جو میں نے کیا اور ہر بری بات جو میں نے کہی اس سے معافی کا طلب گار ہوں' الٰہی ان تمام گناہوں کی دست بستہ معافی چاہتا ہوں تیری عزت کا واسطہ مجھے معاف کر دے' مجھ پہ نظر کرم فرما۔

میں گرفتار ہو کر تیرے حضور پیش کیے جانے سے پہلے ہی پر امن اور سلامتی کے ساتھ آپ سے ملاقات کی دلی تمنا رکھتا ہوں' یہ کہا اور آپ کی روح قفص عنصری سے پرواز کر گئی۔

○

حضرت محمد بن واسع ازدی کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ تاریخ بخاری	۲۵۵/۱
۲۔ تاریخ صغیر	۳۱۸/۱۔ ۳۱۹
۳۔ الجرح والتعدیل	۱۱۳/۸

۴۔ حلیۃ الاولیاء	۳۴۵/۲۔۳۵۷
۵۔ الوافی بالوفیات	۳۷۲/۵
۶۔ تہذیب التہذیب	۳۹۹/۹۔۵۰۰
۷۔ شذرات الذھب	۱۶۱/۱
۸۔ طبقات خلیفہ	۲۱۵
۹۔ تہذیب الکمال	۱۲۸۳

(۱۸)

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ

عمر بن عبد العزیز

اھل علم کے ہاں علم و عمل زھد و تقویٰ کے پیکر اور خلفائے راشدین میں شمار کیے جاتے ہیں۔

(علامہ ذھبیؒ)

اب ہم عابد' زاہد پانچویں خلیفہ کے متعلق ایسی گفتگو پیش کریں گے جو کستوری سے زیادہ خوشبودار اور خوش رنگ باغیچے سے زیادہ خوبصورت ہوگی۔ ان کی بے مثال سیرت اس خوش رنگ دلکش باغ کی مانند ہے کہ جس میں آپ جہاں بھی فروکش ہوں وہیں آپ کو ترو تازہ گھاس' دلکش پھول اور عمدہ مزیدار خوش ذائقہ تازہ پھل دیکھائی دیتے ہیں۔ اگرچہ ہم یہاں ان کی مکمل سیرت کا احاطہ نہیں کر سکیں گے جس سے تاریخ کے اوراق اٹے پڑے ہیں البتہ دلفریب باغیچے سے چند کلیاں چننے کی کوشش تو ضرور کریں گے۔

یہ اصولی بات ہے کہ جو چیز مکمل حاصل نہ کی جاسکے اس کے بعض حصے کو چھوڑ دینا کوئی عقلمندی نہیں۔ اب آپ کی خدمت میں حضرت عمر بن عبد العزیز کی دلکش اور قابل رشک زندگی کے تین محیر العقول واقعات پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے اس واقعہ کے راوی مدینہ منورہ کے جید عالم مشہور قاضی اور قابل احترام بزرگ جناب سلمہ بن دینار ہیں۔

بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ خلیفتہ المسلمین حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس گیا' وہ سرزمین شام کے مشہور شہر حلب کے معاملات کو نپٹانے میں انتہائی مصروف تھے' ان دنوں میں بھی عمر رسیدہ ہو چکا تھا۔ میرے اور ان کے درمیان ملاقات کو عرصہ دراز بیت چکا تھا' میں نے انہیں اپنے گھر کے ایک کمرے میں بیٹھے دیکھا۔ میں انہیں پہچان نہ سکا چونکہ میں بہت پہلے انہیں اس وقت دیکھا تھا جب وہ مدینہ منورہ کے گونر تھے' انہوں

نے مجھے خوش آمدید کہا اور فرمایا۔ ابو حازم میرے قریب بیٹھو۔

میں نے ان کے پاس بیٹھ کر کہا: آپ عمر بن عبدالعزیز ہیں ؟ فرمایا کیوں نہیں میں وہی ہوں۔

میں نے کہا آپکو کیا بنی ؟ کون سی بپتا ٹوٹ پڑی کس مصیبت میں گرفتار ہو گئے جب آپ مدینہ منورہ میں تھے اس وقت آپ کا چہرہ ترو تازہ' جسم تنومند اور زندگی کے لمحات نہایت خوش گوار گزر رہے تھے۔

اس نے کہا آپ ٹھیک کہتے ہیں' میری صحت اس وقت بہت اچھی تھی۔ میں نے کہا اب چاندی سونے کے مالک بن کر' امیر المومنین کے عالی منصب پر فائز ہو کر آپ کو کس چیز نے یکسر بدل کر رکھ دیا۔

فرمایا: ابو حازم آپ کو مجھ میں کونسی تبدیلی نظر آ رہی ہے۔

میں نے کہا: آپ کا جسم کمزور ہو چکا ہے۔ آپ کے چہرے پر شکن آ چکے ہیں رنگ زرد ہو چکا ہے۔ آنکھوں کی چمک ماند پڑھ چکی ہے۔ یہ باتیں سن کر آپ رو پڑے اور فرمایا۔

اے ابو حازم میری موت کے تین دن بعد اگر تم مجھے اس حالت میں دیکھو کہ میری آنکھوں کے ڈیلے بہہ کر میرے رخساروں پر لٹک جائیں' میرا پیٹ پھول کر پھٹ جائے' کیڑے میرے بدن کو نوچنے لگیں' تو آپ کو میری حالت آج کی نسبت زیادہ عجیب وغریب دیکھائی دے گی۔

پھر میری طرف دیکھا اور فرمایا اے ابو حازم کیا وہ حدیث رسول علیہ السلام آپکو یاد ہے جو مدینہ منورہ میں قیام میں آپ نے مجھے سنائی تھی؟

میں نے کہا: امیر المومنین مدینہ منورہ میں قیام کے دوران تو بہت سی احادیث بیان کیں تھیں۔ آپ کونسی حدیث سننا چاہتے ہیں؟

آپ نے فرمایا وہ حدیث جس کے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے کہا: ہاں امیر المومنین وہ حدیث مجھے یاد آگئی۔

فرمایا: ازراہ کرم اسے دوبارہ بیان کیجئے میں اسے سننے کا دلی اشتیاق رکھتاہوں۔ میں نے وہ حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ انسان کے سامنے ایک کٹھن اور دشوار گزار گھاٹی ہے اسکو وہی سر کر سکتا ہے جو چست وچالاک اور چاق وچوبند ہو اور اسکا بدن پھرتیلا ہو۔

یہ سن کر عمر بن عبدالعزیز بہت روئے' اتنا روئے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں شدت غم سے انکا کلیجہ نہ پھٹ جائے۔ پھر آپ نے میرے آنسو صاف کیے اور میری طرف دیکھا اور فرمایا۔

اے ابو حازم اب کیا آپ مجھے اس بات پر ملامت کرتے ہو کہ میں نے یہ گھاٹی عبور کرنے کے لیے اپنے آپ کو دبلا پتلا کیا ہوا ہے۔ لیکن پھر بھی میرا خیال ہے کہ میں نجات نہ پاسکوں گا۔

O

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی قابل رشک زندگی کا دوسرا حیرت انگیز واقعہ طبری نے طفیل بن مرداس کے حوالے سے تحریر کیا ہے' وہ لکھتے ہیں کہ جب امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز مسند خلافت پر جلوہ نشیں

ہوئے تو آپ نے وسط ایشیا کی ریاست صغد کے گورنر سلیمان کو خط لکھا کہ پہلی فرصت میں مسلمانوں کی مہمان نوازی کے لیے بڑے بڑے شہروں میں ہوٹل تعمیر کراؤ جب کوئی بھی مسلمان وہاں آئے اسے ایک دن رات ہوٹل میں بطور مہمان ٹھہراؤ' اس کی خوب خاطر مدارت کرو۔ اگر وہ زیادہ تھکاوٹ محسوس کرے تو اسے دو دن اور دو راتیں سرکاری خرچ پر ہر قسم کی سہولت مہیا کرو تاکہ وہ اپنے آپ کو ہلکا پھلکا محسوس کرے۔ اگر دوران سفر اس کے پاس خرچ ختم ہو چکا ہو یا اس کے پاس سواری کا بندوبست نہ ہو تو اس کی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے خرچ اور سواری مہیا کرو۔ اور اسے گھر تک باعزت طریقے سے پہنچانا حکومت کا فرض ہے' گورنر نے امیرالمومنین کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے معروف شہروں میں عالی شان ہوٹل تعمیر کروائے جس کی خبر ہر جگہ جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی بلاد اسلامیہ کے مشرق و مغرب میں آباد لوگوں میں امیرالمومنین کی فیاضی' عدل وانصاف اور رحم دلی کے متعلق چرچا ہونے لگا' لیکن سمرقند کے باشندوں کے چہرے اترے ہوئے تھے' انہوں نے گورنر سلیمان کے پاس وفد بھیجا' اس نے گورنر سے کہا: آپ کے پیش رو جرنیل قتیبہ بن مسلم باہلی کا دور ہمارے لیے باعث رحمت تھا ہمیں کسی قسم کی ذلت سے دوچار نہ ہونا پڑا۔

ہمیں پتہ چلا ہے کہ تم اپنے دشمنوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے ہو۔ اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کردیں تو تم انہیں جزیہ ادا کرنے کا حکم دیتے ہو۔ اور اگر وہ اس سے بھی انکاری ہوں' تو تم انکے خلاف اعلان

جنگ کر دیتے ہو۔ ہم تمہارے خلیفہ کے عدل وانصاف کو دیکھ کر لشکر کے خلاف کوئی شکوہ شکایت کی جرات نہ کر سکے لیکن چند اشخاص نے ہم پر ظلم کیا جس کی فریاد لے کر آپکی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں' ہمیں خلیفتہ المسلمین سے ملاقات کرنے کی اجازت دیں تاکہ ہم ظلم وجبر کے خلاف ان کی خدمت میں فریاد کر سکیں۔

اگر ہم حق پر ہوئے تو ہماری داد رسی ہو جائیگی اور اگر ناحق ہوئے تو واپس لوٹ آئیں گے گورنر سلیمان نے وفد کو امیر المومنین سے ملنے کی اجازت دے دی وفد نے دارالحکومت دمشق پہنچ کر اپنا مقدمہ خلیفتہ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں پیش کیا۔ خلیفہ نے تمام روئیداد سن کر اپنے گورنر سلیمان کو خط لکھا جس میں یہ تحریر تھا۔

جونہی یہ خط آپکے پاس پہنچے آپ اسی وقت سمرقند میں ان کی شکایات سننے کے لیے ایک قاضی بٹھادیں' اگر قاضی ان کے حق میں فیصلہ دے دے تو پھر آپ لشکر اسلام کو ان کا شہر خالی کرنے کا حکم دیں اور جن مسلمانوں نے انکے گھروں پر قبضہ کیا ہے وہ فوری طور پر خالی کرکے وہاں چلے جائیں جہاں قتیبہ بن مسلم باھلی کے دور میں رہائش پذیر تھے۔

جب وفد نے گورنر سلیمان کو امیر المومنین کا خط دیا تو انہوں نے رئیس القضاہ جمیع بن حاضر کو سمرقند پہنچ کر وہاں کے باشندوں کی شکایات سننے کے لیے کہا' انہوں نے اس قوم کے شکوے شکایات سنے لشکر اسلام کے کمانڈروں کے بیانات قلمبند کیے' طرفین کے بیانات سے صحیح صورت حال

کھل کر سامنے آگئی' لہٰذا قاضی جمیع نے سمرقند کے باشندوں کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

گورنر سلیمان نے لشکر اسلام کو ان کے گھر خالی کردینے اور انہیں فوراً چھاونی میں واپس آجانے کا حکم صادر کردیا اور ساتھ ہی یہ کہا کہ اب دوبارہ کسی مناسب موقع پر ان سے نبرد آزما ہونا یا پھر صلح کی بنیاد پر اس علاقے میں داخل ہونا یا لڑائی میں کامیابی حاصل کرکے۔ جب سمرقند میں آباد اس قوم کے سرداروں نے مسلمانوں کے قاضی کے فیصلہ کے مطابق گورنر کا حکم سنا تو آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ وہ اپنی قوم سے کہنے لگے افسوس صد افسوس تم مسلم قوم کیساتھ مل جل کر رہے تم نے ان کے اخلاق' سیرت' عدل وانصاف اور صداقت و حق گوئی کا مشاہدہ کیا۔ کیا ہوا اگر انہوں نے چند مکانوں پر قبضہ کرلیا۔ آخر انہیں سر چھپانے کے لیے جگہ چاہیے۔ ہماری مانو انہیں اپنے پاس رہنے دو' انہیں یہاں سے واپس نہ جانے دو' ان کی رفاقت تمارے لیے باعث آرام وبرکت ہو گی' انہوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے' تم اپنے پاؤں پر کیوں کلہاڑی چلارہے ہو۔ کچھ سوچو مسلمانوں کا یہاں سے یوں چلے جانا تمہارے مستقبل کے لیے بہتر نہ ہو گا۔

○

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی زندگی کا تیسرا حیرت انگیز واقعہ ابن عبدالحکیم نے اپنی کتاب سیرت عمر بن عبدالعزیز میں تحریر کیا ہے۔

لکھتے ہیں کہ جب امیر المومنین کی وفات کا وقت قریب آیا تو مسلمہ

بن عبدالملک ان کے پاس آئے اور کہا اے امیرالمومنین آپ نے اپنی اولاد کے مونہہ سے نوالے چھین لیے اور مال ودولت سے انہیں محروم کردیا' کتنا ہی اچھاہو اگر آپ مجھے یا اپنے خاندان میں سے کسی اور کو اولاد کے متعلق وصیت کرجائیں۔ جب اس نے اپنی بات ختم کرلی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ارشاد فرمایا مجھے ذرا سہارادے کر بٹھاو' جب آپ بیٹھ گئے تو ارشاد فرمایا اے مسلمتہ میں نے تمہاری پوری بات سنی ہے' آپ کا یہ کہنا کہ میں نے اپنی اولاد کو مال ودولت سے محروم کر دیا ہے' اور ان کے منہ سے کھانے کے نوالے چھین لیے ہیں' قطعا درست نہیں ہے' اللہ کی قسم میں نے ان کا کوئی حق نہیں مارا اور نہ ہی میں نے انہیں کوئی ایسی چیز دی ہے جن پر انکا کوئی حق نہیں بنتا' رہا آپ کا یہ مشورہ کہ میں تجھے یا اپنے خاندان میں تجھ سے بہتر کسی شخص کو ان کے متعلق وصیت کرجاؤں تو خوب اچھی طرح سن لو' میرا وارث اور کارساز وہ اللہ ہے جس نے برحق کتاب نازل کی' اور وہی نیک لوگوں کا مددگار ہے۔

اے مسلمہ خوب اچھی طرح جان لو میرے بیٹوں کی دو صورتیں ہیں' یا وہ متقی صالح اور پرہیزگار ہوں گے بایں صورت اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے انہیں غنی کردے گا' اور بہتر راستے پر چلنے کی توفیق دے گا' یا وہ بدقماش' بدمعاش اور گناہوں کے رسیا ہونگے تو اس صورت میں مال ودولت انکے حوالے کرکے گناہ آلود زندگی میں ان کا معاون نہیں بن سکتا۔

پھر فرمایا میرے پاس میرے بیٹوں کو بلاو' بیٹے بلائے گئے جن کی

تعداد تقریباً انیس تھی جب انہیں اپنے پاس کھڑے دیکھا تو خلیفہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا ہائے میں نے اپنے بیٹوں کو کنگال و مفلس کر دیا۔ پھر انکی طرف دیکھ کر اشارہ فرمایا: پیارے بچو میں نے تمہارے لیے بہت کچھ چھوڑا ہے پیارے بیٹو!

تم پورے ملک میں جہاں بھی جاؤ گے تمہیں عزت کی نگاہ سے دیکھا جائیگا ہر کوئی تمہاری خدمت کرنے کو اپنے لیے سعادت سمجھے گا۔ میرے نزدیک نیک نامی بہت بڑی دولت ہے۔

میرے پیارے بیٹو اب دو چیزوں میں تمہیں پورا اختیار ہے یا تونگری حاصل کرلو۔ اور تمہارا باپ اس کی وجہ سے جہنم رسید کردیا جائے۔

یا فقر و فاقہ اختیار کرلو اور اس وجہ سے تمہارا باپ جنت میں داخل کردیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ تم اپنے باپ کو جہنم سے آزاد کرانے کو اپنی مالداری و تونگری پر ترجیح دو گے پھر ان کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھا اور ارشاد فرمایا۔

اٹھو اللہ تمہارا نگہبان ہو' اٹھو اللہ تمہیں وافر رزق عطا کرے۔

مسلمہ نے امیرالمومنین کی طرف دیکھا اور کہا:

امیرالمومنین میرے پاس انہیں دینے کے لیے بہتر چیز موجود ہے۔

فرمایا وہ کیا اس نے کہا میرے پاس تین لاکھ دینار ہیں' میں یہ آپکو ہبہ کرتا ہوں آپ یہ رقم بطور صدقہ تقسیم کردیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا: اے مسلمہ میرے پاس اس سے بہتر تجویز ہے' اس

نے کہا وہ کیا: فرمایا یہ دینار جس سے چھینے ہیں اسے واپس کردو تیرا ان پہ کوئی حق نہیں یہ سن کر مسلمہ کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔ اور کہا امیر المومنین آپ پر اللہ تعالی کی بے پایاں رحمتیں نازل ہوں' دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی آپ نے ہمارے سخت دلوں کو نرم کردیا بھولا ہوا سبق ہمیں یاددلا دیا' اور آپ کی تربیت سے ہمیں صالحین کے زمرے میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔

لوگوں نے خلیفتہ المسلمین کی وفات کے بعد اس کے تمام بیٹوں کے معاشی حالات دیکھے ان میں سے کسی کو نہ محتاج دیکھا اور نہ ہی فقیرو مفلس' اللہ تعالی نے سچ فرمایا۔

ولیخش الذین لو ترکوا من خلفھم ذریة ضعافا خافوا علیھم ولیتقواالله ولیقولوا قولا سدیدا (النساء)

ترجمہ:۔ لوگوں کو اس بات کا خیال کرکے ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ خود اپنے پیچھے بے بس اولاد چھوڑتے اور مرتے وقت انہیں اپنے بچوں کے حق میں کیسے کچھ اندیشے لاحق ہوتے وہ خدا کا خوف کریں اور راستی کی بات کریں۔ (نساء)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز (ابن عبدالحکیم)

۲۔ تاریخ الفسوی ۱/۵۶۸۔ ۶۲۰

۳۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز (ابن جوزی)

۴۔ الطبری ۶/۵۶۵۔ ۵۷۳

۵۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز (آجری)

۶۔ الجرح والتعدیل ۶/۱۲۲

۷۔ طبقات ابن سعد ۵/۳۳۰

۸۔ طبقات شیرازی ۶۴

۹۔ تاریخ خلیفہ ۳۳۱۔ ۳۳۲

۱۰۔ التاریخ الکبیر ۶/۱۷۴

(۱۹)

حضرت محمد بن علی بن ابی طالب

عرف محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ

میری معلومات کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹے محمد بن حنفیہ نے سب سے زیادہ علم و ادب حاصل کیا

(ابن جنید)

حضرت محمد بن حنفیہ اور اس کے بھائی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ محمد بن حنفیہ نے حضرت حسن کو خط لکھا جس میں تحریر تھا۔

اللہ تعالی نے کئی اعتبار سے آپکو مجھ پہ برتری عطا کی' وہ اس طرح کہ: آپ کی والدہ ماجدہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لخت جگر ہیں۔

اور میری والدہ قبیلہ بنو حنیفہ کی چشم وچراغ ہیں۔

آپکے نانا اللہ کے رسول اور س کی مخلوق کے سردار ہیں۔

اور میرا نانا جعفر بن قیس ہے۔

جب میرا یہ خط آپ کے پاس پہنچے تو میرے ساتھ صلح کرنے کے لیے فورا چلے آنا۔ تاکہ اس میں بھی آپکو ہی برتری حاصل رہے۔ جب یہ خط حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو وہ جلد ان کے پاس آئے اور صلح کرلی۔

یہ دانشور' حسن اخلاق کا پیکر' ماہر ادیب کون ہے؟ آیئے شروع سے ہم اس کی داستان حیات بیان کرتے ہیں۔

○

اس داستان کا آغاز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کے آخری ایام سے ہوتا ہے۔

ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم کی خدمت اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے عرض کیا' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر اب مجھے اللہ سبحانہ وتعالی بیٹا عطا کرے کیا اس کا نام آپکے نام پر رکھ سکتا ہوں۔

فرمایا ہاں کیوں نہیں!

پھر یونہی دن گذرنے لگے، نبی اکرم ﷺ اللہ کو پیارے ہوگئے آپکے وصال کے چند ماہ بعد آپ کی لخت جگر حسنین کی ماں حضرت فاطمہ بتول نے بھی داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔

ان کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنو حنیفہ کی ایک خاتون خولہ بنت جعفر بن قیس سے شادی کرلی۔ اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام محمد رکھا گیا، اور اس کی کنیت رسول اکرم ﷺ کی اجازت کے مطابق ابوالقاسم رکھی گئی، لوگ انہیں محمد بن حنفیہ کے نام سے پکارنے لگے تاکہ حضرت فاطمۃ الزہراء کے لاڈلے بیٹوں حضرت حسن اور حضرت حسینؓ سے ان کا امتیاز ہو سکے۔ پھر یہ تاریخ میں اسی نام سے مشہور ہوئے۔

محمد بن حنفیہ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کے آخری ایام میں پیدا ہوئے، اپنے والد محترم حضرت علیؓ کی نگرانی میں نشو ونما پائی اور انہیں سے علم، زھد اور تقوی حاصل کیا، ان کی قوت و شجاعت کے وارث بنے اور انہیں سے فصاحت و بلاغت کے گر سیکھے۔ وہ بیک وقت میدان جنگ کے بطل جلیل اور میدان خطابت کے عظیم شہسوار تھے۔

جب رات کی تاریکی چھا جاتی لوگ نیند کے مزے لوٹ رہے ہوتے تو یہ مصلے پر کھڑے اللہ سبحانہ و تعالی کے ساتھ ہم کلام ہوتے، سجدہ ریز ہوتے، گڑگڑاتے اور آہ و زاریاں کرتے۔

○

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کو ان تمام جنگوں میں ساتھ رکھا جن میں خود شریک ہوئے اور یہ اپنے باپ کے شانہ بشانہ لڑے' اور اسے وہ جنگی چالیں اور پینترے سکھلائے جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو نہیں سکھلائے تھے۔

کسی جنگ میں نہ یہ مغلوب ہوئے اور نہ کبھی ان کے عزم راسخ میں کوئی اضمحلال آیا۔ ایک دفعہ ان سے سوال کیا گیا: کہ کیا بات ہے آپ کے ابا جان نے تمہیں خطرناک جنگوں میں شریک کیا جبکہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو معرکہ آرائیوں سے الگ تھلگ رکھا۔

فرمایا: اس لئے کو وہ دونوں میرے بھائی اپنے باپ کی آنکھیں اور میں ان کا ہاتھ تھا۔ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی آنکھوں کی حفاظت کیا کرتے تھے۔

○

جنگ صفین جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین لڑی گئی اس جنگ میں محمد بن حنفیہ نے اپنے باپ کا جھنڈا اٹھا رکھا تھا' فریقین کے افراد اس جنگ کی چکی میں پسنے لگے طرفین سے لوگ گاجر مولی کی طرح کٹ کر میدان میں گرنے لگے۔ محمد بن حنفیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ اب فریقین میں سے کوئی نہیں بچے گا میں یہ صورت

حال دیکھ کر بہت گھبرایا تھوڑی دیر بعد میں نے اپنے پیچھے سے ایک چیخ سنی مڑ کر دیکھا کہ ایک بندہ خدا درد دل سے پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔

مسلمانو! اللہ سے ڈرو!

مسلمانو! عورتوں اور بچوں کا خیال کرو!

مسلمانو! دین اور ناموس کا خیال رکھو!

مسلمانو! ذار ان نو مسلموں کی طرف دیکھو جو روم اور دیلم سے نئے نئے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔

مسلمانو! اللہ سے ڈرو۔

یہ درد بھرے کلمات سن کر میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ آج کے بعد میری تلوار کسی مسلمان کے خلاف نہیں اٹھے گی۔

○

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک بد بخت کے ہاتھوں شہید ہوئے تو امت مسلمہ امیر معاویہ بن ابی سفیان کی خلافت پر مجتمع ہو گئی حضرت محمد بن حنفیہ نے بھی اسلام اور مسلمانوں کی عزت کی خاطر اصلاح احوال کے لیے اور امت مسلمہ کی شیرازی بندی کی غرض سے سمع وطاعت کی بنیاد پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بیعت کے صدق وصفا کا لحاظ رکھتے ہوئے بیشتر مرتبہ محمد بن حنفیہ کو اپنے پاس دارالخلافہ میں بلایا اور ان کی بڑی قدر ومنزلت کی' اور جب بھی آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملنے

کے لیے دارالحکومت دمشق تشریف لائے آپ کو شاہی اعزاز و اکرام سے نوازا گیا۔

○

ایک مرتبہ روم کے بادشاہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جس میں یہ تحریر تھا۔

ہمارے ہاں یہ دستور ہے کہ بادشاہ ایک دوسرے کو خیر سگالی کے پیغامات بھیجتے ہیں' اور قیمتی تحائف کے تبادلے سے خوشی محسوس کرتے ہیں اور بسا اوقات اپنے ملک کی عجیب و غریب اور محیر العقول اشیاء کے باہمی تبادلے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں' کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ یہ دستور میرے اور آپ کے درمیان بھی رائج ہو؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیمتی تحائف اور دل پسند اشیاء کے باہمی تبادلے کے لیے رضامندی کا اظہار کر دیا۔

روم کے بادشاہ نے اپنے ملک کے دو عجیب وغریب قسم کے آدمی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجے۔

ایک بہت لمبا تڑنگا تھا قد کی لمبائی حیرت انگیز تھی' یوں معلوم ہوتا جیسے جنگل میں ایک انتہائی لمبا درخت کھڑا ہے یا کوئی اونچا مینار ہے۔

اور دوسرا شہزور تھا اسے دیکھ کر یوں معلوم ہوتا جیسے کوئی چیر پھاڑ کرنے والا درندہ کھڑا ہے ان کے پاس شاہ روم کا ایک خط بھی تھا جس میں یہ

لکھا ہوا تھا۔

کیا آپ کے ملک میں لمبائی اور طاقت کے لحاظ سے ان جیسا کوئی شخص ہے؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یہ خط پڑھ کر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے فرمانے لگے' اتنا طویل آدمی بلکہ اس سے بھی دو قدم آگے ہمارے پاس ہے اور وہ ہے قیس بن سعد بن عبادہ' رہا اس دوسرے شخص جیسا طاقتور تو آپ بتائیے وہ کون ہو سکتا ہے؟

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا' ہمارے ملک میں دو شخص طاقت میں اس سے بڑھ کر ہیں' ایک محمد بن حنفیہ اور دوسرے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ لیکن یہ دونوں دارالحکومت سے بہت دور رہتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا محمد بن حنفیہ ہم سے دور نہیں' حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا' کیا خیال ہے وہ اپنے مرتبہ و مقام کے اعتبار سے لوگوں کے سامنے ایک رومی شخص کے ساتھ زور آزمائی کے لیے تیار ہو جائیں گے۔

امیر معاویہ نے ارشاد فرمایا' ہاں اسلام کی عزت کی خاطر وہ اس کے لیے تیار ہو جائیں گے۔

○

پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیس بن سعد اور محمد بن حنفیہ کو بلایا'

جب مقابلے کے لیے مجلس منعقد کی گئی تو جناب قیس بن سعد نے تہمبند باندھ کر پائجامہ اتارا اور مد مقابل لمبے تڑنگے رومی بگلے بھگت کی طرف پھینکا اور اسے بڑے طمطراق سے کہا یہ پہنو اس نے پاجامہ پہنا جو اس کے گلے تک پہنچ گیا اہل مجلس یہ منظر دیکھ کر ہنس دیئے' حضرت قیس بن سعد کا قد اس کے کہیں لمبا تھا' رومی یہ دیکھ کر بہت کھسیانہ ہوا۔

اور محمد بن حنفیہ نے ترجمان سے کہا کہ میرے مد مقابل آنے والے رومی سے کہو' چاہے وہ بیٹھ جائے اور میں کھڑا رہوں اور وہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے میں اسے بزور بازو کھڑا کروں گا اور وہ مجھے بٹھانے میں زور آزمائی کرے اور اگر وہ چاہے تو خود کھڑا ہو جائے میں بیٹھ جاتا ہوں' بایں صورت وہ مجھے کھڑا کریگا میں اسے بٹھانے کی کوشش کروں گا اس طرح ہم دونوں اپنی طاقت کا مظاہرہ کریں گے۔

رومی نے بیٹھنے کو ترجیح دی' محمد بن حنفیہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے آن واحد میں کھڑا کر دیا لیکن رومی آپکو بٹھانے میں ناکام رہا۔ رومی کے سینے میں قومی غیرت سرایت کر گئی اس نے کھڑا ہو کر مقابلہ کرنے کی ٹھانی اور محمد بن حنفیہ نے بیٹھ کر اس کے ہاتھ کو ایک ایسا زوردار جھٹکا دیا جس سے وہ زمین سے آن لگا اور ایسے پیچ و تاب کھانے لگا جیسے اس کا بازو کندھے سے الگ ہو گیا ہو' مقابلہ ختم ہو گیا دونوں رومی رستم خائب و خاسر اور شرمندہ و پشیمان اپنے بادشاہ کے پاس اپنا سا مونہہ لے کر واپس لوٹ گئے۔

O

پھر حوادثات زمنہ نے ایک اور پلٹا کھایا.....

حضرت امیر معاویہ ان کا فرزند یزید اور مروان بن حکم اپنے رب کو پیارے ہوگئے بنو امیہ کی باگ دوڑ عبدالملک بن مروان کے ہاتھ آئی' وہ خلیفتہ المسلمین کہلانے لگا' اہل شام نے ان کی بیعت کرلی' اہل حجاز و عراق نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

دونوں میں سے ہر ایک لوگوں کو اپنی بیعت پر آمادہ کرنے لگا کیونکہ ہر ایک کا خیال تھا کہ میں اپنے مد مقابل سے زیادہ خلافت کا حقدار ہوں' اس سے مسلمانوں کا پھر سے شیرازہ بکھر گیا' حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے محمد بن حنفیہ سے مطالبہ کیا کہ وہ بھی اہل حجاز کی طرح ان کے ہاتھ پر بیعت کرے۔ حضرت محمد بن حنفیہ پر بیعت کا مفہوم مخفی نہیں تھا' وہ خوب سمجھتے تھے کہ جس کی بیعت کی جائے اس کے بیعت کرنے والے پر کیا حقوق عائد ہوتے ہیں' اس کا ایک مطلب تو یہ ہے اس کے دفاع میں تلوار سونتی جائے اور اس کے مخالفین کو تہہ تیغ کیا جائے۔

جبکہ مخالف مسلمان ہیں جنہوں نے اپنے اجتہاد سے کسی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کر رکھی ہے یہ دانشمند' ذی شعور اور معاملہ فہم سپوت جنگ صفین کو ابھی نہیں بھولا تھا اور نہ ہی اس دردناک اور دل کو ہلا دینے والی آواز کو فراموش کیا تھا' جو کسی درد دل رکھنے والے شخص کی زبان سے لڑائی کے دوران نکلی تھی' کہ اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو۔

اے مسلمانو! عورتوں اور بچوں کا خیال کرو۔

اے مسلمانو! دین اور ناموس کا خیلل رکھو۔

اے مسلمانو ان نو مسلموں کی طرف دیکھو جو روم اور دیلم سے نئے نئے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔

اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

ہاں ہاں ان میں سے کوئی بات بھی وہ قطعاً نہیں بھولا تھا۔

اس نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے صاف صاف کہہ دیا۔

آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مجھے اس بیعت سے کوئی دلچسپی نہیں' میں امت مسلمہ کا ایک فرد ہوں' میں اس کے ہاتھ پر بیعت کروں گا جس کی خلافت پر پوری امت متفق ہو جائے' اس وقت نہ میں آپ کی بیعت کروں گا اور نہ عبدالملک بن مروان کی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر محمد بن حنفیہ کو اپنی بیعت پر آمادہ کرنے کے لیے کبھی نرم رویہ اختیار کرتے اور کبھی ترش۔

○

تھوڑے ہی عرصہ میں محمد بن حنفیہ کے ساتھ بہت سے لوگ آملے دیکھتے ہی دیکھتے سات ہزار افراد نے فتنے سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے انکی قیادت کو تسلیم کرلیا اور انہوں نے اس شعلہ فگن آگ کا ایندھن بننے سے صاف انکار کردیا۔ محمد بن حنفیہ کے پیروکار جوں جوں بڑھنے لگے توں توں حضرت عبداللہ بن زبیر کا پارہ ان کے خلاف چڑھنے لگا اور بیعت کرنے کا

اصرار کرنے لگے۔

جب حضرت عبداللہ بن زبیر او بنو ہاشم میں سے ان کے ساتھی حضرت محمد بن حنفیہ سے مایوس ہو گئے' تو انہوں نے محمد بن حنفیہ اور ان کے پیروکاروں کی نگرانی کے لیے پہرہ بٹھادیا' پھر ان سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

بخدا یا تو تم میری بیعت کرو گے یا پھر میں تمہارے گھروں آگ لگا کر بھسم کردوں گا۔ پھر اس کے بعد انہیں گھروں میں مقید کر دیا اور گھروں کی دیواروں کے ساتھ ایندھن چنوادیا' صورت حال یہ تھی کہ ایک ہی چنگاری تمام گھروں کو جلا کر راکھ کر دینے کے لیے کافی تھی' اس نازک موقع پر محمد بن حنفیہ کی جماعت کے چند افراد نے کہا' ہمیں اجازت دیجئے تاکہ عبداللہ بن زبیر کا کام تمام کردیں اور لوگوں کو سکھ کا سانس لینا نصیب ہو۔

فرمایا کیا ہم اپنے ہی ہاتھوں سے اس ہولناک فتنے کی آگ کو بھڑکائیں گے جس سے ہم الگ ہوئے ہیں کیا ہم صحابی رسول علیہ السلام اور فرزند صحابی کو قتل کرنے کا ارتکاب کریں گے۔

نہیں اللہ کی قسم نہیں ہم کوئی ایسا اقدام نہیں کریں گے جو اللہ اور اسکے رسول علیہ السلام کی ناراضگی کا باعث ہو۔

○

جب عبدالملک بن مروان کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی جانب سے محمد بن حنفیہ اور ان کے ساتھیوں پر کی جانے والی سختیوں اور تشدد

کا پتا چلا' تو اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے ایک خط دے کر قاصد کو ان کی طرف روانہ کیا' جس میں نہایت ہی محبت اور شفقت کا انداز اپنایا گیا تھا کبھی اس انداز سے اپنے بیٹوں کو بھی خط نہیں لکھا' اس میں یہ پیغام بھیجا کہ مجھے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن زبیر نے آپ کا عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے' سر زمین شام کے راستے آپ کے لیے کھلے ہیں' آپ تشریف لائیں ہم آپ کے تمام ساتھیوں کو خوش آمدید کہتے ہیں' ہمارے پاس تشریف لایئے ہم آپکا گرمجوشی سے استقبال کریں گے یہاں پہنچ کر آپ یوں محسوس کریں گے جیسے اپنے گھر میں ہوں آپ ہمیں اپنے قدر دانوں میں سے پائیں گے اور آپ کے حقوق کا خیال رکھا جائیگا۔

○

جب یہ خط ملا تو حضرت محمد بن حنفیہ اپنے ساتھیوں کو لے کر سرزمین شام کی طرف روانہ ہوئے' جب سرحدی علاقے کے ابلہ مقام پر پہنچے وہاں پڑاو لیا ابلہ کے باشندوں نے انکی بہت قدر کی دل کھول کر ان کی مہمان نوازی کی' حضرت محمد بن حنفیہ کی عبادت اور زھد و تقوی سے متاثر ہو کر ان کی تعظیم بجالائے' حضرت محمد بن حنفیہ اہالیان ابلہ کو نیکی کا حکم دینے برائی سے روکنے اسلامی شعائر قائم کرنے اور ان کے باہمی جھگڑوں کو نپٹانے لگے' اس علاقے میں کوئی ایسا نہ رہا جو کسی دوسرے پر ظلم کرتا ہو۔

جب یہ خبر عبدالملک بن مروان تک پہنچی تو اس پر بڑی شاق گذری اس نے اپنے خاص ہم نشینوں سے مشورہ کیا۔

انہوں نے کہا ہماری رائے یہ ہے کہ آپ اسے اپنے ملک میں رہنے کی اجازت نہ دیں ورنہ وہ آپکے لیے خطرہ بن جائیگا اس کی خوبیوں اور صلاحیتوں کو آپ خود اچھی طرح جانتے ہیں' اگر انہوں نے یہاں رہنا ہے تو آپ کی بیعت کریں ورنہ جہاں سے آئے ہیں وہیں چلے جائیں۔

عبدالملک بن مروان نے ان کی طرف خط لکھا جس میں تحریر تھا آپ میرے ملک میں تشریف لائے اور اس کے ایک کونے میں فروکش ہوئے' جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میرے اور عبداللہ بن زبیر کے مابین کشمکش ہے' مسلمانوں میں آپ کی عزت' شہرت اور ایک اہم مقام ہے' میرا خیال ہے کہ اگر آپ میرے ملک میں رہائش اختیار کرنا چاہتے ہیں تو میری بیعت کرلیں' آپ کے لیے یہ بہتر ہوگا اگر آپ بیعت کرلیں تو میں آپ کو وہ سو بحری جہاز جو سامان سے لدے ہوئے ابھی ابھی پہنچے ہیں مع انکے عملے کے آپ کی نذر کردونگا' وہ آپ کی ملکیت ہونگے اور ان کے علاوہ دس لاکھ درہم آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے تیار ہوں اسے خرچ کرنے کا آپ کو مکمل اختیار ہوگا آپ یہ رقم اپنی ذات' اپنی اولاد' رشتہ دار اور ساتھیوں پر خرچ کرسکیں گے' اگر آپ میری بیعت سے انکاری ہیں تو پھر وہاں تشریف لے جایئے' جہاں میرا اختیار نہ چلتا ہو۔

محمد بن حنفیہ نے جواباً یہ خط لکھا۔

محمد بن علی کی جانب سے عبدالملک بن مروان کی طرف۔

السلام علیکم:

میں اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں۔

اما بعد!

شاید آپ مجھ سے ہراساں ہیں' میرا خیال تھا کہ آپ بیعت کے سلسلے میں میرے حق پر مبنی موقف کو جان چکے ہونگے۔

اللہ کی قسم اگر مجھ پر پوری امت کا اتفاق ہو جائے اور صرف ایک بستی والے مجھے اپنا خلیفہ ماننے سے انکاری ہوں تو تب بھی میں یہ خلافت وامارت قطعا قبول نہ کروں اور اس بات پر کبھی بھی ان سے لڑائی نہ کروں۔

میں مکہ معظمہ میں رہائش پذیر ہوا حضرت عبداللہ بن زبیر نے چاہا کہ میں ان کی بیعت کرلوں' جب میں نے انکار کردیا تو انہیں میرا فیصلہ ناگوار گذرا اور میرے لیے مشکلات پیدا کیں پھر آپ نے مجھے اپنے ملک شام میں رہائش اختیار کرنے کے لیے دعوت دی میں آپ کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے یہاں چلا آیا اور آپ کی سلطنت کے ایک کونے میں رہنے لگا پھر آپ نے یہ پیغام بھیج دیا ہے میں ان شاء اللہ اپنے ساتھیوں کو لے کر یہاں سے چلا جاوں گا آپ گھبرایئے نہیں۔

○

محمد بن حنفیہ اپنے اہل وعیال اور مریدان باصفا کو لے کر سرزمین شام سے واپس پلٹے جس جگہ بھی آپ پڑاو کرتے آپکو وہاں سے کوچ کرجانے کا حکم دیا جاتا یہی غم جاناں کافی نہ ہوئے بلکہ مزید غم واندوہ میں مبتلا کرنا

مشیت ایزدی ٹھہرا۔

ہوا یہ کہ آپ کے چند پیروکار اپنی غفلت' سستی اور کاہلی کی بنا پر کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور انکی اولاد کے سینوں میں علم کے اسرار ورموز دین کے بنیادی اصول اور شریعت کے خزانے ودیعت کردیئے تھے آل بیت کو خاص طور پر روحانی علوم سے مالا مال کردیا تھا یہ سعادت کسی اور کے نصیب نہ آئی ...... لیکن ہمارے راہنما بھی آل بیت میں سے ہیں' ان مصائب اور رنج والم میں ان کی بصیرت کسی کام نہیں آرہی۔

حضرت محمد بن حنفیہ نے خداداد صلاحیت' دانشمندی اور قابل رشک عقل وخرد کی بناء پر اس خطرے کو بھانپ لیا کہ یہ لوگ مصائب سے گھبرا کر اب راہ فرار اختیار کرنا چاہتے ہیں' آپ نے سب لوگوں کو اکٹھا کیا اور آپ ان سے خطاب کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اللہ تعالی کی حمد وثناء اور رسول اقدس پر درودو سلام کے بعد ارشاد فرمایا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آل بیت کو رسول اقدس ﷺ نے کسی ایسے خصوصی علم سے نوازا ہے جو کسی اور کو عطا نہیں کیا۔

اللہ کی قسم ہم رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس علم کے وارث ہیں جو قرآن مجید میں محفوظ ہے' جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم کتاب الہی کے علاوہ کچھ اور پڑھتے ہیں وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

آپ کے بعض پیروکار محبت سے یوں سلام کرتے۔

السلام علیک یا مہدی۔

آپ فرماتے میں خیر و بھلائی کی طرف راہنمائی کرنے والا ہوں اور آپ تمام بھی خیر و بھلائی کی طرف راہنمائی کرنے والے ہیں۔

جب کوئی مجھے سلام کہے تو وہ میرا نام لیا کرے اور یوں کہے السلام علیک یا محمد بن علی۔

○

محمد بن حنفیہ اور اسکے ساتھیوں کے لیے یہ تکلیف دہ صورت زیادہ دیر تک نہ رہی' ہوا یوں کہ حجاج بن یوسف حضرت عبداللہ بن زبیر پر غالب آگیا' انہیں شہید کردیا گیا تمام لوگوں نے عبدالملک بن مروان کی خلافت وامارت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے حضرت محمد بن حنفیہ نے عبدالملک بن مروان کی طرف خط لکھا جس میں یہ تحریر تھا۔

محمد بن علی کی طرف سے امیرالمومنین عبدالملک بن مروان کی طرف امابعد!

السلام علیکم

جب میں نے یہ منظر دیکھا کہ سب لوگوں نے متفقہ طور پر آپ کی خلافت کو تسلیم کرلیا ہے میں بھی امت مسلمہ کا ایک فرد ہوں' میں نے حجاز میں آپ کی طرف سے مقرر کردہ گورنر کے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے' اور یہ

بیعت بھی آپ کی خلافت و امارت کو تسلیم کرتے ہوئے کی ہے اور آپ کواس کی اطلاع کررہاہوں۔

والسلام علیک

عبدالملک بن مروان نے جب یہ خط اپنے ہم نشینوں کو پڑھ کر سنایا' سب نے بیک زبان کہا۔

امیرالمومنین اس خط سے محمد بن حنفیہ کے اخلاص کا پتہ چلتا ہے اگر وہ آپ کی مخالفت کرنا چاہتے' اور اطاعت سے روگردانی کا مظاہرہ کرتے تو آپ کے لیے مشکلات پیدا کرسکتے تھے یہ انکی مہربانی ہے کہ انہوں نے خیرسگالی کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے آپ کی بیعت کا اعلان کیا ہے۔ اب انکی آپ کو قدر کرنی چاہیئے ان کو' پہلی فرصت میں جوابی خط لکھیں جس میں ان کا شکریہ ادا کریں۔ اور انہیں ہر طرح کے تعاون کا یقین دلائیں اور ساتھ ہی انہیں یہ تسلی بھی دیں کہ آج کے بعد انہیں اور انکے کسی بھی ساتھی کے لیے حکومت کی جانب سے کوئی پریشانی پیدا نہیں کی جائے گی اور نہ ہی کسی گھبراہٹ میں مبتلا کیا جائے گا' آپ امن و سکون سے زندگی بسر کریں گے اور ساتھ ہی ایک خط حجاج بن یوسف کو لکھا جس میں اسے یہ حکم دیا کہ محمد بن حنفیہ کی تعظیم بجالائیں اور ہر طرح سے ان کا خیال رکھیں۔

لیکن حضرت محمد بن حنفیہ زیادہ دیر زندہ نہ رہے۔

اللہ تعالی نے انہیں اپنی جوار رحمت میں بلالیا۔

اللہ اس پہ راضی وہ اللہ پہ راضی۔

اللہ تعالیٰ محمد بن حنفیہ کی قبر کو منور کرے اور ان کی پاکیزہ روح کو جنت میں تروتازہ' رکھے' وہ ان خوش نصیب لوگوں میں سے تھے جو زمین میں فساد اور اپنے نام و نمود کے خواہاں نہیں ہوتے۔

○

محمد بن حنفیہ علیہ الرحمتہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ حلیتہ الاولیاء (ابو نعیم اصفہانی) ۱۷۴/۳

۲۔ تہذیت التہذیب ۳۵۴/۹

۳۔ صفتہ الصفوہ ابن جوزی ۷۷/۲۔ ۷۹

۴۔ الطبقات الکبریٰ ابن سعد ۹۱/۵

۵۔ الوافی بالوفیات مترجم صفحہ ۱۵۸۴

۶۔ وفیات الاعیان ابن خلکان ۱۶۹/۴

۷۔ الکامل ۳۹۱/۳ ـ ۲۵۰/۴

۸۔ شذرات الذہب ۸۹/۱

۹۔ تہذیب الاسماء واللغات ۸۸/۱ـ ۸۹

۱۰۔ البدء والتاریخ ۷۵/۵ـ ۷۶

۱۱۔ المعارف لابن قتیبہ ۱۲۴

۱۲۔ العقد الفرید ابن عبدر جلد ۲۔ ۳۔ ۵ دیکھئے۔

(۲۰)

حضرت طاؤس بن کیسان رضی اللہ عنہ

ہمراہ محمد بن یوسف ثقفی

میں نے طاؤس بن کیسان جیسا
نڈر جید عالم کوئی نہ دیکھا۔

(عمرو بن دینار)

وہ ہدایت کے درخشندہ ستاروں میں جگمگایا نورانی کرنوں نے اسے اپنے جلو میں لیا دل میں نور زباں پہ نور اوپر نور نیچے نور دائیں نور بائیں نور اور زندگی بھر نوران کے آگے رقصاں رہا۔

○

حضرت محمد ﷺ کے مدرسہ سے فراغت حاصل کی اور علم و عمل کے اعلی مقام پر فائز ہوئے' ایمان کی پختگی بات کی صداقت' فانی دنیا سے بے رغبتی' رضائے الٰہی کے لیے مرمٹنے اور حق بات ببانگ دہل کہنے میں صحابہ کے نقش قدم پر گامزن تھے۔ محمدی مدرسہ نے اسے یہ تعلیم دی کہ دین خیر خواہی کا نام ہے' وہ خیر خواہی اللہ تعالیٰ' اسکی کتاب اس کے رسول' مسلمان حکمرانوں اور عوام الناس کے لیے ہے' تجربے نے اسے یہ بتایا کہ اصلاح کی ابتداء حکمرانوں سے ہوتی ہے اور انہیں پر انتہا۔

حکمران اگر درست ہو جائے تو رعایا بھی درست ہو جاتی ہے' اگر حکمران خراب ہو جائے تو رعایا کا سنورنا بہت مشکل ہو جاتا ہے یہ ہیں ذکوان بن کیسانؒ علیہ الرحمتہ جن کا لقب طاوس تھا' انہیں یہ لقب اس بنا پر دیا گیا کہ وہ حقیقتاً اپنے دور میں تمام علماء سے ممتاز تھے جس طرح مور تمام پرندوں میں اپنے حسن و جمال کی وجہ سے ممتاز ہوتا ہے۔

○

طاوس بن کیسان یمن کے رہنے والے تھے ان دنوں یمن کا گورنر

حجاج بن یوسف کا بھائی محمد بن یوسف ثقفی تھا۔ حجاج بن یوسف نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی تحریک خلافت کو کچل کر پورے حجاز اور گردونواح پر اپنی گرفت مضبوط کرلی تھی' سارے علاقے میں رعب ودبدبہ اور شان وشوکت قائم ہو جانے کے بعد اس نے اپنے بھائی محمد بن یوسف کو یمن کا گورنر مقرر کرکے بھیجا اس میں اپنے بھائی حجاج کی بہت سی برائیاں تو پائی جاتی تھیں لیکن اس کی کسی بھی خوبی سے آراستہ نہ تھا۔

○

موسم سرما کے ایک خشک دن صبح سویرے حضرت طاؤس بن کیسان وہب بن منبہ کے ہمراہ یمن کے گورنر محمد بن یوسف ثقفی سے ملنے گئے دیوان میں پہلے ہی بہت سے لوگ اس کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے حضرت طاووس نے آتے ہی وعظ و نصیحت شروع کردی' گورنر نے اپنے ایک دربان کو حکم دیا کہ ایک قیمتی اور فاخرانہ جبہ لاو۔ اور اس واعظ مہمان کے کندھوں پر ڈال دو۔ دربان نے شاہی حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایک قیمتی عالیشان جبہ حضرت طاووس کے کندھوں پر ڈال دیا' لیکن انہوں نے کمال حکمت عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وعظ و نصیحت کے دوران اپنے کندھوں کو جھٹکا دینا شروع کیا' جس سے دھیرے دھیرے جبہ کندھوں سے سرکتا ہوا نیچے گر گیا۔ آپ اسے وہیں چھوڑ کر دربار سے باہر چلے گئے۔ اور اسے دیکھا تک نہیں جیسے طبیعت پر اس کا وجود بہت گراں گذرا ہو۔ بے نیازی کا یہ منظر دیکھ کر گورنر ورطہ حیرت میں پڑ گیا۔ درباریوں کی موجودگی میں ایک واعظ کے

ہاتھوں اپنی سبکی سے شرمندہ ہوا۔ غصے سے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا لیکن زبان سے کچھ نہ کہا: جب طاوس اور اس کے ساتھی مجلس سے باہر گئے تو اس نے طاوس سے کہا بخدا ہمیں گورنر کو غصہ دلانے کی چنداں ضرورت نہ تھی' اگر آپ قیمتی شاہی جبے کا تحفہ قبول کر لیتے تو کیا حرج تھا' اگر آپ اسے اپنے پاس رکھنا نہیں چاہتے تھے' تو اسے بیچ کر فقراء و مساکین کی مدد کر دیتے۔ حضرت طاوس بولے آپ مجھے یہ کیسا مشورہ دے رہے ہیں۔ اگر آج میں اسے قبول کر لیتا اور فقراء و مساکین میں اسے تقسیم بھی کر دیتا تو کل علماء اپنے حکمرانوں سے تحائف قبول کرنے کے لیے یہ دلیل پیش کرتے کہ طاوس نے بھی تو تحفہ قبول کیا تھا لیکن وہ فقراء و مساکین میں تقسیم کرنے کی بجائے خود اپنے مصرف میں لاتے۔

○

یمن کے گورنر محمد بن یوسف نے اسے اپنی توہین سمجھا' اور طاوس سے بدلہ لینے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اس نے انہیں شکار کرنے کے لیے ایک خطرناک جال پھینکا' وہ یہ کہ سونے کے سات سو دینار تھیلی میں بند کیے اور اپنے درباری کارندوں میں سے ایک نہایت ہی ذہین ہوشیار اور چاق و چوبند شخص کو بلا کر کہا: کہ یہ دیناروں کی تھیلی طاوس کو سپرد کر آئے۔ اگر وہ اسے قبول کرنے سے انکار کرے تو ہر حیلہ استعمال کرنا جس سے وہ یہ تھیلی لینے کے لیے تیار ہو جائے۔ اگر تم اس مشن میں کامیاب ہو گئے اور اس نے یہ تھیلی قبول کر لی تو میں تجھے اپنا مقرب بنا لوں گا۔ اور تجھے انعام و اکرام اور

ظلعت فاخرہ سے نوازوں گا۔ وہ شخص تھیلی لے کر اس بستی کی طرف روانہ ہوا جس میں حضرت طاووس رہائش پذیر تھے اور یہ بستی یمن کے دارالحکومت صنعاء کے قریب ہی واقع تھی، یہ شخص وہاں پہنچا حضرت طاووس کے پاس حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور نہایت ہی مؤدبانہ انداز میں سپاس گزار ہوا کہ جناب والا گورنر نے یہ کچھ رقم آپکے لیے بھیجی ہے۔ اسے شرف قبولیت بخش کر شکریہ کا موقعہ دیں۔ آپ نے بڑی بے نیازی سے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ اس نے یہ تھیلی دینے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا، لیکن انہوں نے اسے قبول کرنے سے قطعاً انکار کر دیا، اب قاصد بے بسی کے عالم میں بیٹھا ہے۔ بے نیازی دیکھ کر ورطہ حیرت میں ہے۔ اپنی ناکامی سے حیران و پریشان ٹکٹکی لگائے مسلسل انہیں دیکھے جا رہا ہے۔

○

جب اس نے دیکھا کہ حضرت طاوؤس کی توجہ کسی دوسری طرف ہو چکی ہے وہ چپکے سے اٹھا ان سے آنکھ بچا کر تھیلی دیوار کے ایک طاقچے میں رکھی اور چلا گیا، گورنر کو جا کر بتایا کہ طاووس نے تھیلی قبول کر لی ہے۔ وہ یہ خبر سن کر بڑا خوش ہوا کہ اب ہمارے دام میں شکار پھنسا اب اس سے پوچھوں گا کہ جناب اب آپ کی بے نیازی کدھر گئی کیا محض دربار میں مجھے رسوا کرنے کے لیے تقوے کا ڈھونگ رچا رکھا تھا، لیکن وہ خاموش رہا اور اس راز سے اسے آگاہ نہ کیا جب چند دن گذر گئے۔ تو دربار کے دو قابل اعتماد کارندوں کو طاوؤس کی طرف روانہ کیا اور انکے ہمراہ اس شخص کو بھی

بھیجا جو پہلے انہیں تھیلی دے آیا تھا' انہیں یہ حکم دیا کہ طاؤس سے میرا سلام کہنا' اور انہیں یہ پیغام دینا کہ چند دن پہلے گورنر کی طرف سے دیناروں کی ایک تھیلی غلطی سے آپکے پاس گئی' دراصل وہ کسی اور کیلئے تھی اور قاصد غلطی سے آپکے سپرد کر گیا وہ برائے مہربانی واپس لوٹا دیجئے تاکہ اسے اصل مقام تک پہنچا دیا جائے حضرت طاؤس نے یہ سن کر فرمایا: میں نے کوئی تھیلی لی ہی نہیں اسے لوٹاؤں کیسے' دونوں نے بیک زبان کہا آپ نے چند دن پہلے یہ تھیلی وصول کی تھی اور یہ شخص آپکو تھیلی دے کر گیا ہے۔

حضرت طاؤس نے غضب آلود نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا اور غضبناک لہجے میں اس سے پوچھا:

ارے بتاؤ کیا میں نے کوئی چیز تجھ سے لی ہے؟

یہ منظر دیکھ کر اس شخص کے جسم میں کپکپی طاری ہو گئی اور کہنے لگا ہرگز نہیں بلکہ میں نے آپ سے آنکھ بچا کر تھیلی اس طاقچے میں رکھ دی تھی انعام اور قرب کے لالچ میں گورنر کو جا کر یہ رپورٹ دی کہ آپ نے یہ تھیلی قبول کر لی ہے آپ کا اس میں کوئی قصور نہیں یہ میری غلطی ہے جس کا میں کھلے دل سے اعتراف کرتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: جاؤ اس طاقچے میں جا کر دیکھو وہ دونوں سرکاری نمائندے کیا دیکھتے ہیں کہ طاقچے میں ایک تھیلی پڑی ہوئی ہے اور مکڑی نے اس پر جالا بن رکھا ہے۔ انہوں نے وہ تھیلی پکڑی اور گورنر کے پاس واپس چلے گئے وہ یہ روئیداد سن کر انگشت بدنداں رہ گیا۔

○

اللہ تعالیٰ نے بھی یمن کے گورنر کو سرعام رسوا کرنے اور چالاکی کا بدلہ چکانے کی ٹھان لی۔

بھلا یہ واقعہ کس طرح پیش آیا؟

حضرت طاؤوس بن کیسان بیان کرتے ہیں۔

جب میں حج کرنے کے لیے مکہ معظمہ گیا' حجاج بن یوسف بھی وہاں موجود تھا۔ میری موجودگی کا سن کر ملاقات کے لیے اس نے مجھے بلایا' میں اس کے دیوان میں پہنچا' اس نے مجھے خوش آمدید کہا' اور اپنے قریب بٹھایا آزاد مجلس کا خیال کرتے ہوئے اس نے گاؤ تکیہ مجھے پیش کیا تاکہ میں ٹیک لگا کر آرام سے بیٹھ سکوں۔ پھر وہ مجھ سے حج کے مسائل پوچھنے لگا' ہم محو گفتگو تھے کہ حجاج نے کسی تلبیہ کہنے والے کی سریلی آواز سنی اس کی آواز میں ایک جادو تھا۔ ہر سننے والا اس کی طرف بے ساختہ متوجہ ہو جاتا حجاج نے کہا اس شخص کو میرے پاس لاؤ اسے لایا گیا۔

حجاج نے پوچھا تم کون ہو؟

اس نے کہا میں ایک مسلمان ہوں۔

حجاج نے کہا میری مراد یہ ہے کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔

اس نے کہا میں یمن کا باشندہ ہوں۔

حجاج نے پوچھا اپنے گورنر کو کیسا پایا؟

اس نے کہا وہ بڑا موٹا تازہ ہے فاخرانہ لباس پہنتا ہے' باربار لباس

تبدیل کرتا ہے گھوڑے پر سوار کبھی آتا ہے کبھی جاتا ہے۔ اس کے طمطراق کے کیا کہنے۔

حجاج نے کہا میں نے تم سے یہ نہیں پوچھا:

اس نے کہا: پھر آپ نے کیا پوچھا ہے؟

حجاج نے کہا میں اس کے کردار اور اخلاق کے متعلق پوچھتا ہوں۔

اس نے کہا' وہ بڑا ہی ظالم جابر ہے۔ مخلوق کی اطاعت کرنے والا اور اپنے خالق کا نافرمان ہے۔

یہ جواب سن کر حجاج بن یوسف کا چہرہ غصے کی وجہ سے سرخ ہو گیا۔

حجاج نے اس شخص سے کہا تجھے یہ سب کچھ کہنے کی جرات کیسے ہوئی؟ کیا جانتے ہو گورنر کا میرے ساتھ کیا رشتہ ہے؟

اس نے بڑی ہی بے نیازی سے کہا:

اسکا قرب تجھ سے اور میرا قرب اللہ تعالیٰ سے ہے۔ کیا تم اس کے رشتے کو میرے اس تعلق سے بڑا سمجھتے ہو؟

سنو: میں اللہ کے اس عظیم گھر کا مہمان ہوں۔ میں اس کے نبی علیہ السلام کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ اور میں اس کا وہ قرض چکانے والا ہوں جو دینی اعتبار سے میرے ذمے ہے۔ یہ سن کر حجاج خاموش ہو گیا۔ حضرت طاؤس بیان کرتے ہیں کہ وہ یہ جرات مندانہ بات کرتے ہی بغیر اجازت لیے وہاں سے چلا گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے ہو لیا' میں نے اپنے دل میں کہا' یہ شخص بہت نیک ہے۔ اس سے ملاقات کرنی چاہئے کہیں یہ لوگوں کی بھیڑ

کی وجہ سے نگاہوں سے اوجھل نہ ہو جائے لہٰذا میں اس کے پیچھے ہو لیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ غلاف کعبہ سے چمٹا ہوا اللہ کے حضور آہ وزاری کرتے ہوئے کہہ رہا ہے۔

الٰہی: میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔

الٰہی: میں تیرے حضور گناہوں کی بخشش کے لیے التجا کرتا ہوں۔

الٰہی: اپنی سخاوت کے صدقے اور اپنی کفالت کے طفیل مجھے بخیلوں کی نوک جھونک اور روک ٹوک سے محفوظ فرما۔ اور جو کچھ دنیا والوں کے قبضے میں ہے اس سے بے نیاز کر دے۔

الٰہی: میں تیری بارگاہ میں خوشحالی و فراوانی کا طلبگار ہوں اور تیری رحمت کا سوالی ہوں۔

الٰہی: میں تیری جانب سے نازل کردہ خیر و برکت کا فقیر ہوں پھر طواف کرنے والوں کا ایک ریلا اسے بہالے گیا۔ اور پلک جھپکتے ہی اسے میری آنکھوں سے اوجھل کر دیا۔

مجھے یقین ہو گیا کہ اب اس سے ملاقات نہیں ہو سکے گی لیکن پھر میں نے میدان عرفات میں شام کے وقت اسے دیکھا کہ لوگوں کے شانہ بشانہ مزدلفہ کی طرف جا رہا ہے۔ میں اس کے قریب ہوا وہ اپنے اللہ سے محو گفتگو تھا' اور کہہ رہا تھا۔

الٰہی: اگر تو نے میرا حج قبول نہ کیا تو میرا کیا بنے گا؟

الٰہی: اس مبارک سفر کے اجر و ثواب سے مجھے محروم نہ کرنا۔

پھر وہ رات کی تاریکی میں میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ جب میں تلاش بسیار کے باوجود اسے نہ دیکھ سکا۔ اس کی ملاقات سے مایوس ہو گیا' تو میں اپنے اللہ سے التجا کرنے لگا۔

الٰہی: میری اور اس شخص کی دعا کو قبول فرما۔

الٰہی میری اور اس کی امیدوں کو بر لانا۔

الٰہی: مجھے اور اسے قیامت کے دن ثابت قدم رکھنا جس دن اکثر لوگوں کے قدم ڈگمگا رہے ہونگے۔ اے کرم کرنے والے خدایا میری اور اس کی ملاقات حوض کوثر پر کرنا۔

○

اب ہم آئندہ سطور میں جلیل القدر تابعی حضرت ذکوان بن کیسان جو طاؤس کے لقب سے مشور تھے کی زندگی کے مزید چند دلچسپ حالات بیان کریں گے۔ اللہ ان پر راضی اور انہیں اللہ نے راضی کر دیا۔

اور انہیں بہشت بریں میں جگہ عطا کی۔

(۲۱)

حضرت طاؤوس بن کیسان رضی اللہ عنہ
بحیثیت واعظ و راھنما

اے ابو عبد الرحمان میں نے تجھے
خواب میں دیکھا کہ تو بیت اللہ کے
اندر نماز پڑھا رہا ہے اور
دروازے پر کھڑے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
تجھے فرما رہے تھے اے طاؤوس
اونچی آواز سے قرآن مجید پڑھو۔

(مجاھد)

خلیفتہ المسلمین سلیمان بن عبد الملک بیت اللہ کی ایک جانب پڑاؤ کیے ہوئے اسے شوق بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اس نے اپنے دربان سے کہا کسی جید عالم کو بلا کر لائے تاکہ وہ ہمیں ان مبارک دنوں کی مناسبت سے حج کے مسائل بتائے۔ دربان حجاج کرام سے امیر المؤمنین کی خواہش کے مطابق کسی جید عالم کے متعلق پوچھنے لگا۔ اسے بتایا گیا کہ طاؤس بن کیسان اس دور کے فقہاء و علماء کے سردار ہیں' دعوت و ارشاد کے میدان میں اس کا انداز سب سے زیادہ دلپذیر ہے' آپ بے فکر ہو کر اسے اپنے ساتھ لے جائیں۔

دربان نے جناب طاؤس کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر مؤدبانہ التماس کی کہ امیر المؤمنین نے آپ کو یاد فرمایا ہے آپ بغیر کسی تاخیر کے دربان کے ہمراہ امیر المؤمنین کے پاس جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ آپ کا نظریہ یہ تھا' کہ ہر مبلغ پر لازم ہے کہ دعوت و ارشاد کے لیے ہر مناسب موقع کو غنیمت جانے۔ اور اسے کسی صورت ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اور انہیں اس بات پر پختہ یقین تھا کہ وہ بات سب سے افضل ہے جو کسی بادشاہ کو درست کرنے کے لیے یا اسے ظلم وجور سے باز رکھنے کے لیے یا اسے اللہ کے قریب کرنے کے لیے کی جائے۔

O

حضرت طاؤس دربان کے ہمراہ چلے جب وہ امیر المؤمنین کے پاس گئے اسے سلام کہا تو اس نے والہانہ استقبال کیا اور بڑی عقیدت سے سلام کا

جواب دیا۔ اور نہایت ہی عزت و اکرام کے ساتھ اپنے پاس بٹھایا پھر وہ آپ سے حج کے مسائل دریافت کرنے لگا۔ اور بڑے ادب و احترام سے ان کے جوابات سننے لگا۔

حضرت طاؤوس فرماتے ہیں۔

جب میں نے محسوس کیا کہ امیر المؤمنین اپنا مقصد حاصل کر چکے ہیں اور اب کوئی سوال باقی نہیں رہا' تو میں نے اپنے دل میں سوچا یہ ایک ایسی مجلس ہے کہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں مجھ سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا کہ تم نے سربراہ مملکت کو کوئی نصیحت کیوں نہیں کی' یہ سوچ کر میں اس کی طرف متوجہ ہوا' اور کہا۔

اے امیر المؤمنین' جہنم کے گہرے گڑھے میں کنوئیں کی منڈھیر پر ایک پتھر تھا' وہ اس میں گرا اور ستر سال میں کنوئیں کی تہہ تک پہنچا۔

اے امیر المؤمنین کیا تم جانتے ہو جہنم کا یہ ہولناک کنواں اللہ تعالی نے کس کے لیے تیار کر رکھا ہے اس نے جواب دیا مجھے علم نہیں۔

پھر اس نے جھنجلاتے ہوئے دریافت کیا' آپ ہی بتائیں وہ بھلا کس کے لیے تیار کیا گیا ہے؟

فرمایا: اللہ تعالی نے یہ کنواں اس شخص کے لیے تیار کیا ہے کہ جسے اس نے مسلمانوں کا حکمران بنایا لیکن اس نے اپنی رعایا پر ظلم و تشدد کیا۔

یہ سن کر خلیفہ سلیمان کے جسم میں لرزہ طاری ہو گیا مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم سے روح پرواز ہوا چاہتی ہے وہ زار و قطار

رونے لگا اور رونے کی وجہ سے اس قدر ہچکی بندھی ہوئی تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اب ان کا آخری وقت ہے۔ اس حالت میں میں نے اسے چھوڑا اور واپس آگیا' وہ مجھے واپس ہوتے ہوئے دیکھ کر جزائے خیر کہہ رہا تھا۔

○

حضرت عمر بن عبد العزیز مسند خلافت پر فروکش ہوئے تو انہوں نے حضرت طاؤس بن کیسان کی طرف پیغام بھیجا کہ ازراہ کرم مجھے کوئی وصیت کیجئے۔ حضرت طاؤس نے انہیں لکھا جو صرف ایک سطر پر مشتمل تھا اس میں یہ جملہ لکھا ہوا تھا۔

"اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کا تمام کام خیر و برکت ہو تو کاروبار حکومت کی ذمہ داریاں نیک لوگوں کے سپرد کیجئے"۔

جب حضرت عمر بن عبد العزیز نے خط پڑھا۔ تو پکار اٹھے اور بار بار کہنے لگے۔

اتنی ہی نصیحت کافی ہے۔

اتنی ہی نصیحت کافی ہے۔

○

جب ہشام بن عبد الملک مسند خلافت پر جلوہ گر ہوا تو حضرت طاؤس بن کیسان نے اسے حق نصیحت ادا کرتے ہوئے کئی مواقع پر مومنانہ جرات و بصیرت کا ثبوت دیا۔

جو ہر خاص وعام میں مشہور و معروف ہوا' ان جملہ واقعات میں سے یہ واقعہ پیش خدمت ہے۔

جب ہشام حج کرنے کی غرض سے بیت اللہ پہنچا' حرم میں بیٹھے ہوئے اس نے اپنی حکومت کے ان ذمہ داران افسران سے کہا جو مکہ معظمہ میں متعین تھے کہ کسی صحابی رسول علیہ السلام کو ڈھونڈ کر لائیں۔

انہوں نے کہا: امیر المؤمنین صحابہ کرام تو یکے بعد دیگرے اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں' اب تو ان میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔

تو اس نے کہا: تابعین میں سے کسی کو لے آئیں۔

حضرت طاؤس بن کیسان رضی اللہ عنہ کو اس کے پاس لایا گیا۔

جب آپ اس کے پاس آئے تو اپنا جوتا اس کے تخت کے ایک طرف اتار دیا۔

اسے سلام کہا اور امیر المؤمنین کے لقب سے اسے یاد نہ کیا' بلکہ سیدھا اس کا نام لے کر مخاطب ہوئے اور اس کی اجازت لیے بغیر بیٹھ گئے یہ منظر دیکھ کر ہشام کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں۔

اس نے اس طرز عمل کو شاہی دربار کے آداب کے منافی سمجھا اور درباریوں کی موجودگی میں اسے اپنی بے ادبی اور گستاخی گردانا' لیکن اس نے بیت اللہ کی حرمت کے پیش نظر اس غصے کا اظہار نہ کیا بلکہ نہایت ہی دھیمے انداز میں کہا۔

اے طاؤس ایسا کرنے پر آپ کو کس چیز نے برانگیختہ کیا؟

آپ نے فرمایا: میں نے کیا کیا ہے؟

خلیفہ کو پھر غصہ آیا اور کہا:

تم نے میرے تخت کی ایک جانب جوتے اتارے اور شاہی دربار کے آداب کا کچھ خیال نہ کیا۔ اور پھر تم نے امیرالمومنین کہہ کر سلام نہیں کیا

مزید برآں تم نے میرا گستاخانہ انداز میں نام لیا اور کنیت بھی نہ لی پھر تم بغیر میری اجازت کے بیٹھ گئے۔ حضرت طاؤس نے بڑے ہی نرم اور دھیمے انداز سے فرمایا:

جہاں تک تیرے تخت کے نزدیک جوتے اتارنے کا تعلق ہے ذرا میری بات دھیان سے سنو! میں روزانہ پانچ مرتبہ اللہ تعالی کے دربار میں اپنے جوتے اتارتا ہوں اس نے آج تک نہ مجھے ڈانٹا ہے اور نہ ہی آج تک کبھی وہ مجھ سے ناراض ہوا۔

رہی یہ بات کہ میں نے آپ کو امیرالمومنین پکار کر سلام نہیں کیا' تو اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ آپ کی امارت پر تمام مسلمان متفق نہیں۔

رہی یہ بات کہ میں نے تمہارا نام لیا ہے اور کنیت سے نہیں پکارا تو سنو اللہ تعالی نے اپنے محبوب انبیاء کو نام لے کر پکارا ہے جس طرح کہ قرآن مجید نے ارشاد فرمایا۔

یانوح---- یا داؤد---- یایحی----- یا موسی------ یا عیسی اور اپنے دشمنوں کو کنیت سے پکارا ہے۔

جیسا کہ تبت یدا ابی لہب و تب سے ظاہر ہے۔ رہی یہ بات کہ میں آپ کی اجازت کے بغیر ہی بیٹھ گیا' اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ میں نے امیرالمؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کہ اگر کسی جہنمی کو دیکھنا چاہیں تو اس شخص کو دیکھ لیں جو خود بیٹھا ہو اور دوسرے لوگ دست بستہ اس کے اردگرد کھڑے ہوں۔

مجھے ناگوار گزرا کہ آپ وہ شخص ہوں' جسے اہل جہنم میں شمار کیا جائے۔ ہشام نے یہ سن کر شرمندگی سے اپنا سر جھکالیا۔ پھر اس نے اپنا سر اٹھایا اور کہا اے ابو عبدالرحمان مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔

آپ نے فرمایا میں نے امیرالمؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

جہنم میں لمبے اور موٹے ستونوں کی مانند خوفناک سانپ ہونگے اور خچروں کی مانند بچھو جو ہر اس حکمران کو ڈسیں گے جو اپنی رعایا میں انصاف نہیں کرتا یہ کہہ کر آپ وہاں سے اٹھے اور چلے گئے۔

○

حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ بعض حکمرانوں کے پاس نصیحت اور تلقین کرنے کے لیے بخوشی چلے جایا کرتے تھے۔

اور بسا اوقات تنبیہہ کے طور پر بلانے پر بھی حکمران کے پاس نہیں جاتے تھے' ان کا فرزند ارجمند بیان کرتا ہے۔

کہ ایک سال میں ابا جان کے ساتھ حج کرنے کے لیے یمن سے

روانہ ہوا ہم نے دوران سفر ایک شہر میں قیام کیا یہاں حکومت کی طرف سے ابن نجیح عامل مقرر تھا اور اس کی شہرت اچھی نہ تھی' یہ حق کو پامال کرنے اور باطل کی طرفداری کرنے کی بنا پر بدنام ہو چکا تھا۔

ہم نماز ادا کرنے کے لیے مسجد میں گئے وہاں ابا جان کی آمد کا سن کر یہ بھی انہیں ملنے کے لیے آگیا' اور اس نے آپ کے سامنے باادب ہو کر بیٹھ کر سلام عرض کی' آپ نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا بلکہ نفرت کی بنا پر اس سے اپنا موںہہ پھیر لیا۔

اس نے آپکی دائیں طرف ہو کر بات کی آپ روگردانی کرتے ہوئے بائیں طرف مڑ گئے۔ اس نے بائیں جانب ہو کر بات کی تو آپ نے بدستور اس سے اعراض برتا۔ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں نے آگے بڑھ کر اسے سلام کیا۔ اور عرض کی جناب میرے ابا جان نے آپکو پہچانا نہیں۔

اس نے کہا: آپ کے ابا جان مجھے پہچانتے ہیں۔ یہ جو آپ مشاہدہ کر رہے ہیں یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ مجھے اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ پھر وہ خاموشی سے چلا گیا۔

جب ہم واپس اپنے کمرے میں آئے تو ابا جان نے غصے سے مجھے کہا۔ ارے احمق تم غیر حاضری میں ان لوگوں کے خلاف باتیں کرتے ہو اور جب یہ سامنے آتے ہیں تو تم بھیگی بلی بن جاتے ہو۔

یہ منافقت نہیں تو اور کیا ہے؟

○

حضرت طاؤس بن کیسان صرف حکمرانوں کو ہی وعظ و نصیحت نہیں کیا کرتے تھے بلکہ ہر اس شخص کو پندونصائح سے نوازتے جو آپ سے مانوس ہوتا یا کسی ضرورت پر آپ کے پاس آتا۔

مشہور و معروف تابعی حضرت عطاء بن رباح فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت طاؤس نے مجھے ایک حکمران کے پاس جاتے ہوئے دیکھ لیا' تو آپ نے مجھے ارشاد فرمایا! عطاء میری بات غور سے سنو: اپنی کوئی ضرورت ایسے شخص کے سامنے پیش نہ کرو جس نے اپنے دروازے بند کر رکھے ہوں' اپنے دروازوں پر دربانوں کو بٹھا رکھا ہو' بلکہ اپنی ہر ضرورت اس کے سامنے پیش کرو جس نے ہر دم اپنے دروازے اپنے بندوں کے لیے کھلے رکھے ہوئے ہیں۔ وہ تم سے مطالبہ کرتا ہے کہ مجھ سے مانگو اور یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ میں اپنے بندوں کی دعا کو قبول کروں گا۔

○

اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے یہ ارشاد فرمایا:

میرے لخت جگر عقلمندوں کی مجلس میں بیٹھا کریں۔

تجھے بھی لوگ عقلمند کہیں گے اگر تم عقل و دانش کے اس معیار پر نہ بھی ہو۔

یاد رکھو جاہلوں کی صحبت سے بچو ورنہ لوگ تجھے بھی جاہل کہیں

گے۔ اگرچہ جہالت کے ساتھ تیرا دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔

خوب اچھی طرح جان لو ہر چیز کا کوئی نہ کوئی بنیادی مقصد ہوتا ہے۔
اور انسان کا مقصد اپنے فرائض کو پورا کرنا اور اپنی سیرت کو کمال درجہ تک پہنچانا ہے۔ ان کا فرزند ارجمند عبداللہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلا اور ان کے اخلاق حسنہ کو اپنایا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے حضرت طاؤس کے بیٹے عبداللہ اور مالک بن انس کو ملاقات کے لیے بلایا جب یہ دونوں اس کے دربار میں گئے تو اس نے عبداللہ بن طاؤس کی طرف دیکھا اور کہا۔

ہمیں کوئی ایسی نصیحت آموز بات بتلائیں جو آپ نے اپنے ابا جان سے سنی ہو۔

اس نے کہا: مجھے ابا جان نے یہ حدیث سنائی کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ اس شخص کو عذاب ہو گا' جسے اللہ تعالی نے لوگوں کا حکمران بنایا لیکن اس نے ظلم و تشدد سے کام لیا"۔

حضرت مالک بن انس فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات سنتے ہی اس اندیشے سے اپنے کپڑے سمیٹ لیے کہ خلیفہ غصے سے آگ بگولا ہو کر اس کی گردن اڑا دے گا اور کہیں خون کے چھینٹے میرے کپڑوں پر نہ پڑ جائیں۔
لیکن خلاف توقع ابو جعفر یہ تلخ حقیقت سن کر خاموش رہا اور پر امن انداز میں ہمیں واپس جانے کی اجازت دی۔

O

حضرت طاؤس بن کیسان نے سو سال سے کچھ زائد عمر پائی اس نے بڑھاپے میں بھی ان کا ذہن تر و تازہ رہا' فکر و دانش میں بدستور تیزی اور تازگی رہی' اور گفتگو میں بے ساختگی' طاقت اور روانی رہی۔

عبداللہ شامی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت طاؤس کا چرچا سن کر ان سے علم حاصل کرنے کے لیے ان کے گھر حاضر ہوا۔ پہلے میں نے آپ کو نہیں دیکھا تھا۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے ایک بڑی عمر کے شیخ برآمد ہوئے۔ میں نے انہیں سلام کہا: اور پوچھا کیا آپ طاؤس بن کیسان ہیں' انہوں نے فرمایا: نہیں میں ان کا بیٹا ہوں' میں نے یہ سن کر کہا: سبحان اللہ' اگر آپ ان کے بیٹے ہیں تو وہ تو انتہائی بڑھاپے کی وجہ سے اپنا حافظہ کھوہ بیٹھے ہوں گے' میں تو بہت دور سے علم حاصل کرنے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

اس نے کہا: آپ غمگین نہ ہوں وہ بالکل ٹھیک ہیں قرآن مجید کے عالم کا حافظہ آخر دم تک خراب نہیں ہوتا۔ آپ اندر تشریف لائیں' ان سے ملاقات کریں میں اندر گیا: سلام عرض کی اور اپنی آمد کا مقصد بیان کیا کہ میں بڑی دور سے چند علمی مسائل سمجھنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے سوال کیجئے لیکن مختصر۔

میں نے عرض کی میں انشاء اللہ حتی المقدور مختصر سوال کرنے کی کوشش کروں گا: میں ابھی سوال کرنے کے لیے پر تول ہی رہا تھا کہ آپ نے

ارشاد فرمایا' کیا میں آپکے سامنے تورات' زبور' انجیل اور قرآن کا خلاصہ نہ بیان کردوں؟

میں نے کہا: کیوں نہیں زہے قسمت ارشاد فرمایئے۔

اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو کہ اس کے خوف پر کسی اور خوف کا غلبہ نہ ہونے پائے۔

اور اس سے اس قدر امید وابستہ رکھو کہ یہ امید اس کے خوف پر غالب آجائے۔

اور لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو تم خود اپنے لیے پسند کرتے ہو۔

۱۰ ذی الحجہ ۱۰۶ ہجری کی شام کو حضرت طاؤوس بن کیسان حجاج کرام کے ہمراہ میدان عرفات سے مزدلفہ کی جانب لوٹ رہے تھے یہ ان کا چالیسواں حج تھا۔ جب مزدلفہ پہنچے اس کی پاکیزہ فضا میں پڑاؤ کیا مغرب اور عشاء ملا کر نماز ادا کی' آرام کی غرض سے ابھی زمین پر دراز ہوئے ہی تھے کہ موت نے آپ کو آلیا اور اپنے خاندان اور وطن سے دور اس حال میں اللہ تعالیٰ کو جا ملے کہ آپ نے احرام باندھا ہوا تھا' زبان پر لبیک اللھم لبیک کا دلفریب ترانہ تھا اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید نہاں خانہ دل میں سمائی ہوئی تھی۔۔۔ حج کی وجہ سے گناہوں سے یوں پاک ہو چکے تھے جیسے آج ہی والدہ نے انہیں جنم دیا ہو۔

جب صبح ہوئی زیارت کرنے والے لوگوں کا اسقدر ہجوم ہو چکا تھا' کہ جنازہ اور دفن کے لیے امیر مکہ کو پولیس کی مدد لینا پڑی تاکہ وہ لوگوں کو

پیچھے ہٹانے کا فریضہ سرانجام دے تاکہ آپ کے کفن دفن کا اہتمام آسانی سے کیا جا سکے۔ بڑی بھاری تعداد میں لوگ جنازے میں شریک ہوئے نماز جنازہ پڑھنے والوں میں خلیفہ وقت ہشام بن عبدالملک بھی موجود تھا۔

حضرت طاؤس بن کیسان کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ طبقات ابن سعد	۵۳۷/۵
۲۔ طبقات خلیفہ بن خیاط	۲۸۷
۳۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط	۲۳۶
۴۔ التاریخ الکبیر	۳۶۵/۴
۵۔ تاریخ الفسوی	۷۰۵/۱
۶۔ الجرح والتعدیل	۵۰۰/۴
۷۔ حلیۃ الاولیاء	۲۴۳،۳/۴
۸۔ طبقات الفقہاء للشیرازی	۷۳
۹۔ اللباب	۲۴۱/۱
۱۰۔ تہذیب التہذیب	۱۰۱/۲
۱۱۔ تاریخ الاسلام	۱۳۶/۴
۱۲۔ تذکرۃ الحفاظ	۹۰/۱
۱۳۔ العبر	۱۳۰/۱
۱۴۔ طبقات القراء	۳۴۱/۱

۱۵۔ النجوم الزاہرۃ ۲۶/۱

۱۶۔ شذرات الذھب ۱۳۳/۱

(۲۲)

حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

اگر میرے اختیار میں ہوتا تو
قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر
کر دیتا۔

عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ

کیا آپ اس جلیل القدر تابعی کے متعلق کچھ جانتے ہیں؟

یہ ایک ایسا نوجوان ہے کہ ہر جانب سے مجد و شرف اس پر آکر مرکوز ہو جاتا ہے وہ اس طرح کہ:

اس کے داد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں

اس کی والدہ ایران کے آخری حکمران یزد جر کی بیٹی ہے۔

اس کی پھوپھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ان تمام تر خصوصیات سے بڑھ کر یہ تقویٰ اور علم کے زیور سے آراستہ تھے۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور شرف ہو سکتا ہے کہ جس کے حصول کے لیے لوگ کوشاں ہوں؟ یہ ہیں قاسم بن محمد بن ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ

سات فقہائے مدینہ میں سے ایک ....

اپنے دور کے سب سے بڑے عالم ....

علماء میں سب سے بڑھ کر ذہین ....

سب سے بڑھ کر متقی و پرہیز گار ....

آیئے ان کی داستان حیات کے بیان کا آغاز کرتے ہیں۔

○

حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ امیر المئومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخری ایام میں پیدا ہوئے۔ یہ ننھا سا بچہ ابھی پنگھوڑا جھول رہا تھا کہ مسلمانوں کے گھروں پر ہولناک فتنے کی تیز آندھی

چلی۔ عابد' زاہد' ذوالنورین اور رقیق القلب خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس حال میں شہید کر دیا گیا جبکہ وہ صحیفہ آسمانی قرآن مجید پر جھکے ہوئے اس کی تلاوت کر رہے تھے۔

امیرالمئومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سر زمین شام کے گورنر امیر معاویہ بن ابو سفیان کے درمیان شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے شدید اختلافات پیدا ہو گئے۔

خونریز جھڑپوں کا آغاز ہوا۔ دونوں طرف مسلمانوں کا خون بہنے لگا ہولناک اور اذیت ناک واقعات رونما ہونے لگے۔ اس خون آشام دور میں اس بچے اور اس کی بہن کو مدینہ سے مصر منتقل کر دیا۔ کیونکہ ان کے ابا جان کو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مصر کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔

پھر اس خونی فتنے کے استبدادی پنجے اس کے ابا جان کی طرف بڑھے اور اسے بری طرح اپنے شکنجے میں لے کر قتل کر دیا۔

جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی غالب آئے تو اسے دوبارہ مصر سے مدینہ منورہ منتقل کر دیا گیا۔ اب یہ یتیم ہو چکے تھے۔

○

حضرت قاسم اپنے اس اذیت ناک سفر کی روئیداد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

جب میرے ابا جان کو مصر میں قتل کر دیا گیا۔

میرے چچا عبدالرحمان بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔

مجھے اور میری چھوٹی بہن کو گود میں لیا اور مدینہ روانہ ہوئے جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو میری پھوپھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہمیں چچا کے گھر سے اٹھا کر اپنے گھر لے گئیں اور اپنی نگرانی میں ہماری پرورش کرنے لگی میں نے ان سے بڑھ کر کسی ماں یا باپ کو اپنی اولاد پر شفقت کرنے والا نہ دیکھا۔

یہ اپنے ہاتھ سے ہمیں کھانا کھلاتیں اور خود ساتھ نہ کھاتیں بلکہ جب کھانا ہم سے بچ جاتا تو پھر آپ تناول کرتیں۔ یہ ہمارے ساتھ اس طرح شفقت سے پیش آتیں جیسے دودھ پلانے والی ماں اپنے دودھ پیتے بچے پر شفقت و محبت نچھاور کرتی ہے۔ ہمیں نہلاتیں' ہمارے بالوں میں کنگھی کرتیں اور صاف ستھرے' چمکیلے' سفید کپڑے پہناتیں' ہمیں ہر وقت نیکی کرنے کی ترغیب دلاتیں اور کار خیر کرنے کی تربیت دیتیں اور برے کاموں سے منع کرتیں اور ان سے باز رہنے کی تلقین کرتی رہتیں۔

قرآن مجید کی آیات کے ذریعے ہمیں اس آسان اور عام فہم انداز میں تلقین کرتیں کہ ہم آسانی سے سمجھ جاتے اور ہمیں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو روایت کرنے کی تربیت دیتیں۔

عیدین میں دل کھول کر ہمیں تحائف سے نوازتیں' ۹ ذی الحجہ عرفہ کی شام کو میری حجامت بنواتیں' مجھے اور میری بہن کو نہلاتیں' ۱۰ ذی الحجہ عید کے دن ہمیں نئے کپڑے پہناتیں۔

اور نماز عید پڑھنے کے لیے پیار بھرے انداز میں روانہ کرتیں'

جب ہم عید کی نماز سے فارغ ہو کر گھر آتے تو میرے اور میری بہن کے سامنے قربانی کا جانور ذبح کرواتیں۔

○

ایک روز آپ نے ہمیں سفید کپڑے پہنائے' مجھے آپ نے ایک گھٹنے پر بٹھالیا اور میری بہن کو دوسرے گھٹنے پر اور ہمارے چچا عبدالرحمان کو بلایا' جب وہ اندر تشریف لائے آپ نے اسے سلام کہا اور حمد و ثناء کے بعد ایسی خوش اسلوبی' فصاحت و بلاغت سے گویا ہوئیں کہ میں نے ایسی رسیلی' رس بھری گفتگو پہلے کسی سے نہ سنی تھی' آپ نے ارشاد فرمایا' بھائی جان جب سے میں نے یہ دو نونہال آپ سے پکڑ کر اپنی گود میں لیے میں نے محسوس کیا کہ آپ کو یہ ناگوار گذرا اور آپ قدرے مجھ سے کھچے کھچے رہنے لگے۔

اللہ کی قسم اس سے آپکو کوئی تکلیف دینا مقصود نہ تھی' نہ ہی آپ پر کوئی برتری جتلانا مطلوب تھی' نہ ہی کوئی بدگمانی' اور نہ ہی یہ پیش نظر تھا کہ آپ ان کی پرورش میں کوئی کوتاہی کریں گے۔ بلکہ میں نے سوچا آپ عیالدار آدمی ہیں یہ چھوٹے بچے ہیں خود اپنا آپ سنبھال نہیں سکتے' مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں آپ کی بیویاں انہیں اپنے لیے بوجھ نہ سمجھیں۔

میں نے سوچا کہ اس صورت حال میں سب سے زیادہ مجھ پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ان کی دیکھ بھال کروں۔

اب ماشاء اللہ یہ جوان ہو چکے ہیں' اپنا آپ سنبھال سکتے ہیں اب

آپ انہیں اپنے ہمراہ لے جاسکتے ہیں۔ اس کے بعد ہمارے چچا عبدالرحمان ہمیں اپنے گھر لے گئے۔

○

لیکن اس صدیقی نوجوان کا دل اپنی پھوپھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے ساتھ وابستہ رہا۔

اس گھر کی گلزار نبوت سے معطر فضا میں پرورش پائی۔

صدیقہ کائنات اور نبی آخرالزماں کی رفیقہ حیات کی گود میں پروان چڑھے انکے میٹھے چشمے سے سیراب ہوئے۔

دن کا کچھ حصہ چچا کے گھر گذارتے اور باقی حصہ اپنی پھوپھی کے گھر۔

○

اپنی پھوپھی کے گھر کی کستوری کی خوشبو میں لپٹی ہوئی اور موتیوں کی طرح چمکتی ہوئی یادداشتیں زندگی بھر نہاں خانہ دل میں رچی بسی رہیں۔

ان روح پرور داستانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن اپنی پھوپھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔

اماں جان: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں جان نثار ساتھیوں کی قبروں سے پردہ ہٹائیں' میں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ ان کی زیارت میرا دلی شوق ہے۔ یہ تینوں قبریں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں بنائی گئی

تھیں اور انہیں کپڑے سے ڈھانپا ہوا تھا انہوں نے تینوں قبروں سے پردہ ہٹایا میں نے دیکھا کہ نہ وہ زیادہ اونچی تھیں اور نہ ہی زمین کے ساتھ لگی ہوئیں اور ان پر سرخ رنگ کے وہ سنگریزے پھیلائے ہوئے تھے جو مسجد نبوی کے صحن میں بچھائے ہوئے تھے۔

میں نے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کی قبر کون سی ہے؟

انہوں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا یہ!

یہ کہتے ہوئے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، لیکن جلدی سے انہیں صاف کرنے لگیں تاکہ میں نہ دیکھ لوں۔ میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اپنے دونوں ساتھیوں کی قبروں سے قدرے آگے بڑھا کر بنائی گئی تھی۔

میں نے پوچھا میرے دادا جان حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر کونسی ہے؟

آپ نے فرمایا: وہ یہ ہے۔

آپ کو نبی اکرم ﷺ کے سر مبارک کے نزدیک دفنایا گیا۔

میں نے کہا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر ہے۔

آپ نے فرمایا: ہاں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر میرے دادا جان کے سینے اور نبی اکرم ﷺ کے مبارک قدموں کے قریب تھا۔

○

جب یہ صدیقی ہونہار بروا جوانی کو پہنچا تو یہ قرآن مجید حفظ کر چکا تھا اور اپنی پھوپھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم بھی کافی حد تک حاصل کر چکا تھا۔

پھر وہ مزید علم حاصل کرنے کے لیے مسجد نبوی میں پھیلے ہوئے علمی حلقوں کی طرف متوجہ ہوا' یہ علمی حلقے مسجد نبوی کے صحن میں اس طرح جگمگا رہے تھے جیسے آسمان پر ستارے۔

اس صدیقی نوجوان' عالم' فقیہ نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ' حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ اور حضرت اسلم مولی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی یہاں تک کہ یہ مجتہد امام کے منصب پر فائز ہوئے یہ اپنے دور کے سب سے بڑے عالم' فقیہ اور محدث کہلائے

O

جب یہ صدیقی نوجوان علم و معرفت کے اعلی و ارفع مقام پر فائز ہوئے تو لوگ ان سے علم حاصل کرنے کے لیے دیوانہ وار ان کی طرف لپکے اور انہوں نے بھی بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حصول علم کے لیے آنے والوں پر اپنی توجہ مبذول کی۔

یہ ہر روز صبح کے وقت مسجد نبوی تشریف لاتے اور کبھی ناغہ نہ

کرتے۔ دو رکعت نماز پڑھتے' پھر یہ روضہ رسول ﷺ اور منبر کے درمیان اپنی مسند علم پر براجمان ہوتے' ہر جانب سے آنے والے طلبہ کا یہاں ہجوم رہتا۔ اور اس کے صاف شفاف میٹھے چشمے سے پیاسے اپنی پیاس بجھاتے۔ اور جی بھر کر علم و معرفت کے جام نوش جان کرتے۔ تھوڑے ہی عرصے میں قاسم بن محمد اور ان کے خالہ زاد بھائی عبداللہ بن عمر مدینہ کے قابل اعتماد امام مشہور ہوئے۔ لوگوں کے دلوں پر ان کی حکومت تھی۔ حالانکہ یہ حکومت و سلطنت کے کسی عہدے پر فائز نہ تھے۔ لوگوں نے انہیں اپنا سردار بنا لیا کیونکہ یہ تقوی و طہارت کے زیور سے آراستہ تھے' ان کا سینہ علم و فقہ سے منور تھا۔ یہ لوگوں سے بے نیاز اور اللہ تعالیٰ کے ہردم نیاز مند رہتے۔

○

ان کے بلند مرتبے کا آپ یہاں سے اندازہ لگائیں کہ بنو امیہ کے حکمران امور سلطنت میں سے ہر اہم معاملہ ان کی رائے سے نپٹاتے۔

جیسا کہ ولید بن عبد الملک نے جب مسجد نبوی کی توسیع کا ارادہ کیا تو یہ توسیع اس وقت تک ممکن نہ تھی جب تک اسے چاروں طرف سے منہدم نہ کر دیا جاتا۔ اور ازواج مطہرات کے گھروں کو گرا کر مسجد میں شامل نہ کر دیا جاتا یہ بات عام لوگوں کے لیے ناگوار تھی' ان کے دل اس اقدام پر خوش نہ تھے۔ ولید بن عبد الملک نے مدینہ کے گورنر حضرت عمر بن عبد العزیز کی طرف خط لکھا کہ میں مسجد نبوی کی دو سو ضرب دو سو گز کے حساب سے توسیع کرنا چاہتا ہوں۔ اس کی چاروں جانب سے دیواریں گرا دیں اور

ازواج مطہرات کے حجرے مسجد میں شامل کر دیں اور مسجد کے قرب و جوار کے گھر بھی خرید لیں۔ ہو سکے تو قبلے کی طرف مسجد کو مزید آگے بڑھا دیں۔

آپ یہ کام بخوبی کر سکتے ہیں' کیونکہ لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت ہے۔ اگر مدینہ والے پھر بھی انکار کریں تو قاسم بن محمد اور سالم بن عبداللہ بن عمر کا تعاون حاصل کر لینا' لوگوں کے گھروں کی قیمتیں فورا ادا کریں اور اس کی ادائیگی میں سخاوت کا ثبوت دیں۔ آپ کو اس کا مکمل اختیار ہے۔ یہ کام سرانجام دینے کے لیے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کا صداقت پر مبنی نمونہ آپ کے سامنے ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے قاسم بن محمد' سالم بن عبداللہ اور مدینہ منورہ کی دیگر ممتاز شخصیات کو بلایا اور ان کے سامنے امیر المؤمنین کا خط پڑھ کر سنایا۔ مسجد نبوی کی توسیع سے متعلق خلیفہ کا عزم سن کر سب نے مسرت کا اظہار کیا۔ اور اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے سب تیار ہو گئے۔

جب لوگوں نے دیکھا' کہ مدینہ کے دو عظیم المرتبت عالم اپنے ہاتھوں سے مسجد نبوی کی دیواریں گرا رہے ہیں۔ تو سب لوگ فرد واحد کی طرح آگے بڑھے تاکہ مسجد نبوی کی توسیع کے لیے زمین کو ہموار کیا جائے۔ اس وقت لشکر اسلام استنبول کے مضبوط قلعوں پر دستک دے رہا تھا۔ اور یکے بعد دیگرے بہادر جرنیل مسلمہ بن عبد الملک بن مروان کی قیادت میں

نواحی علاقہ جات کے قلعے فتح کر رہا تھا۔ یہ دراصل استنبول کو فتح کرنے کی تمہید تھی۔

جب روم کے بادشاہ کو امیر المؤمنین کے مسجد نبوی کی توسیع کے منصوبے کا علم ہوا' تو اس نے قرب حاصل کرنے کے لیے ایک لاکھ مثقال سونا سو ماہر معمار' مزدوروں کی ایک کھیپ اور کافی مقدار میں اعلیٰ قسم کا سنگ مرمر امیر المؤمنین ولید بن عبد الملک کی طرف روانہ کیا' ولید نے یہ تمام سامان حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرف مدینہ بھیج دیا تا کہ وہ اسے مسجد نبوی کی تعمیر میں استعمال کرے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے حضرت قاسم بن محمد اور حضرت سالم بن عبداللہ کے مشورے سے یہ قیمتی سامان مسجد نبوی میں استعمال کیا۔

○

حضرت قاسم بن محمد عادات و خصائل میں ہو بہو اپنے دادا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مشابہت رکھتے تھے۔ لوگوں میں یہ بات مشہور تھی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خاندان میں یہ لڑکا اخلاق و اطوار کی پاکیزگی ' ایمان و تقوی کی مضبوطی ' فراخی دل اور سخاوت میں بالکل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نشانی ہے۔

بہت سے اقوال و افعال اس پر شاہد ہیں۔

ایک بدوی نے مسجد میں ان سے سوال کیا۔

تم بڑے عالم ہو یا سالم بن عبداللہ؟

آپ نے اس سوال کے جواب میں چشم پوشی اختیار کی۔

اس نے دوبارہ سوال کیا۔ تو آپ نے جواب میں صرف سبحان اللہ کہا۔ اس نے تیسری مرتبہ سوال دہرایا' تو آپ نے صرف یہ ارشاد فرمایا: دیکھو بھائی وہ سالم وہاں بیٹھے ہیں۔ ان سے دریافت کر لو۔

دراصل آپ اپنے منہ سے یہ کہنا انہیں ناپسند تھا کہ میں سالم سے بڑھا عالم ہوں' اور یہ بھی کہنا نہیں چاہتے تھے کہ وہ بڑھا عالم ہے۔ اس طرح یہ جھوٹ ہو جاتا کیونکہ حقیقت میں ان کا درجہ میدان علم میں سالم سے بڑا تھا۔

○

ایک دن منیٰ میں یہ منظر دیکھا گیا کہ حضرت قاسم تشریف فرما ہیں چاروں طرف سے حجاج کرام مسائل دریافت کرنے کے لیے سوالات کر رہے ہیں۔ جن مسائل کا انہیں علم تھا وہ جواب دے رہے ہیں اور جن کا علم نہیں تھا۔ ان کے متعلق برملا کہہ رہے اس مسئلے کا مجھے علم نہیں۔ میں یہ مسئلہ نہیں جانتا۔

لوگوں نے بڑا تعجب کیا آپ نے انہیں فرمایا: اللہ کی قسم جو مسائل تم پوچھ رہے ہو وہ سب کے سب ہم نہیں جانتے اگر جانتے ہوتے تو وہ آپ لوگوں سے چھپا کر نہ رکھتے اور نہ ہی دینی مسائل کو چھپانا ہمارے لیے جائز ہے۔

میرے نزدیک جاہل کہلانا اس سے کہیں بہتر ہے' کہ وہ نہ جانتے

ہوئے بھی لوگوں کو غلط سلط مسائل بتائے۔

○

ایک مرتبہ مستحقین میں صدقات بانٹنے کی ذمہ داری انہیں سونپی گئی۔ اور آپ نے ہر حق والے کو حق ادا کرنے کے لیے پوری محنت ' دیانت اور امانت کا ثبوت دیا۔ مستحقین میں سے صرف ایک آدمی اپنے حصے سے راضی نہ ہوا۔ وہ مسجد میں آیا' آپ نماز پڑھ رہے تھے' اس نے صدقے کی تقسیم پر اعتراض کیا۔ تو آپ کا بیٹا بول پڑا۔

اس نے کہا: بخدا تم اس شخص کے متعلق اعتراض کر رہے ہو جس نے تمہارے صدقے سے اپنے لیے ایک دمڑی بھی نہیں لی۔ کبھی ایک کھجور کے روا دار بھی نہیں ہوئے ' حضرت قاسم نے اپنی نماز مختصر کی اپنے بیٹے کی طرف متوجہ ہوئے۔

اور فرمایا: بیٹا آج کے بعد کبھی ایسی بات نہ کرنا جس کا تجھے علم نہیں۔ لوگ بولے : بیٹے نے سچ کہا ہے' لیکن یہ اس کی تربیت کر رہے ہیں تاکہ اس کی زبان زیادہ بولنے سے پرہیز کرے۔

○

حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ نے بہتر سال سے کچھ زیادہ عمر پائی آخری عمر میں بڑھاپے کی وجہ سے ان کی نظر جاتی رہی۔

آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حج کی غرض سے مکہ معظمہ

جانے کا ارادہ کیا۔ ابھی آپ راستے میں ہی تھے کہ موت کا وقت آگیا' جب آپ کو اپنی زندگی کے آخری لمحات کا احساس ہوا تو اپنے بیٹے کو پاس بلایا اور ارشاد فرمایا۔

جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے میرے ان کپڑوں کا کفن پہنانا جن سے میں نماز پڑھتا ہوں قمیض تہبند اور چادر یہی تیرے دادا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا کفن تھا۔

بیٹا پھر مجھے لحد میں اتار دینا۔ اور اپنے گھر چلے جانا۔ میری قبر پر کھڑے ہو کر یہ نہ کہنا کہ میرا باپ ایسا تھا یا ایسی خوبیوں کا مالک تھا۔

سنو میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ اور نہ تھا۔

○

حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ صفتہ الصفوۃ	۸۲/۲
۲۔ تہذیب التہذیب	۳۳۳/۸
۳۔ وفیات الاعیان لابن خلکان	۵۹/۴۔ ۶۰
۴۔ الطبقات الکبری لابن سعد	۱۸۷/۵
۵۔ شذرات الذہب لعماد حنبلی	۱۳۵/۱
۶۔ نکت الہمیان (صفدی)	۲۳۰
۷۔ الکامل فی التاریخ	۱۱۴/۵

۸۔ تاریخ الطبری ۳/۴۲۲

۹۔ حلیۃ الاولیاء ۲/۱۸۳

۱۰۔ الاغانی (ابو الفرج اصفہانی) ۲۰/۲۷۹

(۲۳)

حضرت صلتہ بن اشیم العدوی رضی اللہ عنہ

حضرت صلتہ بن اشیم
نے جلیل القدر صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ان
سے فیض حاصل کیا اور ان کے
اخلاق حمیدہ کو اپنایا

(اصبہانی)

حضرت صلتہ بن اشیم عدوی عبادت گذاروں میں سے ایک عبادت
گزار اور شہسواروں میں سے ایک ماہر شہسوار تھے۔ جب اندھیرا اپنے
پردے کون و مکان پر پھیلا دیتا'
خلق خدا نیند کی آغوش میں محو استراحت ہوتی تو یہ اٹھتے' جی لگا کر
وضوء کرتے پھر ایک کونے میں اس وجد آفریں ماحول کا فائدہ اٹھاتے ہوئے
اپنے رب کی عبادت میں دنیا و فیہا سے بے نیاز ہو کر مصروف ہو جاتے۔
دوران عبادت ان کے دل پہ تجلیات الٰہی کا ورود ہونے لگتا۔ جس
سے کون و مکاں کی فضائیں روشن ہو جاتیں۔ اور آفاق میں آیات الٰہی ان کی
آنکھوں کے سامنے آشکار ہو جاتیں۔ علاوہ ازیں صبح صادق کے وقت قرآن
مجید کی تلاوت کے دلدادہ تھے۔ جب رات کا آخری تہائی حصہ ہوتا تو یہ
قرآن مجید کی تلاوت میں منہمک ہو جاتے۔ اور آیات بینات کی تلاوت بڑی
سریلی اور دلاویز آواز میں کرتے' جس سے پورے ماحول میں سناٹا طاری ہو
جاتا۔ قرآن مجید کی تلاوت سے ان کے دل پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی
لذت اور مٹھاس کا ایک گہرا احساس ہوتا۔ عقل و دانش پر خشیت الٰہی اپنے
پنجے جمالیتی۔ علاوہ ازیں قرآن مجید کی تلاوت سے جسم پر ایک ایسا لرزہ طاری
ہوتا جس سے دل پارہ پارہ ہونے لگتا۔

○

حضرت صلتہ بن اشیم رضی اللہ عنہ اس عبادت میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں
کرتے تھے سفر ہو یا حضر' کام ہو یا فراغت' وہ اپنے معمول میں کوئی فرق نہ

آنے دیتے۔

جعفر بن زید بیان کرتے ہیں کہ ہم لشکر اسلام کے ساتھ افغانستان کے دارالحکومت کابل کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔

اس لشکر میں صلتہ بن اشیم بھی تھے۔

جب رات نے اپنی تاریکی کی چادر ہر سو پھیلا دی تو لشکر پڑاؤ کی غرض سے رک گیا۔ کھانا تناول کیا اور نماز عشاء ادا کی پھر وہ اپنے اپنے سامان سفر کے نزدیک آرام کے لیے لیٹ گئے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت صلتہ بن اشیم بھی اپنے سامان کے پاس جا کر دراز ہو گئے۔

میں نے اپنے دل میں کہا۔

لوگوں میں جو ان کی عبادت اور شب زندہ داری کا چرچا ہے وہ کیا ہوا؟ لوگ تو کہتے تھے کہ یہ عبادت کے دوران اتنا لمبا قیام کرتے ہیں کہ پاؤں میں ورم پیدا ہو جاتا ہے۔

بخدا! آج میں رات بھر اسے دیکھوں گا کہ اس کا معمول کیا ہے؟

میں کیا دیکھتا ہوں کہ جب لشکر نیند کے سمندر میں غرق ہو گیا تو یہ چپکے سے اٹھے رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے لشکر سے دور ایک گھنے جنگل کا رخ کیا میں بھی دبے پاؤں ان کے پیچھے ہو لیا۔ وہ درختوں کے جھنڈ میں داخل ہوئے گھاس اور جھاڑیوں نے اپنا سبز دامن ہر سو پھیلا رکھا تھا یوں معلوم ہوتا جیسے صدیوں سے کسی انسان کا یہاں سے گذر نہ ہوا ہو۔

درختوں کے اس گھنے جنگل کے ایک مہیب اور ڈراؤنے ماحول میں

قبلہ رخ ہو کر دیناو مافیہا سے بے نیاز نماز میں مصروف ہو گئے میں نے دور سے دیکھا۔

چہرہ چمک رہا ہے ------

جسمانی اعضاء پر سکون ہیں --------

دل مطمئن ہے ----------۔

گویا کہ وہ اس وحشت ناک ماحول سے مانوس ہیں۔ انہیں اس دوری اور تنہائی میں قرب کا احساس ہو رہا ہے اور اسی گھٹاٹوپ تاریکی میں روشنی کی جھلک دیکھائی دے رہی ہے۔ اچانک میں یہ دیکھ کر دم بخود رہ گیا کہ جنگل کی مشرقی جانب سے ایک شیر دبے پاؤں چلا آرہا ہے۔

میں گھبراہٹ سے پسینہ میں شرابور ہو گیا۔ اور اس سے بچنے کی خاطر ایک اونچے درخت پر چڑھ گیا۔

شیر حضرت صلتہ بن اشیم کی طرف بڑھ رہا ہے اور وہ بدستور اپنی نماز میں مشغول ہیں صرف چند قدموں کا فاصلہ ہے۔

بخدا اس نے شیر کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا نہ اس کی پرواہ کی جب آپ سجدے میں گئے تو میں نے کہا اب شیر ان پر حملہ کر دے گا۔

جب آپ سجدے سے اٹھ کر بیٹھ گئے شیر آپ کے روبرو کھڑا ہو گیا گویا کہ وہ آپ کو غور سے دیکھ رہا ہے' جب آپ نے سلام پھیرا تو بڑے سکون سے شیر کی طرف دیکھا اور چند کلمات پڑھے جو مجھے سنائی نہ دیئے شیر

اسی لمحے بڑے آرام سے پلٹ کر اسی طرف چلا جاتا ہے جہاں سے آیا تھا' میں یہ منظر دیکھ کر ششدر رہ گیا۔

○

جب صبح صادق ہوئی وہ اٹھے اور فرض نماز ادا کی' پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی تعریف ایسے دلپذیر انداز میں بیان کی۔ کہ میں نے اس سے پہلے کسی کو بھی اس انداز میں تعریف کرتے ہوئے نہیں سنا تھا۔

پھر اس نے کہا: الٰہی مجھے جہنم کے عذاب سے بچالینا الٰہی کیا مجھ جیسا خطا کار بندہ بھی آپ سے جنت کا سوال کرنے کی جرات کر سکتا ہے؟!

یہ بات وہ بار بار دہرانے لگے یہاں تک کہ خود بھی رو پڑے اور مجھے بھی رلا دیا۔ پھر لشکر کی طرف واپس لوٹ آئے۔ اور کسی کو رات بھر اپنی غیر حاضری کا پتہ بھی نہ چلنے دیا' قوم کے سامنے اس طرح تازہ دم ظاہر ہوئے جیسے رات اس نے اپنے بستر پر گذاری ہو اور میں بھی کچھ دیر بعد اس کے نقش قدم پر چلتا ہوا واپس آیا لیکن اللہ جانتا ہے کہ رات بھر بیدار رہنے اور شیر کے خوف و ہراس کی وجہ سے میرا جسم تھکن سے چور ہو چکا تھا۔

○

حضرت صلہ بن اشیم وعظ و نصیحت کے لیے کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے آپ کا اسلوب حکمت و دانش اور شیریں کلامی و خندہ روئی پر مبنی ہوتا جس سے سننے والوں کے سخت دل بھی نرم ہو جاتے اور لا پرواہ طبیعتوں

میں گداز پیدا ہو جاتا۔

○

بسا اوقات آپ تخلیئہ اور عبادت کی غرض سے بصرہ کے قریبی جنگل کا رخ کرتے تو لا ابالی نوجوانوں کے گروہ کے پاس سے آپ کا گذر ہوتا۔ آپ یہ دیکھتے کہ نوجوان کھیل کود اور ہنسی مذاق میں مشغول ہیں' آپ انہیں محبت بھرے انداز میں سلام کہتے اور بڑی نرمی سے گفتگو کرتے' پھر ان سے کہتے بیٹو! مجھے یہ تو بتاؤ ایک قوم اگر کسی عظیم مقصد کے لیے سفر اختیار کرے لیکن وہ راستے میں بھی دن بھر کھیل کود میں مشغول ہو جائے اور رات کو بھی آرام کے لیے سوئی رہے کیا یہ قوم کبھی اپنی منزل پر پہنچ سکتی ہے؟

اس بات کو آپ بار بار دھراتے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ اسی طرح راستے میں نوجوانوں سے ملاقات ہوئی وہ کھیل میں مشغول تھے۔

آپ نے ان سے پھر پوچھا: تو ان میں سے ایک نوجوان اٹھا اور اس نے کہا۔

اللہ کی قسم جس قوم کے بارے میں یہ پوچھ رہے ہیں اس سے مراد ہم ہیں۔

ہم ہی تو وہ ہیں جو دن بھر کھیلتے ہیں اور رات کو سوتے رہتے ہیں۔

وہ نوجوان دوستوں سے الگ ہوا' اور حضرت صلتہ بن اشیم کے پیچھے ہو لیا' اس دن سے لے کر مرتے دم تک اس نے آپ کا دامن نہیں

چھوڑا۔

○

ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ ان کا کوئی کام نپٹانے کے لیے کہیں جا رہے تھے' ان کے سامنے سے ایک خوبصورت گھبرو جوان گذرا اس کا تہبند زمین پر گھسٹتا جارہا تھا۔ اس کی چال ڈھال سے رعونت اور نخوت ظاہر ہو رہی تھی۔ ساتھی اس کا یہ انداز دیکھ کر بھڑک اٹھے قریب تھا کہ اس پر حملہ کر دیتے۔

لیکن آپ آڑے آئے آپ نے فرمایا۔ اسے چھوڑ دیں اس کے لیے میں کافی ہوں۔

پھر آپ نے ایسے شفقت بھرے انداز سے نوجوان کو بلایا جس طرح کہ شفیق باپ اپنے لاڈلے بیٹے کو بلاتا ہے یا کوئی مخلص دوست اپنے ساتھی سے محبت بھرے انداز میں مخاطب ہوتا ہے۔

فرمایا: بیٹا مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے نوجوان ٹھہر گیا اور کہا: چچا جان فرمائیے کیا کام ہے؟

آپ نے فرمایا:

اپنا تہبند ٹخنوں سے اوپر کر لیں۔

اس سے کپڑا بھی صاف رہے گا۔

تیرا میرا رب بھی راضی ہو گا۔

اور تیرے میرے نبی ﷺ کی سنت پر عمل ہو جائے گا۔ یہ محبت

بھرا انداز دیکھ کر نوجوان شرمندگی سے نہال ہو گیا' اور عرض کی: چچا جان چشم ما روشن دل ماشاد اور فوراً اپنا تہبند ٹخنوں سے اوپر اٹھالیا۔

حضرت صلہ بن اشیم نے اپنے ساتھیوں سے کہا کسی کو سمجھانے کے لیے یہ انداز کس قدر اچھا ہے اگر تم اسے مارتے یا گالی دیتے' تو وہ بھی تمہیں مارتا اور گالی دیتا اور وہ اپنی رعونت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کبھی بھی اپنی چادر کو اوپر نہ اٹھاتا اور وہ بدستور زمین پر گھسٹتی رہتی۔

○

ایک مرتبہ بصرے کا ایک نوجوان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔

ابو صہباء (یہ حضرت صلہ کی کنیت ہے) مجھے وہ علم سکھلائیں جو اللہ تعالی نے آپ کو عطا کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت صلہ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

اور فرمایا: بیٹا آج تو نے مجھے جوانی کی یاد دلادی جب کہ میں تیری طرح کا جوان ہوا کرتا تھا۔

میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ان سے بالکل یہی عرض کیا کرتا تھا' کہ مجھے وہ علم سکھلائیں جو تمہیں اللہ تعالی نے عطا کیا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مجھے ارشاد فرمایا:

قرآن مجید کو حرز جان اور اپنے دل کی بہار بنالو اس سے خود بھی نصیحت حاصل کرو اور اس کے ذریعے مسلمانوں کو بھی نصیحت کرو۔ جس قدر

ہو سکے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہا کرو۔ نوجوان نے عرض کیا:
میرے لیے دعا کیجئے اللہ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔ آپ نے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تیرے دل میں باقی رہنے والی چیزوں کی رغبت پیدا کرے۔
اور فنا ہونے والی چیزوں کا خیال دل سے نکال دے تجھے وہ یقین نصیب ہو جس سے دلوں کو سکون حاصل ہوتا ہے اور دین میں جسے مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

○

حضرت صلتہ بن اشیم کی بیوی کا نام معاذۃ عدویہ تھا یہ بھی ان کی طرح تابعیہ تھی کیونکہ اس نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کی اور ان سے فیض حاصل کیا۔ پھر اس نے حسن بصری رضی اللہ عنہ (اللہ ان کی روح کو تر و تازہ و خوشحال رکھے) سے علم حاصل کیا۔
یہ بڑی پاکیزہ سیرت' پرہیزگار' عبادت گذار اور دنیا سے بے نیاز خاتون تھی۔
اس کی یہ عادت تھی کہ جب رات آتی تو کہتی شاید یہ میری زندگی کی آخری رات ہو۔ یہ رات بھر عبادت میں مصروف رہتی۔ یہاں تک کہ صبح ہو جاتی اور جب دن طلوع ہوتا تو کہتی شاید یہ دن میری زندگی کا آخری دن ہو تو وہ ذکر و فکر میں دن گذار دیتی۔ موسم سرما کو باریک کپڑے استعمال کرتی تاکہ سردی لگنے سے نیند نہ آئے اور عبادت کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔
وہ پوری رات نماز اور تلاوت میں گذار دیتی۔ جب نیند کا غلبہ

ہونے لگتا۔

تو گھر کے صحن میں یہ کہتے ہوئے چکر لگانے لگتی۔

اے میری جان تیرے سامنے لمبی نیند ہے۔

کل اپنی قبر میں عرصہ دراز کے لیے تو نے سونا ہے یا تجھے حسرت کی نیند سونا ہو گا' یا خوشی کی نیند' پھر اپنے آپ سے خطاب کرتے ہوئے کہتی اے معاذۃ آج تو دنیا میں اپنے لیے وہ چیز پسند کر جو تجھے کل آخرت میں پسند ہے۔

○

اگرچہ حضرت صلہ بن اشیم انتہا درجے کے عبادت گذار اور دنیاوی چیزوں سے بالکل بے نیاز تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنے چچا کی بیٹی معاذۃ سے شادی کی۔

سہاگ رات ایسا ہوا کہ بھائی کا بیٹا شام ڈھلتے ہی اس کے پاس آیا اور اسے نہلانے کے لیے گرم حمام میں لے گیا' پھر اسے ایک خوشبو دار اور آراستہ و پیراستہ کمرے میں چھوڑ گیا۔

جس میں دلہن سنگھار کیے ہوئے بیٹھی تھی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر آپ شکرانے کے دو نفل ادا کرنے لگے۔ دلہن نے بھی نماز پڑھنا شروع کر دی' دونوں پر نماز کی لذت نے ایسا جادو کیا کہ پوری رات نماز میں گذار دی۔

ذرا دن چڑھے بھائی کا بیٹا ان کے پاس آیا جب اسے پتہ چلا کہ آپ

نے پوری رات عبادت میں گذار دی تو کہنے لگا چچا جان نئی نویلی دلہن آپ کے گھر آئی آپ رات بھر نماز پڑھتے رہے اور اس کی طرف دھیان ہی نہ دیا۔ فرمانے لگے: بھتیجے کل تم مجھے پہلے ایک ایسے کمرے میں لے گئے جس نے مجھے جہنم کی یاد دلائی۔

پھر ایک دوسرے کمرے میں لے گئے جس نے مجھے جنت کی یاد دلائی بس میں ساری رات اسی جنت و دوزخ کے چکر میں غلطاں و پریشاں رہا یہاں تک کہ صبح ہو گی۔

نوجوان نے پوچھا: چچا جان وہ کیسے؟

فرمایا: جب تم مجھے گرم حمام میں لے گئے تو وہاں آگ جل رہی تھی اس کی گرمی نے جہنم کی گرمی یاد دلائی' پھر تم مجھے دلہن کے کمرے میں لے گئے اس کی دلفریب مہک نے جنت کی رعنائی کا منظر پیش کیا۔

○

حضرت صلتہ بن اشیم رضی اللہ عنہ خشیت الٰہی کے خوگر' صدق دل سے توبہ کرنے والے' عبادت گذار' شب زندہ دار دنیا سے بے رغبتی رکھنے والے ہی نہ تھے بلکہ وہ شہسوار' شہزور' بہادر اور نڈر مجاہد بھی تھے۔

میدانہائے جنگ نے اس جیسا بہادر' طاقتور' مضبوط عزم والا اور تلوار کا دھنی کم ہی دیکھا ہو گا۔

مسلمان جرنیل اسے اپنے اپنے لشکر میں شامل کرنے کے لیے کوشاں رہتے' ہر کسی کی یہ دلی رغبت ہوتی کہ یہ اس کے لشکر میں شامل ہو

جائیں تا کہ اس کی بہادری و تجربہ کاری کے ذریعہ کامیابی حاصل کی جائے۔

○

جعفر بن زید بیان کرتے ہیں۔
کہ ہم ایک معرکے کے لیے روانہ ہوئے ہمارے ساتھ صلہ بن اشیم اور ہشام بن عامر بھی تھے جب ہم دشمن سے نبرد آزما ہوئے۔ تو حضرت صلتہ اور اس کا ساتھی لشکر اسلام کی صفوں سے الگ ہو کر دشمن کی صفوں کو نیزوں اور تلواروں سے چیرتے ہوئے ہراول دستے پر حملہ آور ہوئے دشمن کے ایک جرنیل نے دوسروں سے کہا۔
لشکر اسلام کے صرف دو آدمیوں نے ہمیں مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے' اگر یہ سب ہی یکبارگی ہم پر حملہ آور ہو جاتے تو ہمارا کیا بنتا' میری مانو تو مسلمانوں کی اطاعت اختیار کر لو اور ان کے آگے ہتھیار ڈال دو۔ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔

○

۶۷ ہجری کو حضرت صلتہ بن اشیم لشکر اسلام کے ہمراہ ماوراء النہر کے علاقہ جات کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوئے آپ کے ساتھ آپ کا بیٹا بھی تھا' جب دونوں لشکر آپس میں ٹکرائے' گھمسان کا رن پڑا تو حضرت صلتہ نے اپنے بیٹے سے کہا۔ بیٹا آگے بڑھو دشمنان خدا سے آخری دم تک جہاد کرو' اس کے پاس رکھی ہوئی امانت کبھی ضائع نہیں ہوتی۔

باپ کی بات سن کر نوجوان بیٹا دشمن سے نبرد آزما ہونے کے لیے
اس طرح تیزی سے لپکا جیسے طرح تیر کمان سے نکلتا ہے' وہ مسلسل لڑتا رہا
یہاں تک کہ جام شہادت نوش کر گیا۔ یہ منظر دیکھ کر باپ آگے بڑھا دشمن پر
تابڑ توڑ حملہ کیا بالآخر یہ بھی اپنے بیٹے کے پہلو میں شہید ہو کر گر پڑے۔

○

جب انکی شہادت کی خبر بصرہ پہنچی تو خواتین افسوس کرنے کے لیے
حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں جس کا خاوند اور بیٹا جام شہادت
نوش کر چکے تھے آپ نے آنے والی تمام خواتین سے کہا۔
اگر تم مجھے مبارکباد دینے کے لیے آئی ہو تو میں تمہیں خوش آمدید
کہتی ہوں۔ اگر اس کے علاوہ تمہارا کوئی مقصد ہے تو آپ واپس جاسکتی ہیں
اللہ تمہیں جزائے خیر عطا کرے۔

○

اللہ ان مبارک چہروں کو تروتازہ رکھے' اسلام اور مسلمانوں کی
طرف سے جزائے خیر عطا کرے۔ تاریخ انسانیت میں بلاشبہ یہ گھرانہ تقوی
اور پاکیزگی کے اعلی معیار پر فائز تھا۔

○

حضرت صلہ بن اشیم عدوی کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے

کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

۱۔ طبقات ابن سعد	۱۳۴/۷
۲۔ التاریخ الکبیر	۳۲۱/۴
۳۔ الکنی	۱۳/۲
۴۔ الجرح والتعدیل	۴۴۷/۴
۵۔ حلیۃ الاولیاء	۲۳۷/۲
۶۔ اسد الغابہ	۳۴/۴
۷۔ تاریخ الاسلام	۱۹/۳
۸۔ البدایۃ والنہایۃ	۱۵/۹
۹۔ الاصابۃ	۲۰۰/۲

۱۰۔ طبقات خلیفہ اور صفتہ الصفوہ میں دیکھئے۔

(۲۴)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز خوب صورت، خوب سیرت، جید عالم، پرہیزگار، خدا ترس، شب زندہ دار اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

(علامہ ذہبیؒ)

جلیل القدر تابعی خلیفتہ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز کی سیرت بڑی ہی متنوع قسم کی ہے' ان کی زندگی کا ہر ایک واقعہ آپکو دوسرے سے زیادہ نمایاں' دلکش' دلفریب اور حیرت انگیز دیکھائی دے گا۔

قبل ازیں ہم نے اس پانچویں خلیفہ راشد کی زندگی کے تین حیرت انگیز واقعات بیان کیے تھے آیئے اب ہم تین اور واقعات سے لطف اندوز ہوتے ہیں' جو پہلے واقعات سے کسی طور کم اثر انگیز نہیں ہیں۔

○

پہلے واقعے کا راوی رجزیہ اشعار کہنے والا ایک ممتاز شاعر دکین بن سعید دارمی ہے' کہتا ہے۔

کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز مدینہ کے گورنر تھے میں نے ان کی تعریف میں شعر کہے۔ آپ نے مجھے پندرہ عمدہ نسل کی اونٹنیاں بطور انعام عنایت کیں۔ جب میں نے انہیں دیکھا تو ان کی خوبصورتی مجھے بہت بھائی اور میں انہیں دیکھتا ہی رہ گیا' اور میرا حوصلہ نہ پڑا کہ انہیں میں اکیلا لے کر سوئے منزل روانہ ہوں کیونکہ میری رہائش نجد میں تھی جو کہ مدینہ منورہ سے کافی فاصلے پر واقع تھا' راستے میں خطرہ تھا کہ کوئی یہ مجھ سے چھین نہ لے اور نہ ہی ایسی عمدہ اونٹنیاں بیچنے کو جی چاہتا تھا۔ میں انہی خیالات میں غلطاں و پریشاں تھا کہ چند ساتھی میرے پاس آئے جو ہمارے علاقے نجد جانے کا ارادہ کیے ہوئے تھے' میں نے ان سے کہا۔

مجھے بھی اپنے ساتھ لیتے جانا انہوں نے کہا چشم ما روشن دل ما شاد

ضرور چلئے، ہم آج رات روانہ ہونگے آپ بھی تیاری کرلیں۔

میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کو الوداعی سلام کہنے کے لیے گیا۔

میں نے دیکھا کہ وہاں ان کے پاس دو آدمی بیٹھے ہوئے ہیں جن کو میں نہیں جانتا۔ جب میں سلام عرض کرکے واپس جانے لگا تو آپ نے میری طرف دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اے دکین میرے دل میں ترقی کی منازل طے کرنے کا بہت ہی شوق پایا جاتا ہے۔ اگر آپ کو معلوم ہو کہ میں اس سے بڑے عہدے پر فائز ہو چکا ہوں تو ملاقات کے لیے ضرور آنا، میں تجھے مزید انعامات سے نوازوں گا. اور تیرے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤں گا۔ میں نے کہا اس بات پر کوئی گواہ بنالیجیے

آپ نے فرمایا: اس بات پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ گواہ ہے۔

میں نے کہا: اس کی مخلوق میں سے بھی کسی کو گواہ بنالیجیے۔

آپ نے فرمایا یہ دو بزرگ بیٹھے ہیں۔

میں ان سے ایک کی طرف متوجہ ہوا۔

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔

آپ کا نام کیا ہے؟

انہوں نے بتایا: سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔

میں نے گورنر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کتنا اچھا گواہ ہے۔

پھر دوسرے شیخ کی طرف دیکھا اور کہا میں قربان آپ کا اسم گرامی

کیا ہے؟

انہوں نے فرمایا گورنر کا غلام ابویحیٰ۔

میں نے کہا یہ گواہ اہل خانہ میں سے ہے۔

میں نے سلام عرض کی اور اپنی اونٹنیاں لے کر سوئے نجد روانہ ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان اونٹنیوں میں بے بہا برکت عطا کی۔

جس کے نتیجے میں میرے پاس بہت سے اونٹ اور نوکر چاکر جمع ہو گئے۔

○

یونہی دن گذرتے گئے میں ایک روز نجد کے علاقے یمامہ کے لق ودق صحرا میں تھا۔ کہ کسی نے امیر المؤمنین سلیمان بن عبد الملک کے فوت ہو جانے کی خبر سنائی' میں نے اس سے پوچھا اس کے بعد کس کو خلیفہ بنایا گیا ہے۔

اس نے بتایا حضرت عمر بن عبد العزیز کو۔ میں یہ خبر سنتے ہی سرزمین شام کی جانب روانہ ہو گیا۔ جب میں دمشق پہنچا تو سامنے سے بہت مشہور شاعر جریر آتا ہوا نظر آیا میں نے اسے سلام کیا۔

اور پوچھا جناب کہاں سے تشریف لا رہے ہیں۔

اس نے بتایا: خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے ہاں سے آ رہا ہوں وہ فقراء و مساکین کو عطیات سے نواز رہے ہیں اور شعراء کو خالی ہاتھ واپس کر رہے

ہیں۔

میری مانو جہاں سے آئے وہیں واپس چلے جاؤ۔ یہی تیرے لیے بہتر ہے۔

میں نے کہا میرا معاملہ دوسرا ہے میرے خلیفہ کے ساتھ تعلقات آپ لوگوں سے مختلف نوعیت کے ہیں۔

اس نے کہا جیسے آپ کی مرضی:

میں وہاں سے چلا اور خلیفہ کے گھر پہنچا وہ گھر کے صحن میں تھے۔ چاروں طرف فقراء یتامیٰ' بیوگان اور مظلوم لوگوں کا جمگھٹا تھا۔ اس بھیڑ کی وجہ سے میرے ان تک پہنچنے کی کوئی صورت دیکھائی نہ دیتی تھی میں نے بلند آواز سے کہا:

اے خیرات و اخلاق کی بے انتہا سخاوت کرنے والے عمر بن عبد العزیز میں دور دراز علاقے حضر موت میں واقع قطن گاؤں سے قبیلہ بنو دارم کا فرد اپنے سخی اور خوش اخلاق بھائی سے اپنا حق لینے کے لیے یہاں آیا ہوں میرا آپ پر کچھ قرض ہے' وہ ادا کیجئے۔

میری یہ بات سن کر اس کے غلام ابو یحیی نے بڑے غور سے میری طرف دیکھا اور پھر خلیفہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

امیر المؤمنین: واقعی آپ نے اس سے وعدہ کیا تھا۔ میں اس وقت موجود تھا۔

آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں۔

پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

دکین میرے قریب آؤ جب میں ان کے سامنے آیا تو آپ نے بڑی مہربانی سے ارشاد فرمایا۔

کیا تم جانتے ہو کہ میں نے مدینہ منورہ میں کہا تھا کہ میرے دل کا حال یہ ہے کہ جب بھی کوئی نعمت میسر آتی ہے تو میرا دل اس سے بہتر کی تلاش میں ہوتا ہے۔

میں نے کہا: ہاں امیر المؤمنین مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے دنیا کا سب سے بڑا عہدہ حکومت کی سربراہی مل گئی۔ اب میرا دل آخرت میں بھی سب سے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہونا چاہتا ہے۔

اور وہ جنت ہے۔

میرا دل اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرکے کامیابی کی منزل پر پہنچنا چاہتا ہے اگرچہ بادشاہ حکومت کے ذریعے دنیا کی عزت اور جاہ و حشم کے متلاشی ہوتے ہیں۔

لیکن میں حکومت کے ذریعے آخرت کی عزت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اے دکین اللہ کی قسم جب سے میں خلافت کے عہدے پر فائز ہوا ہوں میں نے لوگوں سے ایک دمڑی بھی نہیں لی۔

میرے پاس ذاتی مصرف ایک ہزار درہم ہیں۔

نصف آپ لے لیجئے اور نصف میرے لیے رہنے دیجئے میں نے پانچ سو درہم لیے اور واپس اپنے گھر آگیا' اللہ کی قسم اس سے مجھے بہت فائدہ

ہوا۔

یہ پانچ سو میرے۔لیے بڑے ہی بابرکت ثابت ہوئے۔

○

دوسرے واقعہ کے راوی موصل کے قاضی یحیی بن یحیی غسانی ہیں۔

فرماتے ہیں۔

عمر بن عبدالعزیز ایک روز حمص کے بازار میں گشت کر رہے تھے تاکہ چیزوں کے نرخ معلوم کر سکیں ایک آدمی آپکے سامنے آیا جس نے قطر کی بنی ہوئی دو سرخ رنگ کی چادریں اوڑھ رکھی تھیں۔

اس نے کہا اے امیر المومنین :میں نے سنا ہے کہ آپ نے یہ اعلان کیا ہوا ہے کہ جس پر کوئی ظلم ہوا ہے وہ آپ کے پاس فریاد لے کر آئے آپ نے فرمایا ہاں۔

اس نے کہا یہ ایک مظلوم انسان ہے بڑی دور سے فریاد لے کر آیا ہے' حضرت عمر نے کہا: کہاں سے آئے ہو۔

عرض کی عدن سے:

آپ نے فرمایا واقعی بہت دور سے آئے ہو یہ کہتے ہی اپنی سواری سے نیچے اترے اور اس کے سامنے کھڑے ہو کر اس سے پوچھا۔

آپ پر کیا ظلم ہوا ہے۔

اس نے کہا میرے پاس زمین تھی جس پر ایک شخص قابض ہو گیا ہے وہ اپنا تعلق آپ سے ظاہر کرتا ہے۔

اس نے یہ زمین زبردستی مجھ سے ہتھیالی ہے' میں کمزور ہوں میرا کوئی چارہ نہیں چلتا اس لیے فریاد لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

حضرت عمر نے عدن کے گورنر عروہ بن محمد کو لکھا۔ جب یہ میرا خط تیرے پاس پہنچے تو فوری طور پر اس خط کو لانے والے کے دلائل سننا اگر یہ سچا ہو تو فوری طور پر اس کا حق دلانا' اور اس میں ایک لحظہ کے لیے بھی کوتاہی نہ ہو۔ پھر اس خط پر مہر لگادی اور اسے پکڑا دیا۔

جب وہ شخص واپس جانے لگا تو حضرت عمر نے کہا ذرا ٹھہریئے' آپ بہت دور سے آئے ہیں۔ بلاشبہ اس سفر پر آپ کا خرچ اٹھا ہو گا۔

نئے کپڑے پرانے ہو گئے ہونگے۔

ہو سکتا ہے زادراہ ختم ہو جانے کی وجہ سے آپکی سواری ہلاک ہو جائے پھر آپ نے مکمل حساب لگا کر گیارہ دینار اس کو دیئے اور فرمایا۔

وہاں جاکر لوگوں کو بتادینا کہ جس پر بھی کوئی ظلم ہوا ہو وہ فورا اپنی فریاد میرے تک پہنچائے۔

اس میں قطعا کوئی کوتاہی نہ کرے تاکہ ہر مظلوم کی فوری طور پر داد رسی کی جائے۔

○

تیسرے واقعے کا راوی عابد' زاہد زیاد بن میسرہ مخذومی ہے' بیان کرتا

ہے۔

کہ مجھے میرے آقا عبداللہ بن عیاش نے اپنے کسی ضروری کام کے لیے مدینہ منورہ سے دمشق بھیجا تاکہ امیرالمومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ کام کرا سکوں۔

کیونکہ میرے امیرالمومنین کے ساتھ اس وقت سے بڑے ہی خوشگوار تعلقات تھے جب وہ مدینہ کے گورنر ہوا کرتے تھے جب میں وہاں گیا تو کیا دیکھا کہ ایک کاتب انکے پاس بیٹھا کچھ تحریر کر رہا ہے جب میں کمرے کی دہلیز پر پہنچا تو السلام علیکم کہا۔

انہوں نے جواب میں وعلیکم السلام کہا۔

پھر میں آگے بڑھا' مجھے شرمندگی ہوئی کیونکہ میں نے سلام کہتے ہوئے امیرالمومنین نہیں کہا تھا۔ جب میں بالکل آپ کے قریب ہوا تو دوبارہ السلام علیکم یا امیرالمومنین کہا۔

آپ نے فرمایا زیاد میں نے پہلے بھی آپ کے سوال کا جواب دیا تھا اب دوبارہ سلام کہنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔

اس وقت کاتب لوگوں پر ڈھائے گئے مظالم کی داستانیں پڑھ کر سنا رہا تھا جو ڈاک کے ذریعے بصرے سے موصول ہوئی تھیں۔

مجھے فرمایا زیاد بیٹھو میں اس کام سے فارغ ہو جاؤں میں دروازے کی دہلیز پر ہی بیٹھ گیا۔

کاتب پڑھ کر سنا رہا تھا اور حضرت عمر غم واندوہ سے ٹھنڈی آہیں بھر

رہے تھے۔

جب کاتب تمام خط سنا چکا تو حضرت عمر اپنی جگہ سے اٹھے' میرے پاس آئے' دروازے کی دہلیز پر میرے سامنے بیٹھے میرے گھٹنوں پر اپنے ہاتھ رکھے اور فرمایا۔

زیاد آپ کے آنے سے بڑی خوشی ہوئی۔

آپ نے آج بڑا اچھا گرم لباس پہنا ہوا ہے۔ اس سردی کے موسم میں خوب مزا دیتا ہو گا۔

پھر آپ صلحائے مدینہ کا حال پوچھنے لگے' ایک ایک کا نام لے کر حال دریافت کیا' پھر آپ نے مدینہ منورہ کی ان اصلاحات کے متعلق پوچھا جو انہوں نے اپنی گورنری کے سنہری دور میں کی تھیں' میں نے ہر وہ بات بتائی جس کا اس نے مجھ سے سوال کیا تھا۔

پھر آپ نے ایک لمبی سانس لی اور فرمایا۔

اے زیاد کیا تجھے معلوم ہے کہ اس وقت عمر کس مصیبت کا شکار ہے؟

میں نے کہا اللہ خیر کرے کیا ہوا؟

فرمایا بہت افسوس ہے۔

پھر آپ رونے لگے اور میں تسلی دینے لگا میں نے کہا: امیرالمومنین اپنی صحت کا خیال رکھیئے میں آپ کے لیے بہتری کی امید رکھتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: اے زیاد جو تم امید باندھے ہوئے ہو وہ بہت دور

کی بات ہے۔

پھر فرمایا اللہ نے مجھے یہ مقام دیا:

کہ میں دوسروں کو برا بھلا کہہ سکوں اور کوئی بھی مجھے میرے سامنے گالی نہ دے سکے' میں جس کی چاہوں پٹائی کر سکوں اور کوئی مجھے مار نہ سکے میں لوگوں کو اذیت پہنچا سکوں اور کوئی مجھے تکلیف نہ دے سکے۔

یہ کہا اور زاروقطار رونے لگے اور میں انہیں دلاسہ دینے لگا۔

جب میں واپس جانے لگا تو آپ نے مجھے میرے آقا کے نام ایک خط دیا جس میں یہ مطالبہ کہ وہ مجھے اپنے پاس بیچ دے۔ پھر آپ نے اپنے تکیے کے نیچے سے بیس دینار نکالے مجھے دیئے اور فرمایا: یہ بوقت ضرورت خرچ کر لینا۔

اگر بیت المال میں تیرا کوئی حق ہوتا تو میں وہ بھی ضرور تجھے دیتا۔

میں نے وہ بیس دینار لینے سے انکار کیا۔

آپ نے فرمایا یہ لے لیں یہ میں تجھے بیت المال سے نہیں دے رہا بلکہ اپنی جیب کے خرچے سے تجھے دے رہا ہوں۔

میں نے لینے سے انکا کیا۔ لیکن آپ نے بہت اصرار کیا یہاں تک کہ مجھے وہ دینار لینے پڑے' جب میں واپس مدینہ پہنچا' امیرالمومنین کا خط اپنے آقا کو دیا' اس نے خط کھولا اور پڑھا اور مجھے بتایا کہ امیرالمومنین میرے پاس سے خرید کر تجھے آزاد کرنا چاہتے ہیں بھلا میں ہی کیوں نہ تجھے آزاد کردوں۔

اور پھر اس نے مجھے آزاد کر دیا۔

○

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز	ابن عبدالحکیم۔
۲۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز	ابن جوزی
۳۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز	آجری
۴۔ الطبقات الکبری (ابن سعد)	۳۳۰/۵
۵۔ صفتہ الصفوہ ابن جوزی	۱۲۶-۱۱۳/۲
۶۔ وفیات الاعیان ابن خلکان	جلد ۲-۳-۴-۵
۷۔ العقد الفرید ابن عبدربہ	جز ۱-۲-۳-۴-۵-۶
۸۔ البیان والتبیین الجاحظ	۱-۲-۳-۴
۹۔ تاریخ مدینہ دمشق ابن عساکر	۱۲۷-۱۱۵/۲

(۲۵)

حضرت زین العابدین علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ

میں نے علی بن حسین سے فضائل و مناقب میں بڑھ کر کسی قریشی کو نہ دیکھا۔

(امام زھری)

اس روشن اور بابرکت سال میں ایرانی شہنشاہیت کی تاریخ کا آخری صفحہ بھی لپیٹ دیا گیا' وہ اس طرح کہ ایران کے آخری بادشاہ کو ذلت آمیز انداز میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے تمام جرنیل حفاظتی دستہ اور اہل خانہ مسلمانوں کے ہاتھوں قیدی بن گئے اور مال غنیمت کو سمیٹ کر مدینہ منورہ لایا گیا۔ اس عظیم فتح کے موقعہ پر جس کثیر تعداد میں قیمتی قیدی مدینہ منورہ میں لائے گئے اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی ان قیدیوں میں ایران کے آخری بادشاہ یزدجر کی تین بیٹیاں بھی تھیں۔

○

لوگ قیدیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے پلک جھپکتے ہی انہیں خرید لیا اور رقم بیت المال میں جمع کرا دی ان میں سے صرف ایران کے بادشاہ یزدجر کی بیٹیاں باقی رہ گئیں۔

وہ بلا شبہ حسن وجمال کا پیکر' پری رخ اور سیمیں بدن دوشیزائیں تھیں۔ جب انہیں فروخت کرنے کے لیے پیش کیا گیا تو مارے ذلت و رسوائی کے ان کی آنکھیں زمین پر گڑ گئیں حسرت و یاس اور انکساری و درماندگی کی وجہ سے ان کی غزالی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے' انہیں دیکھ کر حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے دل میں ترس آگیا اور یہ خیال آیا کہ کاش انہیں وہ شخص خریدے جو ان سے حسن سلوک سے پیش آئے۔ اس میں حیران ہونے کی بھی کوئی بات نہیں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔

شکست خوردہ قوم کے معزز افراد پر ترس کھایا کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا۔

اے امیر المومنین: بادشاہ کی بیٹیوں سے امتیازی سلوک ہونا چاہئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

آپ سچ کہتے ہیں لیکن اس کی صورت کیا ہو؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

ایک تو ان کی قیمت زیادہ لگائیں اور دوسرا ان کو اختیار دے دیں جس پر یہ راضی ہو جائیں ان کے ہاتھ انہیں دے دیا جائے اور ان پر قطعاً کوئی جبر نہ ہو۔

جضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ سن کر بہت خوشی ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس تجویز کو نافذ کر دیا۔

ان میں سے ایک نے حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب کو پسند کیا۔

دوسری نے حضرت محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اور تیسری حسن جمال کی وجہ سے جسے ملکہ خواتین کہا جاتا تھا اس نے اپنے لیے نواسہ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پسند کیا۔

○

تھوڑے ہی عرصے بعد ملکہ خواتین نے اپنی دلی رغبت کی وجہ سے اسلام قبول کرلیا یہ دین قیم کی راہ پر گامزن ہوئیں' غلامی سے آزاد کردی گیئں۔ کنیز سے آزاد بیوی کا باعزت مقام حاصل کیا' پھر اس نے سوچا کہ ماضی کی تمام شرکیہ یادیں یکسر بھلادی جائیں۔ اس نے اپنا نام (شاہ زنداں)

سے بدل کر غزالہ رکھ لیا۔

غزالہ کے نصیب میں بہترین رفیق حیات آیا' بڑی ہی خوشگوار زندگی بسر ہونے لگی مہینے لمحوں میں گذرنے لگے۔

اب ایک ہی دلی خواہش باقی رہ گئی تھی کہ اسے چاند سا بیٹا نصیب ہو جائے۔ اللہ سبحانہ وتعالی نے اس کی یہ خواہش بھی پوری کردی ایک مہتاب چہرہ بیٹے نے جنم لیا۔

برکت کے لیے اس کا نام دادے کے نام پر علی رکھا گیا' لیکن غزالہ کے لیے یہ خوشی چند لمحات سے زیادہ دیکھنا نصیب نہ ہوئی کیونکہ یہ اپنے بیٹے کو جنم دیتے ہی اللہ کو پیاری ہو گئی۔

○

اس نومولود کی پرورش و نگہداشت کنیز کے سپرد کی گئی جس نے اسے ماں جیسا پیار دیا' اس پر اپنی محبت کو اس طرح نچھاور کیا جس طرح کوئی ماں اپنے اکلوتے بیٹے سے پیار کرتی ہے اور اس کی اس طرح پرورش کی کہ یہ نومولود بڑا ہو کر اسے ہی اپنی حقیقی ماں سمجھنے لگا۔

○

حضرت علی بن حسین جب سن شعور کو پہنچے تو حصول علم کی طرف شوق ورغبت سے متوجہ ہوئے۔

پہلا مدرسہ گھر تھا اور یہ کتنا اچھا مدرسہ تھا۔

پہلے استاد ان کے والد حسین بن علی ؓ تھے اور یہ کتنے عظیم استاد تھے' دوسرا مدرسہ رسول اعظم ﷺ کی مسجد تھا۔

مسجد نبوی میں ان دنوں صحابہ کرام ؓ اور تابعین عظام ؒ کی چہل پہل تھی۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام بڑی ہی دلی رغبت کے ساتھ پھولوں جیسے نونہال بیٹوں کو کتاب الٰہی پڑھایا کرتے تھے۔ اور اس میں غور و تدبر کی تلقین کرتے' حدیث رسول علیہ السلام ان کے سامنے بیان کرتے اور اس کے مقاصد سمجھاتے۔

رسول اعظم ﷺ کی سیرت اور غزوات کے واقعات بیان کرتے' مختلف شعراء کے اشعار پڑھ کر سناتے اور پھر ان کے مطالب بیان کرتے اور ان کے دلوں میں حب الٰہی خشیت الٰہی اور تقویٰ کا جوت جگاتے۔

اس طرح یہ نونہال باعمل علماء اور باکردار راہنما بن کر ابھرتے۔

○

حضرت علی بن حسین ؓ کے دل میں قرآنی علم نے گھر کر لیا اس کے سوا کسی اور علم کی طرف دل راغب ہی نہ ہوا۔ قرآن مجید کے وعد و وعید کی وجہ سے ان کے احساسات میں لرزہ طاری ہو جاتا۔

جب قرآن مجید کی کوئی ایسی آیت پڑھتے جس میں جنت کا تذکرہ ہوتا تو دل شوق و رغبت سے اس کے حصول کا متمنی ہوتا' اور جب قرآن مجید کی ایسی آیت پڑھتے جس میں جہنم کا تذکرہ ہوتا تو ایک گرم اور لمبی سانس لیتے' انہیں یوں محسوس ہوتا جیسے جہنم کی آگ کا دھکتا ہوا شعلہ ان

کے دامن میں اتر آیا ہے۔

○

جب حضرت علی بن حسین ؒ جوانی اور علم کے نکتہ عروج پر پہنچے تو مدنی معاشرے کو ایک ایسا جوان ملا جو بنوہاشم کے جوانوں میں عبادت اور تقوی میں مثالی شان رکھنے والا' فضل و شرف اور اخلاق و کردار میں سب سے بڑھ کر نیکی و بردباری میں سب سے آگے' اعلی مقام پر فائز' ان کی عبادت اور تقوی کا یہ حال تھا کہ وضو اور نماز کے درمیان ان کے بدن میں کپکپی طاری ہو جاتی۔ اور ان کا جسم مسلسل رعشے کی زد میں آجاتا جب اس سلسلے میں ان سے بات کی جاتی تو فرماتے۔

تم پہ بڑا افسوس ہے!

کیا تم جانتے نہیں کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے والا ہوں؟

کیا تم جانتے نہیں کس کے ساتھ میں سرگوشی کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں؟

○

اس ہاشمی نوجوان کی نیکی' تقوی اور عبادت گذاری سے متاثر ہو کر لوگوں نے اسے زین العابدین کے نام سے پکارنا شروع کردیا اور اسی نام سے آپ مشہور ہوگئے یہاں تک کہ لوگ ان کے اصلی نام کو بھول گئے۔ غرضیکہ لقب اصلی نام پر غالب آگیا' ان کی سجدہ ریزی اور نماز کے دوران دنیا

کی بے نیازی کی وجہ سے اہل مدینہ نے اسے "فنافی سجود" کا لقب دے دیا۔

ان کے باطن کی صفائی اور دل کی پاکیزگی کی وجہ سے لوگوں نے انہیں پاک بازو۔ پاک طینت شخصیت قرار دے دیا۔

○

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کا اس بات پر یقین تھا کہ عبادت کا مغز دعا ہے

وہ کعبہ شریف کے پردے سے چمٹ کر گھنٹوں رب جلیل کی بارگاہ میں دعائیں کرتے۔

بیت اللہ کے ساتھ کتنی ہی مرتبہ چمٹ کر انہوں نے یہ دعا کی۔

پروردگار تو نے اپنی بے پایاں رحمت مجھ پر نچھاور کی' مجھ پر اپنے انعام واکرام کی بے انتہا بارش کی۔

میں بلا خوف و خطر تیری بارگاہ میں التجا کرتا ہوں' محبت والفت کی بنا پر تجھ سے سوالی ہوں تیری بارگاہ سے مزید رحمت کا ملتجی ہوں۔

تیرے حقوق کی ادائیگی کے لیے ہمت و طاقت کی التجا ہے۔

الٰہی میں تجھ سے اس بے چارے گہرے پانی میں ڈوبنے والے کی مانند مانگتا ہوں' جسے کنارے لگنے کے لیے تیرے سوا کوئی سہارا نظر نہ آتا ہو۔

الٰہی کرم فرما اور میری زندگی کی منجدھار میں پھنسی ہوئی ناؤ کو کنارے لگا دے' بلاشبہ تو سب سے بڑھ کر اپنی مخلوق پر کرم کرنے والا ہے۔

○

حضرت طاؤوس بن کیسان رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ دیکھا کہ یہ بیت اللہ کے سائے میں کھڑے مضطرب شخص کی طرح پیچ و تاب کھا رہے تھے۔

سخت بیمار کی طرح کراہ رہے تھے۔ محتاج کی طرح دعا کر رہے تھے' حضرت طاؤوس بن کیسان کھڑے انتظار کر رہے تھے' یہاں تک کہ انہوں نے رونا بند کر دیا' دعا سے فارغ ہوئے آپ آگے بڑھے اور اس سے کہا۔

اے رسول اللہ کے فرزند میں نے آج تیری حالت دیکھی ہے تجھ میں پانچ خوبیاں ایسی پائی جاتی ہیں جو تجھے خوف سے بچالیں گی۔

حضرت زین العابدین نے پوچھا' اے طاؤوس وہ کون سی ہیں؟

آپ نے فرمایا۔

ایک تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں دوسری تجھے اپنے نانا کی شفاعت حاصل ہوگی اور تیسری اللہ تعالی کی رحمت تیرے شامل حال ہوگی۔

انہوں نے فرمایا۔

اے طاووس قرآن مجید کی درج ذیل آیت سننے کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ میرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انتساب مجھے فائدہ نہ دے گا۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

"فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ"

ترجمہ:۔ تو جب صور پھونکا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان کوئی

حسب نسب کام نہ آئے گا۔

جہاں تک میرے نانا کی شفاعت کا تعلق ہے۔

اللہ تعالی کا یہ ارشاد میرے پیش نظر ہے۔

"ولا یشفعون الالمن ارتضی" (الانبیاء)

اور جہاں تک اللہ تعالی کی رحمت کا تعلق ھے اس سلسلے میں ارشاد ربانی ہے۔

"ان رحمة الله قریب من المحسنین" (الاعراف)

تقوی اور خوف خدا نے حضرت زین العابدین میں بہت سی خوبیاں پیدا کردیں فضل و شرف اور نرمی و بردباری کے خوگر ہوئے' ان مثالی اوصاف کے دلپذیر تذکروں سے سیرت کی کتابیں مزین ہیں اور تاریخ کے صفحات چمک رہے ہیں۔ حضرت حسن بن حسن بیان کرتے ہیں۔

میرے اور چچا زاد بھائی زین العابدین کے درمیان ایک مرتبہ اختلاف پیدا ہوگیا' میں اس کے پاس گیا وہ مسجد میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے' غصے میں آکر میں نے جو منہ میں آیا اسے کہہ دیا' لیکن وہ میری کڑوی کسیلی باتیں خاموشی سے سنتے رہے اور مجھے کوئی جواب نہ دیا میں غصے کا بھرپور اظہار کرکے چلا گیا' رات کو میرے دروازے پر کسی نے دستک دی میں یہ دیکھنے کے لیے اٹھا کہ اس وقت میرے دروازے پر کون ہوسکتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ زین العابدین کھڑے ہیں۔ مجھے اس بات میں

کوئی شک نہ رہا کہ یہ اب اپنا بدلا لینے آئے ہیں لیکن انہوں نے فرمایا:

میرے بھائی آج صبح جو تو نے میرے بارے میں کہا ہے اگر اس میں تم سچے ہو تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے اور اگر آپ ان باتوں میں سچے نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کر دے۔

یہ کہا مجھے سلام کیا اور واپس چلے گئے۔ میں نے انہیں روکا اور عرض کی آئندہ میں کوئی ایسی بات نہیں کروں گا جو آپ کو ناگوار گزرے۔ بھائی مجھے معاف کر دیجئے۔

ان کا دل نرم ہو گیا اور فرمایا کوئی بات نہیں میرے بارے میں آپ کو بات کرنے کا حق پہنچتا ہے۔

○

مدینے کا ایک باشندہ بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ زین العابدین مسجد سے باہر نکلے اور میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا' میں بغیر کسی وجہ کے انہیں گالیاں دینے لگا۔ لوگ یہ سن کر مجھ پر پل پڑے۔ مجھے اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ قریب تھا کہ وہ میرا کچومر نکال دیتے' زین العابدین نے لوگوں کی طرف دیکھا اور فرمایا رک جاؤ۔ تو وہ سب رک گئے' جب آپ نے مجھے کانپتے ہوئے دیکھا تو بڑی خنداں پیشانی سے میری طرف متوجہ ہوئے' مجھے دلاسہ دینے لگے تاکہ میرا خوف جاتا رہے۔

پھر آپ نے فرمایا۔

آپ نے مجھے اپنی معلومات کے مطابق گالی دی لیکن وہ عیب جن پر

پردہ پڑا ہوا ہے آپ نہیں جانتے وہ تو کہیں زیادہ ہیں' پھر مجھ سے پوچھا کیا تیری کوئی ایسی ضرورت ہے جسے پورا کر کے ہم تیری مدد کر سکیں۔ میں شرمندہ ہوا اور کچھ کہہ نہ سکا۔

جب انہوں نے میری شرمساری کو دیکھا تو اپنی قیمتی چادر اتار کر مجھ پر ڈال دی اور ایک ہزار درہم مجھے عنایت کیا۔

میں یہ حسن سلوک دیکھ کر پکار اٹھا۔

واقعی آپ نواسہء رسول علیہ السلام ہیں۔

ایک غلام کہتا ہے کہ میں زین العابدین علی بن حسین ؓ کا غلام تھا۔ انہوں نے مجھے کسی کام کے لیے بھیجا میں نے تاخیر کر دی' جب میں ان کے پاس آیا تو بڑے غصے سے کوڑا پکڑا اور میری پٹائی شروع کر دی' میں رونے لگا' مجھے غصہ بھی بہت آیا' آپ نے اس سے پہلے کسی کو مارا بھی نہیں تھا۔

میں نے کہا' اے علی بن حسین ؓ اللہ سے ڈرو ایک تو آپ مجھ سے خدمت لیتے ہیں' میں آپ کے حکم کے مطابق ہر کام پوری محنت سے کرتا ہوں اوپر سے آپ میری پٹائی کرتے ہیں' یہ کہاں کا انصاف ہے؟

میری یہ بات سن کر رو پڑے اور فرمایا ابھی مسجد نبوی میں جاؤ۔ دو رکعت نماز پڑھو پھر یہ دعا کرو۔

الٰہی علی بن حسین ؓ کو معاف کر دے' اگر آج آپ یہ کریں گے تو میری غلامی سے آپ آزاد ہوں گے۔

میں مسجد گیا نماز پڑھی اور دعا کی۔

جب میں گھر واپس لوٹا تو آزاد تھا۔

O

اللہ سبحانہ وتعالی نے حضرت زین العابدین ؒ پر بڑی وافر مقدار میں مال ودولت اور رزق کے خزانے کھول رکھے تھے۔

تجارت میں انہیں بہت نفع ہوتا تھا۔

زراعت میں بھی بڑی فراوانی میسر تھی۔

یہ دونوں کام آپ کے نوکر چاکر سرانجام دیا کرتے تھے۔ زراعت و تجارت کے ذریعے انہیں وافر مقدار میں مال و دولت ان کے ہاتھ لگتا' لیکن اس تونگری و فراوانی نے ان کے اندر نخوت یا تکبر کا کوئی شائبہ پیدا نہیں کیا۔ البتہ دنیا کے مال کو انہوں نے آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنایا۔ ان کی دولت و ثروت ہر لحاظ سے ان کے لیے مفید و کارمند ثابت ہوئی۔ رازداری اور پوشیدہ انداز میں صدقہ و خیرات کرنا انہیں بہت محبوب تھا۔ جب رات کا اندھیرا چھا جاتا تو یہ اپنی کمزور کمر پر آٹے کے تھیلے اٹھاتے اور مدینے کے ان ضرورت مندوں کے گھر چپکے سے چھوڑ آتے' جو خودداری کی وجہ سے لوگوں کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتے تھے۔ یہ کام سرانجام دینے کے لیے رات کی تاریکی میں اس وقت نکلتے جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوتے۔

مدینہ منورہ میں بہت سے گھر خوشحالی سے زندگی بسر کر رہے تھے جنہیں یہ بھی پتا نہیں تھا کہ ان کے پاس وافر مقدار میں رزق کہاں سے آتا ہے۔ جب حضرت زین العابدین علی بن حسین ؒ فوت ہو گئے اور ان

لوگوں کے پاس آٹا آنا بند ہوا تب پتا چلا کہ یہ کہاں سے آتا تھا۔

جب حضرت زین العابدین کو غسل دینے کے لیے تختے پر رکھا گیا۔ غسل دینے والوں نے پیٹھ پر سیاہ نشان دیکھا تو کہنے لگے یہ کیا ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ یہ آٹے کی بوریاں اٹھانے کی وجہ سے نشان پڑا' جو وہ مدینے کے تقریبا ایک سو گھر میں پہنچایا کرتے تھے۔

آج یہ فیاضی کے ساتھ خرچ کرنے والے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

○

حضرت زین العابدین علی بن حسین ؒ اپنے غلاموں کو اس کثرت اور فیاضی سے آزادی دیا کرتے تھے کہ اس کا چرچا مشرق و مغرب میں سفر کرنے والے مسافروں تک پہنچ چکا تھا۔

ان کا یہ کارنامہ لوگوں کی فکرو نظر کے افق سے بھی کہیں بلند تھا' اسکی پرواز تخیلات سے بھی کہیں اونچی تھی' کوئی عام انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

یہ ہر اس غلام کو آزاد کر دیا کرتے تھے جو ان سے حسن سلوک سے پیش آتا اس کی آزادی اس کے حسن سلوک کا بدلہ ہوتی۔

یہ اس غلام کو بھی آزاد کر دیا کرتے تھے جو نافرمانی کرتا اور پھر توبہ کر لیتا۔

اسے اپنی توبہ کے بدلے آزادی مل جاتی۔ ان کے متعلق یہ بیان کیا

جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں ایک ہزار غلام آزاد کیے۔ یہ اپنے کسی غلام یا کنیز سے ایک سال سے زائد خدمت نہیں لیا کرتے تھے۔

عید الفطر کی رات یہ بہت زیادہ غلاموں کو آزاد کیا کرتے تھے' ان سے یہ مطالبہ کیا کرتے کہ وہ قبلہ رخ ہو کر اللہ تعالی سے یہ دعا کریں۔

الٰہی علی بن حسین ؒ کو معاف کر دے اس طرح انہیں دوہری خوشی نصیب ہوتی۔ ایک خوشی عید کی اور دوسری خوشی آزادی کی۔

○

حضرت زین العابدین علی بن حسین ؒ کی محبت لوگوں کے دلوں میں اتر چکی تھی۔ لوگ انہیں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے' لوگوں کے دلوں میں ان کا بہت مرتبہ تھا۔ گویا یہ لوگوں کے بے تاج بادشاہ تھے' انکے دور میں یہ مقام کسی اور کو حاصل نہ تھا' لوگ ان سے سچی محبت کرتے تھے' ان کے ساتھ بڑی تعظیم سے پیش آتے' بڑا ہی گہرا تعلق تھا' لوگوں کی نگاہیں ہر دم انکی متلاشی رہتیں۔ گھر سے نکلتے ہوئے یا گھر میں داخل ہوتے ہوئے' مسجد جاتے ہوئے یا مسجد سے واپس آتے ہوئے لوگ ان کی زیارت کی سعادت حاصل کیا کرتے تھے۔

○

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہشام بن عبدالملک حج کے لیے مکہ معظمہ آیا اس وقت وہ ولی عہد تھا۔ وہ طواف کرنا اور حجر اسود کو چومنا چاہتا تھا

حفاظتی دستے نے لوگوں کو ہٹو بچو کرتے ہوئے اس کے لیے راستہ بنانا شروع کر دیا۔

لیکن لوگوں میں سے ایک شخص نے ان کی طرف دیکھا ہی نہیں اور نہ ہی ان کے لیے راستہ بنایا بلکہ وہ یہ کہہ رہا تھا۔

یہ گھر اللہ کا ہے۔

تمام لوگ اسکے بندے ہیں۔

اسی دوران دور سے لاالہ الااللہ اور اللہ اکبر کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ لوگ ٹکٹکی لگا کر اسکی طرف دیکھنے لگے' وہ کیا دیکھتے ہیں کہ لوگوں کے جھرمٹ میں ایک خوبصورت' چھریرے بدن اور روشن چہرے والا شخص احرام باندھے بڑے ہی وقار کے ساتھ بیت اللہ کی جانب چلا آرہا ہے۔اس کی پیشانی پر سجدوں کا نشان نمایاں ہے۔ لوگ عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے اس کے لیے راستہ بنارہے ہیں۔ اور اسے محبت و عقیدت کی نظر سے دیکھ رہے ہیں وہ شخص حجر اسود تک پہنچا اور اسے بڑے ہی باوقار انداز میں چوما۔

ہشام بن عبدالملک کے حاشیہ برداروں میں سے ایک شخص نے اس سے پوچھا یہ کون ہے جس کی لوگ اس انداز میں تعظیم بجالارہے ہیں۔

ہشام نے کہا میں اسے نہیں جانتا۔

دنیائے عرب کا مشہور شاعر فرزدق وہاں موجود تھا۔

اس نے کہا اگر ہشام اس کو نہیں جانتا تو کیا ہوا میں تو اسے جانتا

ہوں تمام دنیا اسے جانتی ہے۔

یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا فرزند ارجمند علی ہے جسے لوگ زین العابدین کے نام سے جانتے ہیں۔

پھر برجستہ اس کی شان میں اشعار کہے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

○ یہ وہ شخص ہے جس کے قدموں کی آہٹ کو وادی بطحاء جانتی ہے

بیت اللہ بھی اس کو جانتا ہے اور حل و حرم بھی اسے جانتے ہیں

○ یہ اللہ کے بندوں میں سب سے بہتر انسان کا نواسہ ہے

یہ متقی' پرہیزگار' پاک صاف اور ممتاز انسان ہے

○ یہ فاطمۃ الزہرا کا نواسہ ہے اگر تو نہیں جانتا تو سن لے

اس کے نانا خاتم الانبیاء علیہ السلام ہیں

○ تیرا کہنا کہ یہ کون ہے اسے کوئی نقصان نہیں دے گا

تو اسے اگر نہیں جانتا عرب و عجم تو اسے جانتے ہیں

○ اس کے دونوں ہاتھ بڑے فیاض ہیں

لوگ اس کی فیاضی سے خوب مستفیض ہوتے ہیں' اسکے ہاتھ نہ دینا تو جانتے ہی نہیں

○ یہ نرم طبیعت ہے اس میں ترش روئی کا شائبہ تک نہیں ہے

دو خوبیوں نے اسکو آراستہ کیا ہے وہ حسن اخلاق اور نرم طبیعت ہے

○ تشہد کے علاوہ اس کی زبان پر لا نہیں آتا

اگر تشہد نہ ہوتا تو یہ لا بھی نعم ہوتا

○ اس کے احسانات خلق خدا پر عام ہیں

جن کی وجہ سے تاریکیاں' غربت وافلاس ختم ہو گئے

○ جب قریش نے اسے دیکھا تو اس کا ایک شخص پکار اٹھا

یہ وہ شخص ہے جس پر حسن اخلاق ختم ہے

○ یہ حیاء کی وجہ سے اپنی نگاہیں نیچے رکھتا ہے اور لوگ اسکی ہیبت سے نگاہیں جھکا لیتے ہیں

جب تک یہ مسکراتے نہیں کسی کو بات کرنے کی جرات نہیں ہوتی

○ اس کی ہتھیلی ریشم کی طرح نرم ہے اور اس سے کستوری کی خوشبو آتی ہے۔

اور اسکی ناک تیکھی ہے جس سے شخصی عظمت آشکار ہوتی ہے

○ اس کا اصل رسول اللہ ﷺ سے مشتق ہوا ہے

اس کا حسب ونسب کس قدر عمدہ ہے

○

اللہ تعالی آل رسول علیہ السلام سے راضی ہو گیا۔

حضرت زین العابدین ہر اس شخص کے لیے نادر نمونہ تھے۔ جو پوشیدہ اور علانیہ اللہ تعالی سے ڈرتا ہے اور جو اللہ تعالی کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور اس کے ثواب کا لالچ کرتے ہوئے اپنے آپ کو بچا بچا کر

رکھتے ہیں۔

○

حضرت زین العابدین کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ طبقات ابن سعد	۲۱۱/۵
۲۔ تاریخ البخاری	۲۶۶/۶
۳۔ المعارف	۲۱۴
۴۔ المعرفہ و التاریخ	۱/۳۶۰، ۵۴۴
۵۔ الجرح و التعدیل	۱۷۸/۳
۶۔ طبقات الفقہاء (شیرازی)	۶۳
۷۔ تاریخ ابن عساکر	۵۱۵/۱۲
۸۔ الاسماء و اللغات	۳۴۳/۱
۹۔ وفیات الاعیان	۲۶۶/۳
۱۰۔ تاریخ الاسلام	۳۴/۴
۱۱۔ العبر	۱۱۱/۱
۱۲۔ البدایہ و النہایہ	۱۰۴/۹
۱۳۔ النجوم الزاہرۃ	۲۲۹/۱

(۲۶)

حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ

ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ
عبادت میں اس قدر مگن ہو چکے
تھے کہ وہ یہ کہا کرتے تھے اگر میں
جنت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں
یا جہنم کو دیکھ لوں پھر بھی اس سے
زیادہ عبادت نہ کر سکوں۔

(عثمان بن ابی عاتکہ)

جزیرۃ العرب میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم حجتہ الوداع سے واپس آتے ہی شدید بیمار ہوگئے ہیں۔

اسود عنسی کو شیطان نے بہکایا کہ وہ اللہ تعالی پر جھوٹ باندھتے ہوئے یمن میں اپنی قوم کو یقین دلائے کہ اسے تو اللہ تعالی نے نبی بنا کر بھیجا ہے' اس طرح اسے ایمان کے بعد کفر کی طرف لوٹا دیا۔

○

اسود عنسی طاقت ور' کڑیل جوان' سیاہ دل اور انتہا درجے کا شرارتی تھا' اس نے زمانہ جاہلیت میں علم نجوم میں مہارت پیدا کرلی تھی اور یہ اپنے دور کا بہت بڑا شعبدہ باز تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ اسکی گفتگومیں بڑی فصاحت وبلاغت ہوتی۔ اس کا بیان نہایت دلنشیں ہوتا۔ یہ بڑا ہوشیار چالاک تھا لوگوں کو گرویدہ کرنے کا فن اسے خوب آتا تھا' عام لوگوں کو اپنی شعبدہ بازی سے گرویدہ کرلیتا اور خواص کو قیمتی تحائف دے کر اپنا بنالیتا' یہ جب بھی منظر عام پر آتا تو اپنے چہرے پر سیاہ رنگ کا خول چڑھاکر نمودار ہوتا تاکہ لوگوں پر اسکی ہیبت طاری ہو۔

○

یمن میں اسود عنسی کی دعوت اس تیزی سے پھیلی جیسے خشک گھاس

میں آگ پھیلتی ہے۔ سب سے پہلے اس کے قبیلے نے اس کا بھرپور ساتھ دیا۔ یہ قبیلہ ان دنوں یمن میں تمام قبائل سے بڑا' زیادہ اثر رسوخ والا اور طاقتور تھا۔

نت نئے جھوٹ گھڑنے کی مہارت' نیز ذہین اور تیز طرار پیروکاروں نے بھی اسکی ملمع سازی کو مہمیز لگائی۔

اس نے لوگوں کو اس بات کا یقین دلادیا کہ آسمان سے فرشتہ وحی لے کر اس کے پاس آتا ہے اور اسے غیب کی خبریں دیتا ہے۔ اس نے لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے بہت سے طریقے ایجاد کر رکھے تھے۔

اس نے اپنے جاسوس ہر جگہ پھیلا رکھے تھے تاکہ لوگوں کے خفیہ حالات اور مشکلات کا مشاہدہ کریں اور اسے ان کے رازہائے دروں سے آگاہ کرتے رہیں۔

جاسوس پہلے لوگوں کی مشکلات معلوم کرتے ان کی دلی امنگوں کو بھانپ کر انہیں اسود عنسی سے پناہ اور مدد طلب کرنے کے لیے انگیخت کرتے۔

جو شخص بھی اسود عنسی کے پاس فریاد لے کر جاتا جاسوس اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی اسکی مشکلات سے آگاہ کردیتے' جونہی وہ سامنے آتا ابھی وہ سوچ ہی رہا ہوتا کہ میں فریاد کروں۔ اسود عنسی بڑے پراعتماد لہجے میں اسے مخاطب ہوتا اور کہتا تم فلاں جگہ سے آئے ہو' تجھے یہ مشکل درپیش ہے تم مجھے یہ بات کہنا چاہتے ہو' ایسے عجیب و غریب انداز میں گفتگو کرتا کہ

فریاد لے کر آنے والے انگشت بدنداں رہ جاتے' ان کی عقلیں یہ منظر دیکھ کر دنگ رہ جاتیں۔

تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی شہرت بڑی تیزی سے چہار سو پھیل گئی۔ بہت سے لوگ اس کے پیروکار بن گئے۔ ان شیطان گزیدہ لوگوں کے ذریعے پہلے اس نے صنعاء پر حملے کرکے اسے اپنے قبضے میں لیا اور پھر صنعاء کو مرکز بناکر دوسرے علاقوں پر چڑھائی کی۔ یہاں تک حضرموت سے طائف کے درمیان پورا علاقہ اس کے زیر نگیں ہوگیا' اور بحرین وعدن کے درمیانی علاقے بھی اس کے زیر اثر آگئے۔

○

جب اسود عنسی کے پاؤں جم گئے کثیر تعداد میں علاقے اور انسان اس کے تابع ہوگئے تو اس نے اپنے ان مخالفوں کی سرکوبی کے لیے تیزی سے اقدامات کیے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین پر راسخ ایمان ہونے کی دولت سے نوازا تھا' جنہیں نبی اکرم ﷺ کی صداقت پر ٹھوس یقین تھا۔ اللہ ورسول علیہ السلام سے سچی محبت تھی اور جو حق کے پرچار اور باطل سے نبرد آزما ہونے کو اپنے لیے باعث افتخار سمجھتے تھے۔

اس ناہنجار نے بڑی سختی اور ظالمانہ انداز میں پکڑ دھکڑ شروع کردی اور انہیں عبرت ناک سزائیں دینے لگا ان عظیم شخصیات میں حضرت عبداللہ بن ثوب رضی اللہ عنہ سرفہرست ہیں جو ابو مسلم خولانی کے نام سے مشہور تھے۔

○

حضرت ابو مسلم خولانی دین وایمان کے پکے راست گو سچائی کے خوگر اعلان حق میں غیور اور جراتمند تھے' انہوں نے اپنے آپ کو اللہ کے لیے وقف کردیا تھا' دنیا اور اس کی زیب وزینت سے منہ پھیر لیا تھا' زندگی کی رعنائیوں سے یکسر بے رغبتی اختیار کرلی تھی' اپنی زندگی اللہ تعالی کی اطاعت اور اس کے دین کی تبلیغ کے لیے وقف کردی تھی۔ اور انہوں نے اپنی فانی دنیا کو سدا بہار آخرت کی خاطر بیچ دیا تھا لوگوں کے دلوں میں ان کا بڑا مرتبہ تھا سبھی لوگ اسے برگزیدہ' پارسا اور مستجاب الدعوات سمجھتے تھے۔

○

اسود عنسی نے حضرت ابو مسلم خولانی کو ایسی عبرت ناک سزا دینے کا فیصلہ کیا جس سے تمام مخالفین کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور وہ مخالفت سے یکسر باز آجائیں۔

اس نے حکم دیا کہ صنعاء کے ایک کھلے میدان میں لکڑیاں اکٹھی کی جائیں اور انہیں آگ لگادی جائے اور لوگوں میں یہ اعلان کردیا جائے کہ وہ فقیہ یمن ابو مسلم خولانی کی توبہ اپنے موقف سے انحراف اور اسود عنسی کی نبوت کے اقرار کا دلفریب منظر دیکھنے کے لیے میدان میں جمع ہو جائیں' جب میدان میں لوگوں کے اژدہام کی وجہ سے تل دھرنے کی جگہ نہ تھی تو اسود عنسی وقت مقررہ پر اسطرح نمودار ہوا کہ چیلے چانٹوں' حفاظتی دستے اور لشکر

کے جرنیلوں نے اسے اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا' وہ اس چبوترے پر رکھی گئی عالیشان کرسی پر براجمان ہوا جو آگ کے سامنے خاص طور پر اس کے لیے رکھی گئی تھی۔

ابو مسلم خولانی کو بیڑیوں میں جکڑ کر اس کے سامنے لایا گیا۔ لوگ یہ ہیبت ناک منظر بڑے ہی استعجاب سے دیکھ رہے تھے ہر کوئی انگشت بدنداں تھا' اس جھوٹے مکار اور سرکش نے ان کی طرف بڑے تکبر سے دیکھا' پھر شعلہ فگن آگ کی طرف دیکھا' پھر وہ آپکی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا: کیا تم اقرار کرتے ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

آپ نے فرمایا' ہاں میں ببانگ دہل گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' وہ سید المرسلین اور خاتم الانبیاء ہیں اسود عنسی نے تیوری چڑھا کر اور اپنا مکروہ چہرہ اسکی آنکھوں کے قریب لا کر کہا۔

کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

آپ نے فرمایا میرے کانوں میں بہرہ پن اتر آیا ہے جو تم کہتے ہو وہ بات میں سن نہیں پا رہا۔

اسود عنسی نے کہا میں تمہیں اس آگ میں پھینک دوں گا۔

حضرت ابو مسلم نے فرمایا: اگر تم مجھے اس آگ میں پھینک دو گے جو لکڑیوں سے جلائی گئی ہے میں اس کے ذریعے قیامت کے دن اس آگ سے بچ جاؤں گا جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہونگے' جس پر ایسے سخت گیر فرشتے

مقرر ہونگے جو اللہ تعالیٰ کا ہر حکم مانیں گے اور سرمو بھی انحراف نہیں کریں گے یہ بات سن کر اسود نے کہا میں تیرے بارے میں جلد بازی نہیں کرونگا۔ میں تجھے موقعہ دیتا ہوں تاکہ تیری عقل ٹھکانے آ جائے۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے پھر یہ سوال دھرایا۔

کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

آپ نے فرمایا: ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ نے انہیں دین برحق دے کر بھیجا اور آپ پر رسالت ختم کردی' اسود کو بہت غصہ آیا اس نے کہا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟

حضرت ابو مسلم نے کہا کیا میں نے تجھے پہلے نہیں کہ دیا تھا کہ تیری یہ بات میرے کان سننے کے لیے آمادہ نہیں ہیں اور نہ ہی ان میں یہ بات سننے کا یارا ہے۔

یہ جواب سن کر اور حضرت ابو مسلم کے چین و اطمینان کو دیکھ کر اسود عنسی غصے سے آگ بگولہ ہو گیا۔

اس نے ارادہ کیا ہی تھا کہ انہیں آگ میں پھینکنے کا حکم دے اتنے میں اس کا ایک منظور نظر چیلا آگے بڑھا اور کان میں یہ بات کہی: جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ شخص پاکیزہ دل مستجاب الدعوات ہے۔

یاد رکھ اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندے کو ہرگز ذلیل و رسوا نہیں کیا کرتا' اگر آج تو نے اسے آگ میں پھینک دیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے بچا لیا

تو آن واحد میں تیری عزت خاک میں مل جائے گی' اور لوگ اسی میدان میں تیری نبوت کو جھٹلادیں گے۔ اور اگر آگ نے اسے جلا دیا تو لوگوں کی نظروں میں اس کی عزت و توقیر مزید بڑھ جائے گی۔ لوگ اسے شہیدوں کی صف میں لا کھڑا کریں گے۔

میری مانیں اس کو چھوڑ کر اس پر احسان کریں اور اسے ملک بدر کردیں اور اپنی جان چھڑائیں۔

اسود عنسی نے اپنے چیلے کا مشورہ مانتے ہوئے حضرت مسلم خولانی کو فوراً ملک سے نکل جانے کا حکم دیا۔

○

حضرت ابو مسلم خولانی نے مدینے کا رخ کیا رسول معظم ﷺ کی زیارت کا شوق دل میں موجزن تھا یہ آپ کی زیارت کا سرمہ اپنی آنکھوں کو لگانے سے پہلے ہی ایمان لاچکے تھے دل آپ کی صحبت کا متمنی تھا لیکن یہ ابھی مدینہ کی حدود میں پہنچے ہی تھے کہ انہیں نبی اکرم ﷺ کے وصال اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کی اطلاع ملی تو انہیں آپکی وفات پر دلی صدمہ ہوا۔

○

حضرت ابو مسلم خولانی مدینہ منورہ پہنچے اور مسجد نبوی کا قصد کیا۔ مسجد نبوی کے قریب پہنچ کر اپنی اونٹنی کو دروازے کے پاس باندھ دیا۔ حرم

نبوی میں داخل ہوئے۔

روضۂ رسول پر سلام عرض کیا پھر مسجد کے ایک ستون کی اوٹ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔

جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس کے قریب آئے اور فرمایا۔

تم کون ہو کہاں سے آئے ہو۔

عرض کی یمن سے آیا ہوں۔

آپ نے پوچھا' ہمارے اس ساتھی کا کیا بنا جسے جلانے کی خاطر دشمن خدا نے آگ بھڑکائی تھی لیکن اللہ تعالی نے اسے نجات دے دی۔

آپ نے فرمایا وہ اللہ کے فضل وکرم سے خیروعافیت سے ہے۔

حضرت عمر نے فرمایا میں تجھے قسم دے کر پوچھتا ہوں کہیں تمہیں تو وہ نہیں ہو۔

فرمایا ہاں میں ہی وہ ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی پیشانی کو چوما اور فرمایا۔

کیا تم جانتے ہو کہ اللہ نے اپنے اور تیرے دشمن کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

فرمایا نہیں مجھے کچھ پتہ نہیں' جب سے میں نے یمن کو چھوڑا ہے۔ مجھے کوئی خبر نہیں۔

فرمایا اللہ تعالی نے اسے دوسرے مومنوں کے ہاتھوں قتل کرادیا

ہے۔ اسکی حکومت جاتی رہی اور اس کے پیروکار دین اسلام کی طرف لوٹ آئے۔

فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے میری آنکھیں اس کے عبرت ناک انجام سے ٹھنڈی کیں' اور اس کی شعبدہ بازی سے دھوکہ کھانے والے اہل یمن کو اسلام کا دامن تھامنے کی توفیق عطا کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔

میں اللہ تعالی کا شکر بجالاتا ہوں جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے ایک ایسے شخص کی زیارت کا موقع عطا کیا جس کے ساتھ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جیسا سلوک کیا گیا۔

پھر اسکا ہاتھ پکڑا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے سلام عرض کیا اور انکے ہاتھ پر بیعت کی' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان بٹھالیا' اور دونوں شیخ حضرت ابو مسلم خولانی سے اسود عنسی کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ غور سے سننے لگے۔

○

حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں کافی عرصہ قیام کیا مسجد نبوی کے ہو کر رہے' ریاض الجنتہ میں جی بھر کر نمازیں پڑھیں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا جن میں سے حضرت ابو عبیدہ بن جراح' حضرت ابوذر غفاری' حضرت ابو عبادہ بن صامت' حضرت معاذ بن

جبل اور حضرت عوف بن مائد اشجعی رضی اللہ عنہ سرفہرست ہیں۔

پھر حضرت ابو مسلم خولانی نے سرزمین شام کی طرف کوچ کیا اور وہیں رہائش اختیار کرنے کا ارادہ کیا ان کا اصل مقصد یہ تھا کہ شام کے سرحدی علاقے میں قیام کرکے اس لشکر اسلام میں شمولیت اختیار کی جائے جو روم کے خلاف نبرد آزما ہے۔ اس طرح اللہ کی راہ میں جہاد اور مجاہدین کی دیکھ بھال کا اجر و ثواب حاصل کیا جائے۔

جب حضرت معاویہ بن ابو سفیان خلیفہ المسلمین بنے تو حضرت ابو مسلم خولانی کثرت کے ساتھ ان کے پاس آیا جایا کرتے تھے اور ان دونوں شخصیات کے مابین بعض اوقات ایسے واقعات پیش آتے جن سے ان کی عظمت دوبالا نظر آتی۔

ایک مرتبہ حضرت ابو مسلم خولانی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار میں آئے دیکھا کہ آپ ایک بھری مجلس کے درمیان براجمان ہیں حکومت کے کارندوں' لشکر کے جرنیلوں اور وطن کے معزز لوگوں نے آپ کے ارد گرد گھیرا ڈال رکھا ہے۔ لوگ حد درجہ تعظیم بجالا رہے ہیں۔ حضرت ابو مسلم یہ منظر دیکھ کر بہت گھبرائے' اندیشہ ہوا کہ امیر معاویہ یہ جاہ و حشم دیکھ کر کہیں آپے سے باہر نہ ہوجائیں تو آپ نے باواز بلند کہا۔

السلام علیکم اے اجیر المومنین۔

لوگ اس کے طرف متوجہ ہوئے اور کہا ابو مسلم۔

امیر المومنین کہو: آپ نے ان کی بات کی کوئی پرواہ نہ کی دوبارہ پھر

یہ کہا۔

السلام علیکم یا اجیر المومنین۔

لوگوں نے کہا اے ابو مسلم امیر المومنین کہو۔

آپ نے ان کی سنی ان سنی کرتے ہوئے پھر یہی جملہ دھرایا۔ جب لوگوں نے ابو مسلم کو سختی سے باز کرنے کا ارادہ کیا ابھی اسے پکڑا ہی تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

ابو مسلم کو چھوڑ دو جو بات وہ کہہ رہا ہے میں اس کا مفہوم سمجھتا ہوں۔

ابو مسلم خولانی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا مسند خلافت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد آپ کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے کسی شخص کو مزدور رکھا ہو اور اپنی بھیڑ بکریاں اس کے سپرد کر دی ہوں اور وہ اپنے مزدور کو اس کے کام کے حساب سے دیتا ہو' اگر اس نے بکریوں کو اچھے طریقے سے چرایا' انکی اچھی طرح دیکھ بھال کی جس سے ان کی اون اور دودھ میں خاطر خواہ اضافہ ہوا اس کی مسلسل نگہداشت سے چھوٹی بکریاں بڑی ہوگئیں' لاغر موٹی تازی ہوگئیں بیمار تندرست ہوگئیں ظاہر ہے مالک خوش ہو کر مزدور کو زیادہ اجرت دے گا۔

اگر اس نے اچھی طرح بکریوں کی دیکھ بھال نہ کی' ان کے بارے میں ایسی غفلت برتی کہ لاغر بکریاں ہلاک ہوگئیں' موٹی کمزور ہوگئیں' انکے بدنوں سے اون جھڑ گئی' کمزوری کی وجہ سے دودھ جاتا رہا ظاہر ہے یہ

صورتحال دیکھ کر مالک مزدور کو اجرت نہیں دے گا بلکہ اس سے ناراض ہو گا اور ہو سکتا ہے کہ اسے سزا بھی دے۔ آپ اپنے لیے وہ طریقہ اختیار کیجئے جس میں آپ کے لیے خیروبرکت ہو اور اجر و ثواب بھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نگاہیں جھکائی ہوئی تھیں' یہ نصیحت آموز باتیں سن کر اپنا سر اوپر اٹھایا۔

اور فرمایا۔ اے ابو مسلم خولانی اللہ تعالی آپکو جزائے خیر عطا کرے آپ واقعی اخلاص کے ساتھ نصیحت کرنے والے ہیں۔

○

حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ نے دمشق کی مرکزی مسجد میں جمعہ پڑھا امیر المومنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خطبہ جمعہ دے رہے تھے وہ عوام کے سامنے نہر کی کھدوائی کے منصوبے کا تذکرہ کر رہے تھے تاکہ لوگوں کو پینے کے لیے صاف پانی مہیا کیا جا سکے۔

حضرت ابو مسلم نے فرمایا: اے امیر معاویہ آپ آج یا کل فوت ہو جائیں گے دو گز زمین کا ٹکڑا چھوٹا سا تیرا گھر ہو گا' اگر وہاں اچھے عمل لے کر جاؤ گے تو تمہارے لیے یہ گھر باغ و بہار ہو گا' اگر خالی ہاتھ چلے گئے تو اسے چٹیل میدان پاؤ گے۔

اے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ آپ کو اپنی پناہ میں رکھے' کیا آپ مسند خلافت پہ جلوہ افروز ہونے کا مفہوم یہ سمجھتے ہیں کہ نہریں کھودی جائیں اور مال اکٹھا کیا جائے' خلافت تو حق پر عمل پیرا ہونے کے لیے عدل و انصاف

قائم کرنے لیے اور اللہ تعالی کی رضا کے مطابق لوگوں کی قیادت کرنے کے لیے دی گئی ہے۔

اے امیر معاویہ اگر وہ چشمہ صاف ہو جہاں سے پانی نکل کر نہر میں آتا ہے تو پھر نہر میں آکر پانی کے گدلے ہو جانے کی ہمیں کوئی پرواہ نہیں آپ ہمارے لیے پانی کے اصل چشمے کی مانند ہیں' آپ خود صاف شفاف رہنے کے لیے کوشاں رہیں۔

اے امیر معاویہ اگر آپ نے کسی ایک شخص پر بھی کوئی ظلم کیا تو وہ ظلم تمہارے عدل وانصاف کو بھی لے ڈوبے گا۔ ظلم سے ہمیشہ بچتے رہنا۔

یاد رکھنا ایک ظلم قیامت کے دن کئی ظلمتوں اور تاریکیوں کا پیش خیمہ ثابت ہو گا۔

حضرت ابو مسلم خولانی نے اپنی نصیحت آموز گفتگو کو ختم کیا ہی تھا کہ امیر المومنین امیر معاویہ رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے اترے' ابو مسلم سے بغلگیر ہوئے اور فرمایا' اے ابو مسلم اللہ آپ پر رحم فرمائے اور آپ کو جزائے خیر عطا کرے آپ نے واقعی نصیحت کا حق ادا کر دیا۔

○

ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے خطبہ دینا شروع کیا ہی تھا' صورت حال یہ تھی کہ لوگوں کو دوماہ سے بیت المال میں سے ان کا حق ادا نہیں کیا گیا' حضرت ابو مسلم خولانی قلندرانہ انداز میں بولے اے امیر معاویہ یہ مال نہ تیرا ہے اور نہ تیرے ماں باپ کا۔

آپ نے لوگوں کا حق کیوں روک رکھا ہے؟

یہ بات سن کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا' لوگ گھبرا اٹھے آپ نے فرمایا اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہنا' پھر آپ منبر سے نیچے اترے وضو کیا اور دل پر پانی کے چھینٹے مارے۔ پھر منبر پر چڑھے۔

اللہ تعالی کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا۔

ابو مسلم نے ابھی کہا تھا کہ یہ مال نہ میرا ہے اور نہ میرے ماں باپ کا' سنو ابو مسلم نے بالکل سچ کہا۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا۔

کہ غصہ شیطان کی طرف سے آتا ہے اور شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا۔

پانی آگ کو بجھاتا ہے جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو وہ نہا لیا کرے۔

لوگو! اپنے حقوق آج بیت المال سے وصول کرلینا اللہ ہم سب کے لیے برکت عطا کرے۔

○

حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالی جزائے خیر عطا کرے یہ حق بات کہنے میں بڑے ہی بیباک تھے۔

اللہ تعالی امیر المومنین حضرت امیر معاویہ پر بے انتہا راضی ہو آپ نے حق بات کی طرف رجوع کرنے کا ایک مثالی نمونہ پیش کیا۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

کسی پر بلاوجہ زبان طعن دراز نہ کیا کرو

یا پھر ان جیسی خوبیاں اپنا کر دیکھاؤ

○

حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کریں۔

۱۔ طبقات ابن سعد	۴۴۸/۷
۲۔ تاریخ البخاری	۵۸/۵
۳۔ المعرفہ والتاریخ	۳۰۸/۲، ۳۸۲
۴۔ الاستیعاب	۱۴۷۹
۵۔ تاریخ ابن عساکر	۱۲/۹
۶۔ اسد الغابہ	۱۲۹/۳
۷۔ اللباب	۳۹۵/۱
۸۔ تذکرۃ الحفاظ	۴۰۹
۹۔ البدایہ والنہایہ	۱۴۶/۸
۱۰۔ الاصابہ	۶۴۰۲
۱۱۔ شذرات الذھب	۷۰/۱

(۲۷)

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

عالم باعمل

حضرت سالم قابل اعتماد کثرت سے حدیث روایت کرنے والے بلند مرتبہ اور متقی انسان تھے۔

ابن سعد

ہم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور سے گذر رہے ہیں۔

مدینۃ الرسول میں اس مال غنیمت کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں جو ایران کے آخری بادشاہ یزدگر کی سلطنت کے خاتمے پر مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

اس میں ایرانی بادشاہوں کے ہیرے جڑے تاج بھی تھے موتیوں سے آراستہ لباس اور یاقوت و مرجان سے مزین کی گئی ایسی تلواریں بھی تھیں جو اس سے پہلے کسی نے دیکھی نہیں تھیں۔

آنکھوں کو خیرہ کردینے کے بیش قیمت خزانوں کے علاوہ ایرانی قیدیوں کی ایک بہت بڑی تعداد بھی مدینے میں لائی گئی اس سے پہلے نہ تو اتنے قیدی مدینہ منورہ میں دیکھے گئے اور نہ ہی سیاسی اعتبار سے مدینے کی اتنی بڑی شان وشوکت کا کبھی مشاہدہ کیا گیا۔ ان قیدیوں میں شاہ ایران یزدگرد کی تین حسین وجمیل بیٹیاں بھی تھیں۔

ان میں سے ایک بیٹی نے آل رسول علیہ السلام میں سے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو اپنے خاوند کے طور پر پسند کیا اور حضرت زین العابدین کو جنم دیا۔

دوسری نے حضرت محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا سرتاج بنایا اور اس سے حضرت قاسم پیدا ہوئے جو سات فقہائے مدینہ میں سے ایک تھے۔

اور تیسری نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے لیے منتخب کیا اس سے

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پوتے سالم پیدا ہوئے جو ہو بہو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مشابہ تھے۔

آیئے اب ہم آپکو حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زندگی کی ایک جھلک دیکھاتے ہیں۔

O

حضرت سالم بن عبداللہ ؒ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ہجرت اور مقام امن وسکون مدینہ منورہ کی پر کشش فضا میں پیدا ہوئے۔ اور نبوت کی مہکتی ہوئی اور وحی کی روشنی سے دمکتی ہوئی فضاؤں میں پروان چڑھے۔ اپنے زاہد' عابد' روزہ دار اور شب زندہ دار والد کی نگرانی میں تربیت حاصل کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اخلاق وکردار کو اپنایا۔

والد محترم نے اپنے اس بیٹے میں اس کے دوسرے بھائیوں کی نسبت تقوے اور رشد کی علامتیں دیکھیں اس کے طرز عمل سے اسلام کی صفات و خصوصیات کا مشاہدہ کیا۔ اور قرآنی اخلاقیات پر اسے عمل پیرا دیکھا۔ تو ان کے دل میں اپنے اس بیٹے کا پیار گھر کر گیا۔ اس پر اس قدر فریفتہ تھے کہ بعض احباب نے ان [illegible] ی پہلے آپ نے خود اپنے بیٹے کو وہ حدیث کا علم سکھلایا جو ان کے سینے میں محفوظ تھا۔

دین الٰہی میں تدبر کا عادی بنایا۔

کتاب الٰہی کے نورانی علم سے بیٹے کا سینہ منور کیا۔

پھر مزید علم حاصل کرنے کے لیے مسجد نبوی میں بھیج دیا۔

○

مسجد نبوی ان دنوں بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آباد تھی جب بھی اس نوجوان نے مسجد نبوی کے کسی گوشے کی طرف قدم بڑھایا اپنے سامنے ایک ایسے ستارے کو دیکھا جو نبوت کی ضیاء پاشیوں سے جگمگا رہا ہوتا۔ اور رسالت کی مہک سے معطر ہوتا۔

جس طرف بھی اس نے اپنی نگاہ اٹھائی یا کان دھرا اس طرف ہی خیرو برکت کو دیکھا اور نیکی کی بات سنی اس طرح اسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ' حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ حضرت ابو رافع' حضرت ابولبابہ' حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ اور اپنے والد محترم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے فیض حاصل کرنے کا موقع میسر آیا اس طرح یہ مسلمانوں کی ایک عظیم شخصیت بن گئے۔

اور تابعین کرام رضی اللہ عنہم کے سردار کہلائے۔

فقہائے مدینہ میں سے یہ ایک تھے جن کی طرف مسلمان دینی و دنیاوی مشکل ترین مسائل دریافت کرنے کے لیے رجوع کیا کرتے تھے۔ تمام گورنروں کا اپنے قاضیوں کو یہ حکم تھا کہ جب بھی کوئی مقدمہ ان کے سامنے لایا جائے۔ تو اس کا فیصلہ دینے سے پہلے فقہائے مدینہ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔

جب قاضیوں کے پاس کوئی مقدمہ لایا جاتا تو پہلے سب مل کر اس پر غور و خوض کرتے پھر فقہائے مدینہ کی رائے کے مطابق اس کا فیصلہ دیتے۔

O

وہ گورنر نصیب اور قسمت کے اعتبار سے قابل رشک اور خوش بخت سمجھا جاتا' لوگ اس سے دلی محبت کرتے خلیفتہ المسلمین کے نزدیک قابل اعتماد تصور کیا جاتا۔

جو ہر کام نپٹانے کے لیے حضرت سالم بن عبد اللہ سے مشورہ کرتا اور اس کی تجاویز و توجیہات کو ترجیح دیتا۔ جو گورنر حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے مشورے کو تسلیم نہ کرتا مدینہ منورہ کے باشندے اس کے خلاف ہو جاتے۔ جیسا کہ یزید بن عبد الملک کے دور خلافت میں عبد الرحمان بن ضحاک مدینے کا گورنر بنا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی فاطمتہ بیوہ ہو گئی (اللہ کی اس روح کو جنت میں تر و تازہ رکھے' وہ اپنی اولاد کی دیکھ بھال میں مصروف ہو گئی۔

گورنر ابن ضحاک نے اس سے شادی کرنے کا پیغام بھیجا اس نے فرمایا: بخدا میں شادی کا ارادہ نہیں رکھتی میں تو ساری عمر اپنی اولاد کی پرورش و تربیت میں گذار دوں گی اس کی طرف سے اصرار جاری رہا اور آپ بدستور انکار کرتی رہیں۔ لیکن انکار کا انداز دھیما رہا تاکہ اس کے شر سے محفوظ رہا جائے جب اس نے مسلسل انکار سنا تو طیش میں آکر کہا' اگر تم نے میرا مطالبہ تسلیم نہ کیا تو میں تیرے بڑے بیٹے پر تشدد کروں گا۔ اور اس پر کوئی گھناؤنا الزام عائد کر کے اسے کوڑوں سے عبرتناک سزا دوں گا۔ یہ سن کر آپ بہت گھبرائیں اور فقیہہ مدینہ حضرت سالم بن عبد اللہ ؒ سے مشورہ کیا۔ انہوں نے فرمایا خلیفتہ المسلمین یزید بن عبد الملک کو گورنر کے خلاف یہ شکایت لکھ کر

بھیج دے اور اس خط میں رسول اقدس ﷺ سے اپنی قرابتداری اور اہل بیت کی رکنیت کا تذکرہ ضرور کرنا۔ انہوں نے یہ مشورہ سنتے ہی خط لکھا اور ایک قاصد کو یہ خط دے کر دمشق روانہ کر دیا۔

○

قریب تھا کہ یہ قاصد خط لے کر دمشق کی طرف روانہ ہوتا کہ خلیفتہ المسلمین یزید بن عبد الملک نے مدینہ منورہ میں بیت المال کے امین ابن ھرمز کو پیغام بھیجا کہ وہ حساب لے کر پہلی فرصت میں دمشق پہنچے۔

ابن ھرمز اہل مدینہ کے حقوق ادا کر کے انہیں الوداع کہتا ہوا دمشق کی طرف روانہ ہوا جاتے ہوئے حضرت فاطمتہ کو سلام عرض کیا اور کہا کہ میں دمشق جارہا ہوں کوئی میرے لائق خدمت ہو تو بندہ اسے بجالانے کو اپنے لیے سعادت سمجھے گا۔

حضرت فاطمہ نے فرمایا ہاں امیرالمومنین کو اپنے گورنر کی کرتوت بتا دینا اور اسے یہ بھی کہہ دینا کہ اسے علمائے مدینہ کی عزت و حرمت کا خیال بھی نہیں اور خاص طور پر حضرت سالم بن عبداللہ ؒ کی بھی کی کوئی پرواہ نہیں' یہ سن کر ابن ہرمز گھبرا گیا اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا کہ میں جاتے ہوئے کس مصیبت میں پھنس گیا اب گورنر ابن ضحاک کے خلاف یہ شکایت خلیفہ کے دربار میں کس طرح پیش کروں گا۔ اگر بتاؤں تو مشکل نہ بتاؤں تو مشکل نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔

بیت المال کا امین ابن ہرمز اسی دن پہنچا جس دن قاصد حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہ کا خط لے کر پہنچا تھا جب ابن ہرمز خلیفہ کے پاس پہنچا تو اس نے مدینہ کے حالات دریافت کیے حضرت سالم بن عبداللہ اور دیگر فقہائے مدینہ کا حال پوچھا اور کہا کوئی اور قابل ذکر خبر ہو تو بتایئے' یا کوئی ایسا واقعہ رونما ہوا ہو جس کا ہمارے علم میں آنا ضروری ہو تو بتایئے؟

ابن ہرمز نے حضرت فاطمہ بنت حسین ؒ کی شکایت کا کوئی تذکرہ نہ کیا اور نہ ہی فقیہہ مدینہ سالم بن عبداللہ ؒ کا گورنر کے متعلق موقف بتایا' ابھی وہ خلیفہ کے پاس بیٹھا حساب دکھلا رہا تھا کہ دربان نے حاضر ہو کر کہا اللہ امیرالمومنین کی حفاظت کرے اور ہمارے سروں پر آپ کا ساۂ دراز ہو۔

دروازے پر حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا کا قاصد ملاقات کی اجازت چاہتا ہے۔

یہ سن کر ابن ہرمز کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا وہ بولا امیرالمئومنین کا سایہ دراز ہو۔

حضرت فاطمہ بنت حسین ؒ نے مجھے بھی آپ کے نام ایک پیغام دیا تھا' جب اس کی بات سنی تو غصے سے تخت سے نیچے اترے اور کہا:

تیرا کچھ نہ رہے جب میں نے مدینے کے حالات پوچھے تو نے یہ اتنی اہم خبر مجھے کیوں نہ بتائی ارے کمبخت اسے کیوں چھپائے رکھا۔

اس نے بھول جانے کا بہانہ پیش کیا۔

قاصد کو اندر آنے کی اجازت دی گئی خط اس سے لیا کھولا اور پڑھنا شروع کیا غصے سے چہرہ اور آنکھیں سرخ ہونے لگیں' زمیں پر چھڑی مارتے ہوئے کہنے لگے۔

ابن ضحاک کی آل رسول علیہ السلام کے ساتھ یہ جرات اور پھر حضرت سالم بن عبداللہ ؓ کی نصیحت کو بھی درخور اعتناء نہیں سمجھا۔

اور غضبناک آواز میں ارشاد فرمایا کیا مدینہ میں کوئی ایسا شخص ہے جو اس کمبخت کو ایسی دردناک سزا دے کہ اس کی چیخ وپکار مجھے یہاں دمشق میں اپنے بستر پر لیٹے ہوئے سنائی دے۔

آپ کو بتایا گیا امیرالمومنین ہاں ایک شخص موجود ہے جس کا نام عبدالواحد بن بشر نضری ہے وہ آجکل طائف میں رہائش پذیر ہے یہ سن کر خلیفہ نے فرمایا۔

ہاں اللہ کی قسم وہ واقعی اس منصب کے لائق ہے۔

پھر ایک کاغذ منگوایا اور اپنے ہاتھ سے اسے یہ خط لکھا امیرالمومنین یزید بن عبدالملک کی جانب سے عبدالواحد بن بشر نضری کی طرف۔

السلام علیک۔

میں نے آپکو مدینے کا گورنر مقرر کیا ہے۔

جب تجھے میرا یہ خط ملے فوراً مدینہ پہنچ کر ابن ضحاک کو معزول کردینا اس پر چالیس ہزار دینار تاوان عائد کرنے کے علاوہ اس قدر سخت سزا دینا کہ اس کی چیخ وپکار مجھے یہاں سنائی دے۔

○

ڈاکیے نے سرکاری خط لیا اور مدینے کے راستے طائف کی طرف بڑی تیزی سے سفر شروع کر دیا' جب یہ ڈاکیا مدینے پہنچا تو گورنر ابن ضحاک کے پاس نہیں گیا اور نہ ہی اسے سلام کہا۔

گورنر کو کھٹکا محسوس ہوا۔ ڈاکیے کی طرف پیغام بھیجا اور اسے اپنے گھر بلایا۔ آمد کا سبب پوچھا اس نے کچھ بتانے سے گریز کیا گورنر نے اپنے بستر کی چادر کا ایک کونہ اٹھایا اور کہا دیکھو یہ تھیلی دیناروں سے بھری ہوئی ہے اس میں ہزار دینار ہیں اگر تم مجھے اپنی آمد کا مقصد بتادو تو اور یہ بتادو کہ اس خط میں کیا لکھا ہوا ہے تو میں یہ راز کسی کو نہیں بتاؤں گا اور یہ ہزار دینار بھی تیرا ہو گا اس نے لالچ میں آکر بتادیا گورنر نے مال اس کے حوالے کر دیا اور یہ کہا کہ صرف تین راتیں آپ یہاں ٹھہر جائیں اس کے بعد آپ طائف روانہ ہو جانا جہاں جانے کا آپ کو سرکاری طور پر حکم دیا گیا ہے۔

○

ابن ضحاک نے اپنی سواری تیار کی اور فوری طور پر مدینہ سے دمشق کی طرف روانہ ہوا جب وہاں پہنچا تو سب سے پہلے خلیفہ المسلمین کے بھائی حضرت مسلمہ بن عبدالملک کے گھر گیا یہ بڑے بلند اخلاق' نرم طبیعت اور سخی تھے اس سے مل کر کہا۔ جناب میں آپکی مدد چاہتا ہوں۔

فرمایا گھبرایئے نہیں کیا ہوا؟

کہا امیرالمومنین ایک لغزش کی بناء پر مجھ سے انتقام لینے پر تلے ہوئے ہیں جو مجھ سے غلط سرزد ہوئی۔

حضرت مسلمہ اپنے بھائی یزید کے پاس گئے اور فرمایا امیرالمومنین میں ایک ضروری کام سے آپ کے پاس آیا ہوں یزید بن عبدالملک نے کہا آپ کا ہر کام ہوگا بشرطیکہ ابن ضحاک کے بارے میں نہ ہو۔

فرمایا بخدا میں تو اس کے لیے آیا ہوں۔

خلیفہ نے کہا اللہ کی قسم میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گا۔

پوچھا اس کا گناہ کیا ہے؟

کہا اس نے فاطمہ بنت حسین کو ڈانٹ پلائی ہے اسے دھمکیاں دی ہیں اور پھر فقیہہ مدینہ حضرت سالم بن عبداللہ کی نصیحت کو بھی نہیں مانا' مدینہ کے تمام شعراء اس کی ہجو میں شعر کہہ رہے ہیں تمام صلحاء وعلماء اس کے عیوب کا تذکرہ کر رہے ہیں یہ سن کر مسلمہ فرمانے لگے اگر یہ بات ہے تو پھر میں سفارش نہیں کرتا آپ جیسے چاہیں فیصلہ کریں۔

یزید بن عبدالملک نے کہا اسے آپ حکم دیں کہ فوری طور پر مدینہ واپس چلا جائے میری نظروں کے سامنے آئے اور وہاں جاتے ہی نئے گورنر کو اختیارات سپرد کردے تاکہ آنے والے گورنر اس سے عبرت حاصل کریں۔

اہل مدینہ نئے گورنر کی تقرری پر بہت خوش ہوئے اور انہیں یہ دیکھ کر بے انتہا خوشی ہوئی کہ نیا گورنر ہر کام حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر اور حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے سے کرتا ہے۔

خلیفتہ المسلمین حضرت یزید بن عبدالملک کو مبارکباد ہو کہ اس نے یہ فیصلہ صادر کر کے تاریخ میں اپنا نام اجاگر کرلیا۔

جلیل القدر تابعی حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایک اور ملاقات آئندہ سطور میں کرائیں گے۔

○

(۲۸)

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

زہد، تقویٰ، فضل و شرف اور خوش حالی و فراوانی میں سالم بن عبداللہؒ جیسا اس کے دور میں اور کوئی نہ تھا۔

(امام مالک)

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے تمام بیٹوں میں عبداللہ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ آپ کے ساتھ مشابہت رکھتا تھا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے تمام بیٹوں میں حضرت سالم سب سے زیادہ آپکے ساتھ مشابہت و مماثلت رکھتے تھے۔

آیئے اب ہم حضرت عبداللہ کے بیٹے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی داستان حیات بیان کرتے ہیں۔ جو شکل و صورت' سیرت و کردار اور دین و سلوک کے اعتبار سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے حد درجہ مشابہت رکھتا تھا۔

O

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے طیبہ کی معطر و نورانی فضاؤں میں زندگی بسر کی طیبہ میں ان دنوں مال و دولت کی جو ریل پیل تھی اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی ہر طرف رزق بڑی فراوانی کے ساتھ یہاں پہنچ رہا تھا۔ خلفائے بنی امیہ مدینہ منورۃ میں اسباب مال و دولت کی افزائش میں انسانی تصورات سے بھی بڑھ کر دلچسپی لیتے لیکن حضرت سالم بن عبداللہ نے دوسروں کی طرح دنیا کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھا اس کے فانی سازو سامان کی کوئی پرواہ نہ کی لوگوں کی ملکیت سے ہمیشہ کنارہ کش رہے تاکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے اسے حاصل کیا جاسکے یہ دنیا سے بے رغبتی دراصل آخرت کی کامیابی حاصل کرنے کی امید پر تھی۔

خلفائے بنو امیہ نے انہیں بے بہا مال و دولت سے نوازنے کی

کوشش کی لیکن انہوں نے دنیا کو حقیر سمجھتے ہوئے مال ودولت قبول کرنے سے انکار کردیا۔ ایک سال خلیفہ سلیمان بن عبدالملک حج کرنے کے لیے مکہ آیا جب اس نے طواف قدوم شروع کیا تو اس نے حضرت سالم بن عبداللہ کو دیکھا کہ وہ کعبہ کی طرف رخ کیے ہوئے خضوع و خشوع سے بیٹھے قرآن مجید کی تلاوت کررہے تھے آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات لگی ہوئی ہے خلیفہ جب طواف سے فارغ ہوا دورکعت سنت ادا کی تو اس طرف کا رخ کیا جہاں حضرت سالم بن عبداللہ بیٹھ تھے۔ لوگوں نے راستہ بنایا یہاں تک کہ وہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی جانب گھٹنے سے گھٹنہ ملا کر بیٹھ گئے حضرت سالم رضی اللہ عنہ دنیاو مافیہا سے بے نیاز ذکر الٰہی میں مشغول تھے انہیں کچھ خبر نہ تھی کہ میرے پہلو میں کون آبیٹھا ہے خلیفہ دزدیدہ نگاہوں سے سالم کو دیکھنے لگا کہ کب تلاوت میں توقف کرے اور آہ وبکا کا سلسلہ منقطع ہو کہ وہ اس سے بات کرسکے۔

جب یہ فرصت کا لمحہ آیا اس کی طرف لپکا اور کہا۔

ابو عمر السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

آپ نے فرمایا وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

خلیفہ نے بڑی ہی پست آواز میں کہا۔

ابو عمر کوئی ضرورت ہو تو بتائیں تاکہ میں اسے پورا کروں۔

حضرت سالم خاموش رہے اور اسے کوئی جواب نہ دیا۔

خلیفہ نے سمجھا شاید اسے سنائی نہیں دیا پہلے کی نسبت اور زیادہ

آگے بڑھا اور کہا۔

میرا دل چاہتا ہے کہ آپ مجھ سے کسی ضرورت کے پورا کرنے کا مطالبہ کریں مجھے آپ کا وہ کام کرتے ہوئے دلی خوشی ہوگی' حضرت سالم نے فرمایا۔

اللہ کی قسم مجھے شرم آتی ہے کہ میں اللہ تعالی کے گھر میں بیٹھ کر کسی اور سے مانگوں۔

خلیفہ یہ جواب سن کر شرمندہ ہوا اور خاموش ہوگیا لیکن اسی جگہ بیٹھا رہا۔جب نماز ادا کرلی گئی حضرت سالم رضی اللہ عنہ اٹھ کر اپنی سواری کی طرف جانے لگے تو اس کے گرد لوگوں کا ازدہام ہوگیا۔

ایک آپ سے حدیث رسول علیہ السلام پوچھ رہا ہے۔

دوسرا کوئی دینی معاملے میں فتوی دریافت کر رہا ہے۔

تیسرا کسی دنیاوی معاملے میں نصیحت حاصل کر رہا ہے۔

چوتھا دعا کے لیے عرض کر رہا ہے۔

اس بھیڑ میں خلیفتہ المسلمین سلیمان بن عبدالملک بھی تھا لوگوں نے جب اسے دیکھا تو اس کے لیے راستہ بنایا وہ حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے قریب ہو کر کان میں کہنے لگا۔

اب ہم مسجد حرام سے باہر آچکے ہیں اپنی کوئی ضرورت بتائیں تاکہ میں اسے پورا کروں۔

حضرت سالم نے خلیفہ سے پوچھا کوئی دنیا کی ضرورت پیش کروں یا

آخرت کی؟

خلیفے نے تھوڑے سے توقف کے بعد کہا۔

کوئی دنیا کی ضرورت بتائیں۔

حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں دنیا کی ضروریات اس سے نہیں مانگتا جو اسکا حقیقی مالک ہے بھلا میں اس سے کیسے مانگوں جو ان کا مالک ہی نہیں؟ میرا اللہ بن مانگے میری تمام ضرورتیں پوری کرتا ہے خلیفہ شرمندہ ہوا اور اسے سلام کیا اور یہ کہتے ہوئے واپس پلٹ گیا۔

اے آل خطاب زہد و تقوی نے تمہیں کس قدر خودار بنادیا ہے۔

اللہ تعالی نے تمہیں کس قدر بے نیاز و غنی کردیا ہے۔

اللہ تعالی تمہیں برکت عطاکرے۔

O

اس سے پہلے ولید بن عبدالملک نے حج کیا جب لوگ میدان عرفات سے واپس پلٹے تو خلیفتہ المسلمین مزدلفہ میں حضرت سالم بن عبداللہ سے ملے وہ احرام کی حالت میں تھے اسے سلام کیا اور بلندی درجات کی دعا دی اس کے جسم کی طرف دیکھا تو اس کے پھرتیلے' شیڈول اور طاقت ور جسم کو دیکھتے ہی رہ گئے جو احرام کی وجہ سے پورا ڈھانپا ہوا نہیں تھا۔

فرمایا ابو عمر بڑا خوبصورت جسم ہے کیا کھاتے ہو؟

فرمایا روٹی اور تیل..... کبھی کبھی گوشت مل جائے تو وہ بھی کھالیتا ہوں۔

خلیفہ نے تعجب سے کہا۔

بس روٹی اور تیل پر گزارہ چلتا ہے؟

فرمایا ہاں۔

خلیفہ نے پوچھا کیا تم اسے دلی رغبت سے کھاتے ہو؟

فرمایا:

اگر بھوک نہیں ہوتی تو میں اسے ہاتھ نہیں لگاتا جب خوب بھوک لگتی ہے تو بڑی چاہت اور رغبت سے تناول کرتا ہوں۔

○

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جس طرح زہد و تقویٰ میں اپنے دادا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مشابہت رکھتے تھے بعینہ حق بات ڈنکے کی چوٹ سے کہنے میں بھی ان کے نقش قدم پر گامزن تھے خواہ کتنے ہی نامساعد حالات کیوں نہ ہوں وہ حق بات کہنے میں قطعاً نہیں جھجکتے تھے۔

ایک مرتبہ مسلمانوں کے کسی کام کے لیے حجاج بن یوسف کے پاس گئے حجاج نے خوش آمدید کہا اور بڑی عزت واکرام سے پیش آیا تھوڑی ہی دیر بعد حجاج کے پاس کچھ لوگ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے لائے گئے' جن کے بال پراگندہ تھے جسم غبار آلود تھے چہرے زرد ہو چکے تھے۔

حجاج نے حضرت سالم کی طرف دیکھا اور فرمایا:

یہ باغی اور فسادی لوگ ہیں ان کا خون بہانا جائز ہے پھر حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو تلوار دی اور کہا اس پہلے کھڑے ہوئے شخص کی گردن پر تم

وار کرو۔

حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے تلوار حجاج کے ہاتھ سے لی اور اس شخص کی طرف قدم بڑھایا، لوگ ٹکٹکی لگا کر یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ اب کیا کرتے ہیں۔

جب اس شخص کے سامنے جاکر کھڑے ہوئے تو اس سے پوچھا۔

کیا تو مسلمان ہے؟

اس نے کہا: ہاں میں مسلمان ہوں۔ ..... لیکن تجھے اس سوال سے کیا غرض؟

جو تجھے حکم دیا گیا ہے تم وہ نافذ کرو۔

حضرت سالم نے اس سے پوچھا۔

کیا تو نے آج صبح کی نماز پڑھی ہے؟

اس شخص نے کہا میں نے تمہیں بتایا ہے کہ میں مسلمان ہوں پھر تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ میں نے صبح کی نماز پڑھی ہے!!!

آپ کا کیا خیال ہے کہ کوئی مسلمان نماز چھوڑ سکتا ہے؟

حضرت سالم نے کہا۔

میں نے تجھ سے پوچھا ہے کیا تو نے آج صبح کی نماز پڑھی ہے؟

اس شخص نے بڑی بیباکی سے کہا۔

اللہ تجھے ہدایت دے میں نے کہا کہ ہاں میں نے نماز پڑھی ہے میری یہ آپ سے التماس ہے کہ جو اس ظالم نے حکم دیا ہے وہ کر

گذرو۔ ورنہ اس کی سختی اور ظلم و تشدد کا آپکو سامنا کرنا پڑے گا۔

حضرت سالم حجاج کی طرف پلٹے اور تلوار اس کے سامنے پھینک دی اور فرمایا یہ شخص اقرار کرتا ہے کہ وہ مسلمان ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ اس نے آج صبح کی نماز پڑھی ہے مجھ تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"جس نے صبح کی نماز ادا کی وہ اللہ کی پناہ میں آجاتا ہے۔"

میں ایسے شخص کو قتل نہیں کرونگا جو اللہ کی حفاظت میں آچکا ہو۔

حجاج نے غضبناک انداز میں کہا۔

ہم اسے صبح کی نماز چھوڑنے پر قتل نہیں کرتے ہم اسے اس جرم میں قتل کرنا چاہتے ہیں کہ اس نے خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قتل میں معاونت کی ہمارے نزدیک یہ جرم قابل گردن زدنی ہے۔

حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

لوگوں مین مجھ سے اور تجھ سے بڑھ کر ایسی شخصیت موجود ہے جو خون عثمان کا بدلہ لے سکتی ہے۔

حجاج خاموش ہوگیا اور اس نے کوئی جواب نہ دیا اس مجلس میں حاضر ایک شخص مدینہ منورہ پہنچا اور اس نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے بیٹے سالم کا واقعہ سنایا ابھی وہ سنانے ہی لگا تھا کہ آپ جھٹ بول پڑے میرے بیٹے سالم نے حجاج کے حکم کا کیا کیا۔

اس نے کہا کہ حضرت سالم نے اس انداز میں اسکے حکم کو ماننے سے
انکار کردیا۔
یہ سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا میرا بیٹا واقعی بہت عقلمند
ہے۔ میرا بیٹا واقعی بہت دانشمند ہے۔
جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز
ہوئے تو حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا تحریر کرتے ہیں۔
کہ اللہ تعالی نے مجھے مسند خلافت کے کڑے امتحان میں مبتلا کردیا
ہے۔ نہ کسی نے مجھ سے مشورہ کیا اور نہ کبھی میں نے اس کا مطالبہ کیا۔
میری اللہ تعالی سے التجا ہے کہ وہ اس امتحان میں میری مدد کرے۔
جب میرا یہ خط آپ تک پہنچے مجھے وہ تمام تحریری فیصلے جو حضرت
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں کیے تھے بھیج دینا اور اگر ان
کی سیرت کے واقعات آپکے پاس تحریری موجود ہوں تو وہ بھی بھیج دینا۔
میں ان کے نقش قدم پر چلنے کا ارادہ رکھتا ہے اور ان کا منہج اختیار
کرنا چاہتا ہوں۔
اللہ مجھے توفیق عطا کرے۔
حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف جوابی خط لکھا جس میں یہ
تحریر کیا۔
آپ کا خط مجھے موصول ہوا حالات سے آگاہی ہوئی آپ نے
امارت کو ابتلاء سے تعبیر کیا ہے۔

آپ نے نہ اسے طلب کیا اور نہ ہی آپ سے مشورہ کیا گیا اور یہ کہ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت اپنانا چاہتے ہیں۔

آپ کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلینی چاہیئے کہ آپ جس دور سے گذر رہے ہیں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے مختلف ہے۔

آپکو وہ رجال کار میسر نہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو میسر تھے لیکن یہ بات خوب اچھی طرح جان لو: آپ نے حق کے پرچار کی نیت کی ہے اللہ یقیناً آپ کی مدد کریگا آپ کو بھی ایسے کارندے میسر آئیں گے جو تیرا ہاتھ بٹائیں گے۔

اور ایسے ایسے لوگ تیرے معاون بنیں گے کہ جن کا تجھے وہم وگمان ہی نہیں ہوگا۔

اللہ تعالی اپنے بندے کی مدد اس کی نیت کے مطابق کرتا ھے جس کی نیت خیر وبھلائی میں کامل ہواور خالص ہو اللہ تعالی کی نصرت اور مدد بھی مکمل اس کے شامل حال ہوتی ہے۔

جس کی نیت میں فتور اور کوتاہی ہو اس کی مدد بھی اسی حساب سے ہوتی ہے۔

اگر کبھی تیرا دل کسی ایسی چیز کی طرف مائل ہو جو اللہ تعالی کو پسند نہ ہو تو اپنے سے پہلے ان بادشاہوں کو یاد کرلیا کرو جو دنیا سے کوچ کرچکے ہیں۔

اپنے دل سے یہ سوال کیا کرو: ان کی وہ آنکھیں کس طرح پھوڑی گئیں جو لذتوں اور رعنائیوں سے لطف اندوز ہوا کرتی تھیں۔

ان کے وہ پیٹ قبر میں کس طرح پھٹے جو شہوات و لذات سے سیر نہیں ہوا کرتے تھے۔

ان کے مردہ جسموں کو اگر ہمارے گھروں کے قریب لا کر کھل عام رکھ دیا جائے۔ اور مٹی میں دبایا نہ جائے تو اس کی سڑھاند سے ہمارا جینا حرام ہو جائے۔

والسلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔

○

حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر بن رضی اللہ عنہ لمبی عمر بھرپور تقوے کی حالت میں اور ہدایت سے آراستہ گذاری۔

دنیا کی زیب و زینت سے زندگی بھر کنارہ کش رہے۔

اللہ تعالی کی رضا کو ہر قدم پر پیش نظر رکھا۔

سادہ کھانا کھایا۔

کھردرا لباس پہنا۔

معرکہ روم میں لشکر اسلام کے ساتھ ایک سپاہی کی حیثیت میں حصہ لیا۔

مسلمانوں کی ضرورتیں پورا کرنے میں بھرپور دلچسپی کا مظاہرہ کیا ان کے ساتھ ہمیشہ ایسی شفقت سے پیش آئے جیسے ماں اولاد سے محبت اور شفقت سے پیش آتی ہے۔

۱۰۶ ہجری کو جب یہ اللہ کو پیارے ہوئے تو مدینے کے ہر فرد پر غم و

اندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

ان کی موت کی خبر نے ہر فرد کے دل میں غم کا شعلہ بھڑکا دیا۔

ہر آنکھ غمناک تھی۔ اور ہر رخسار آنسوؤں سے تر تھا تمام لوگ دیوانہ وار جنازے کے پیچھے ہو لیے اور دفن تک حاضر رہے خلیفہ ہشام بن عبد الملک مدینہ میں موجود تھا۔ وہ بھی نماز جنازہ میں شریک ہوا۔

جب اس نے لوگوں کا ازدحام دیکھا جنازے میں شریک لوگوں کی وارفتگی کا حال دیکھا تو اس کے دل میں حسد پیدا ہو گیا۔ وہ اپنے دل سے سوال کرنے لگا۔ اگر خلیفۃ المسلمین فوت ہو جائے تو کیا لوگ اسی ذوق و شوق سے جنازے کو کندھا دینے کے لیے گھروں سے نکل آئیں گے؟

جنازے سے فارغ ہو کر مدینہ کے گورنر ابراہیم بن ہشام مخزومی کو کہا: اہل مدینہ پر یہ فرض قرار دے دیں کہ وہ سرحدوں کی حفاظت کے لیے چار ہزار افراد روانہ کریں۔

حضرت سالم بن عبداللہ ؒ کی قبر کو اللہ تعالی ترو تازہ کرے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب کرے۔

○

حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالبہ کریں۔

۱۔ طبقات ابن سعد ۱۹۵/۵

۲۔ تاریخ البخاری ۱۱۵/۴

۳۔ المعرفۃ والتاریخ	۱/۵۵۴
۴۔ الجرح والتعدیل	۲/۱۸۴
۵۔ حلیۃ الاولیاء	۲/۱۹۲
٦۔ طبقات الفقہاء شیرازی	٦۲
۷۔ تہذیب الاسماء واللغات	۲۰۷
۸۔ وفیات الاعیان	۲/۳۴۹
۹۔ تاریخ الاسلام	۴/۱۱۵
۱۰۔ طبقات الحفاظ (سیوطی)	۳۴
۱۱۔ شذرات الذہب	۱/۱۳۳

(۲۹)

حضرت عبد الرحمن بن عبد اللہ الغافقی رضی اللہ عنہ

قرآن و حدیث کے ماہر جود و سخا
کے مہر و وفا جرات و شجاعت اور
فہم و فراست کے پیکر' میدان جہاد
کے ایک آزمودہ کار جرنیل اور
شوق شہادت کا بے پایاں جذبہ
رکھنے والے ایک عظیم مجاھد۔

(المنور خون)

پانچویں خلیفہ راشد امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمہ نے اپنے پیش رو سلیمان عبد المالک کو سپرد خاک کرنے کے بعد عنان اقتدار سنبھالتے ہی والیان حکومت کا جائزہ لیا ان میں سے چند ایک کو معزول کر دیا اور انکی جگہ مناسب افراد کی تعیناتی کے احکامات جاری کئے جنہیں نئی تقرری کا پروانہ ملا۔ ان میں سے حضرت سمح بن مالک خولانی کو اندلس اور فرانس کے گرد و نواح کے مفتوحہ علاقہ جات کا گورنر مقرر کیا وہ نئے منصب پر فائز ہوتے ہی ایسے افراد کے انتخاب میں غور و خوض کرنے لگے جو صدق و صفا مہر و وفا اور جود و سخا کے پیکر ہوں اور جرات و شجاعت کی مجسمہ تصویر نظر آتے ہوں انہوں نے اس حوالے سے غور و خوض کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا کہ کیا اب اس علاقے میں کوئی تابعی موجود ہے؟

تمام ہم نشینوں نے بیک زبان کہاہاں!

امیر محترم ایک جلیل القدر تابعی حضرت عبد الرحمن بن عبد اللہ الخافقی بقید حیات ہیں وہ بڑے عالم و فاضل قرآن وحدیث کے ماہر فہم و فراست کے پیکر میدان جہاد کے ایک آزمودہ کار جرنیل اور شوق شہادت کا بے پایاں جذبہ رکھتے ہیں ایک عظیم مجاہد کے روپ میں زندگی کے دن دلی اطمینان سے گذار رہے ہیں۔ انہیں دنیاوی مال ومنال اور جاہ و جلال سے قطعا کوئی دلچسپی نہیں انہیں جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ان سے علم و عمل کا فیض حاصل کرنے کی سعادت میسر آئی اور ان کا طرز حیات اپنانے میں درجہ کمال

کو پہنچے۔

○

امیر اندلس سمح بن مالک خولانی نے حضرت عبد الرحمن غافقیؒ کو ملاقات کے لئے دعوت دی آپ تشریف لائے تو ان کا والہانہ استقبال کیا محبت بھرے انداز میں خوش آمدید کہا اپنے پاس بٹھایا دینی مسائل دریافت کئے پیچیدہ سیاسی مسائل کو حل کرنے کے لئے مشورہ طلب کیا تبادلہ خیال پر انہیں پتہ چلا کہ یہ عظیم شخصیت تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے جو ان کے متعلق بتایا گیا تھا انہیں اپنی صلاحیتوں کی بنیاد پر کسی بڑے اہم عہدے پر فائز ہونا چاہئے یہ خیال آتے ہی انہیں اندلس کی کلیدی آسامی پر فائز ہونے کی پیش کش کردی یہ سن کر حضرت عبدالرحمن غافقیؒ نے کہا امیر محترم میں ایک عام اور معمولی آدمی ہوں۔ میں یہاں دیار غیر میں صرف سرحدی علاقے میں پہرہ دینے کی غرض سے آیا ہوں تاکہ دشمن کو سرزمین اسلام کی جانب جارحانہ اقدام سے روکا جاسکے۔ میں تو صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کا خواہاں ہوں میں نے اللہ کے پیغام کی سربلندی کے لئے تلوار کو تھاما ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے میں آپ کا اس وقت تک سائے کی طرح ساتھ دوں گا جب تک آپ اللہ اور رسول اقدس ﷺ کے اطاعت گزار رہیں گے میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا مجھے کسی عہدے، کسی منصب یا امارت و سیادت سے کوئی غرض نہیں اور نہ ہی میرے دل میں اس قسم کا کوئی شوق ہے۔

○

تھوڑے ہی عرصے بعد سمح بن مالک خولانی نے فرانس کو فتح کرکے اسے سلطنت اسلامیہ کی لڑی میں پرونے کا پختہ ارادہ کرلیا تاکہ یہاں سے یورپ کے جنوب و شرق میں واقع اہم ترین ممالک رومانیہ۔ البانیہ' یوگوسلاویہ' بلغاریہ' ترکی اور یونان تک پہنچنے کا راستہ بنا دیا جائے اور اس طرح قسطنطنیہ پر قبضہ کرکے رسول اقدس ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق بہترین لشکر اور بہترین امارت کا اعزاز حاصل کیا جائے یہ عظیم ترین ہدف حاصل کرنے کے لئے ضروری تھا کہ فرانس کے بہت بڑے اہم ترین شہر ارلونہ کو سرنگوں کیا جائے ارلونہ فرانس کا بہت بڑا سرحدی شہر تھا دفاعی اعتبار سے اسے بڑی اہمیت حاصل تھی جب مسلمان سلسلہ کوہستان پر سے نشیب کی طرف اترنے اور فرانس میں داخل ہونا چاہتے تو سب سے پہلے شہر ارلونہ ہی سامنے آتا ہے اس شہر کو سرزمین فرانس کا دروازہ تصور کیا جاتا ہے۔ مملکت فرانس سے دلچسپی رکھنے والوں کے نزدیک شہر ارلونہ کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔

○

سمح بن مالک خولانی نے ارلونہ شہر کا محاصرہ کر لیا اس کے باشندوں سے کہا اسلام قبول کر لو ورنہ جزیہ دینے کے لئے تیار ہو جاؤ اہل ارلونہ کو یہ بات بڑی گراں گذری انہوں نے جزیہ دینے سے صاف انکار کر دیا لشکر اسلام

نے ان پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے بے دریغ توپ کے گولے برسانے شروع کر دیئے ایک گولہ ان کے بدن میں پیوست ہو گیا جس سے چکرا کر گھوڑے سے گر پڑے اور گرتے ہی جام شہادت نوش کر گئے جب مسلمانوں نے اپنے جرنیل کو خاک و خون میں لت پت دیکھا تو ان پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے مجاہدوں کی صفوں میں انتشار پیدا ہونے لگا تو لشکر اسلام کے ایک عظیم و جوان مرد بہادر اور نڈر سپاہی جو آگے چل کر عسکری تاریخ کے عظیم جرنیل عبدالرحمن غافقی کے نام سے مشہور ہوئے نے آگے بڑھ کر پورے لشکر کو سنبھالا دیا حکمت و دانائی اور ذہانت و تجربہ کو بروئے کار لا کر لشکر کی قیادت کا فریضہ نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے ہوئے پورے لشکر کو بچا کر واپس ہسپانیہ لے جانے میں کامیاب ہو گئے تاکہ دوبارہ تازہ دم ہو کر اور پوری تیاری کے ساتھ فرانس پر حملہ کیا جائے۔

○

کیا تم جانتے ہو کہ اندھیری رات میں ماہ کامل کے چہرے سے سیاہ بادل کیسے چھٹے؟ تاریک راہوں میں روشنی کیسے نمودار ہوئی؟ تھکے ہوئے راہیوں کو قندیل کی روشنی سے اپنی آنکھوں کو خیرہ کرنے کا کس طرح موقع میسر آیا کڑ کڑاتی دھوپ میں تلملاتے صحرا کی تپتی ہوئی ریت پر پیاس سے تڑپتے ہوئے افراد کو اپنی جان بچانے کے لئے ٹھنڈے پانی کی چمک کیسے دکھائی دی در حقیقت انھیں حیات بخش کرن عظیم جرنیل حضرت عبدالرحمن غافقی کی صورت میں دکھائی دی تمام مجاہدین نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

جب سے مسلمانوں نے یورپ میں قدم رکھا تو یہ معرکہ ان کیلئے پہلا گہرا زخم تھا لیکن حضرت عبد الرحمن غافقی نے اپنی وسعت ظرفی کشادہ دلی' فیاضی سخاوت اور محتاط انداز کو بروئے کار لاتے ہوئے اس پسپائی کے گہرے زخم کو مندمل کرنے کے لئے بہت اہم کردار ادا کیا۔

○

سرزمین فرانس میں لشکر اسلام کو پیش آنے والی شکست کی غمناک خبروں سے مملکت اسلامیہ کے دارالخلافہ دمشق میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی اور عظیم بہادر جرنیل سمح بن مالک خولانی کی شہادت کا بدلہ لینے کے لئے دار الخلافہ دمشق سے ہسپانیہ میں اسلامی افواج کے نام پروانہ جاری کیا گیا تمام فوج پہلی فرصت میں عبد الرحمن غافقی کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسے اپنا امیر تسلیم کرے انہیں مرکز اسلام کی جانب سے پورے اندلس کا امیر نامزد کر دیا گیا ہے اور اسی طرح سرزمین فرانس کے مفتوحہ علاقہ جات کے اختیارات بھی انہی کے سپرد کر دیئے گئے اور انہیں اختیار دے دیا گیا کہ اپنی صوابدید کے مطابق جس طرح مناسب سمجھیں پیش قدمی کا منصوبہ ترتیب دیں حضرت عبد الرحمن غافقی بڑے دانش مند' جرات مند متقی پرہیز گار اور عزم راسخ کے پیکر تھے۔

○

حضرت عبد الرحمن غافقی ؒ نے اندلس کی امارت کے اختیارات

سنبھالتے ہی لشکر اسلام کے ہر سپاہی کے دل میں خود اعتمادی عزت نفس خود داری' طاقت اور غلبہ حاصل کرنے کے عزائم پیدا کرنے کی تحریک شروع کی تاکہ وہ بڑا ھدف حاصل کرنے کے لئے راستہ ہموار کیا جائے جو اندلس میں مسلمانوں کے قائدین موسیٰ بن نصیر سے لیکر سمح بن مالک خولانی تک کے پیش نظر تھا۔ ان بہادر قائدین نے لشکر اسلام کا جھنڈا فرانس سے اٹلی' جرمنی اور قسطنطنیہ تک لہرا دیا اور بحر ابیض کو بحیرہ اسلامیہ میں بدل دیا اور اس کا نام بحیرہ روم کی بجائے بحر شام رکھ دیا۔

○

حضرت عبد الرحمن غافقی بڑے معرکہ سر کرنے کیلئے تزکیہ نفس پر یقین رکھتے تھے اور انہیں اس بات پر پختہ یقین تھا کہ کوئی قوم اس وقت تک دشمن پر غلبہ نہیں حاصل کر سکتی جب تک وہ اندرونی اعتبار سے محفوظ و مامون نہ ہو انہوں نے پورے اندلس کا دورہ کیا اور ہر شہر میں منادی کروادی اگر رعایا کے کسی شخص پر کسی بھی جج' گورنر یا کسی بھی شخص نے کوئی زیادتی یا ظلم کیا ہو اس کی شکایت مجھ تک پہنچائے۔

یاد رہے کہ مسلمان اور ذمی اور دونوں بلا روک ٹوک اپنی شکایت امیر اندلس تک پہنچا سکتے ہیں پھر انہوں نے ایک ایک شکایت کا بغور جائزہ لیا بلا تاخیر حقدار کو اس کا حق دیدیا گیا مظلوم کی داد رسی کی گئی کمزور کو طاقت ور کے مقابلے میں ترجیح دی گئی پھر وہ تمام گرجے جو نصاریٰ سے زبردستی چھین لئے گئے تھے واپس کئے وہ تمام عمارتیں جو رشوت سے بنائی گئی تھیں انھیں

گرا دیا گیا پھر حکومت کے کارندوں کا جائزہ لیا جس کی خیانت ثابت ہوئی اسے معزول کر دیا اور اس کی جگہ کسی دوسرے دانش مند دیانت دار اور با صلاحیت افسر کی تعیناتی کا حکم صادر کیا۔

جونہی کسی شہر میں وارد ہوتے تمام باشندوں کو ایک مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیتے نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کو خطاب کرنے کے لئے کھڑے ہوتے انھیں جہاد کی ترغیب دیتے رغبت دلاتے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا اور اجر و ثواب حاصل کرنے کی تلقین کرتے۔

○

حضرت عبد الرحمن غافقی نے اندلس کی امارت کے فرائض سنبھالتے ہی قول و فعل کی یکسانیت کا مظاھرہ کیا امیدوں کو اعمال سے مہمیز کیا فرائض منصبی سنبھالتے ہی فوج کو ہتھیاروں سے لیس کرنے کی طرف توجہ دی اور اسی طرح پہاڑوں کی چوٹیوں پر مورچوں کو درست کرنے کا کام شروع کیا قلعہ بنانے میں دلچسپی لی دریاؤں اور نہروں پر پل بنائے سب سے بڑا پل اندلس کے دار الحکومت قرطبہ کے دریا پر تعمیر کیا گیا یہ فن تعمیر کا شاہکار تھا' سیلاب سے شہر کو بچانے کیلئے دریا کے پشتے پختہ تعمیر کئے گئے' یہ پل دنیا کے عجائبات میں شمار کیا جانے لگا اس پل کی لمبائی آٹھ سو گز' بلندی ساٹھ گز اور چوڑائی بیس گز اس میں اٹھارہ عدد ڈاٹیں ڈالی گئیں اور اس کے انیس ستون بنائے گئے۔

یہ پل اس دور میں عجوبہ عالم اور فن تعمیر کا شاہکار تصور کیا گیا ہے۔

○

امیر اندلس حضرت عبد الرحمن غافقی جس شہر میں وارد ہوتے لشکر کے قائدین اور قوم کے سرداروں سے ضرور ملاقات کرتے انکی باتیں غور سے سنتے اور انکی تجاویز کو اہمیت دیتے باقاعدہ ضبط تحریر میں لے آتے اور ان کی نصیحت آمیز گفتگو سے بھرپور استفادہ کرتے ان مجالس میں یہ بولتے کم تھے اور دوسروں کی سنتے زیادہ تھے اور اسی طرح حضرت عبد الرحمن غافقی مسلم اور ذمی ہر دو طبقات کے اہم ترین شخصیات سے ملاقات کرتے سرزمین اندلس میں پیش آنیوالے واقعات سے آگاہ رہنے کی پوری کوشش کرتے۔

○

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عبد الرحمن غافقی نے فرانس کی ایک اہم ترین شخصیت کو مدعو کیا اس سے مختلف مسائل پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے پوچھا کہ آپ کے جرنیل مارتل کا کیا حال ہے؟

نہ وہ خود ہمارے مقابلے میں آتا ہے اور نہ ہی ہمارے مقابلے میں آنے والے ریاست کے سرداروں کا ساتھ دیتا ہے اس نے ادب و احترام کا مظاہرہ کرتے ہوئے عرض کیا امیر محترم آپ ہمارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے ہر وعدے کا کمال وفا و محبت سے پاس رکھا۔

اب ہمارا بھی یہ فرض ہے کہ آپ سے ہر بات سچ سچ کہہ دیں اور کسی بات کو صیغہ راز میں نہ رکھیں بلاشبہ آپ کے عظیم قائد موسیٰ بن نصیر

نے کمال حکمت و جرات سے تمام ہسپانیہ پر قبضہ کر لیا وہ پھر سلسلہ کوہستان برنیہ کو عبور کرتے ہوئے آگے بڑھے یہ پہاڑ اندلس اور ہمارے خوبصورت ملک کے درمیان حائل ہے ریاستوں کے سربراہ اور حکام ہمارے حکمران شارل کی خدمت میں حاضر ہوئے ان سے کہا

جناب عالی! یہ کیسی رسوائی ہمارے مقدر میں آئی ہے اس سے تو ہماری نسلیں بھی ہمیشہ کیلئے پسپائی کا شکار ہو جائیں گی ہم پہلے صرف مسلمانوں کے بارے میں سنا کرتے تھے کہ وہ مغرب کی جانب سے ہم پر حملہ کریں گے لیکن انہوں نے مشرق کی جانب سے ہم پر چڑھائی کی' سارے ہسپانیہ کو اپنے قبضے میں لے لیا جو کچھ بھی اس میں تھا اس پر مکمل قابض ہو گئے پہاڑوں کی چوٹیوں پر بھی انہوں نے قبضہ جما لیا حالانکہ وہ تعداد میں تھوڑے ہیں ان کے پاس ہتھیار بھی پرانے ہیں ان میں سے اکثر کے پاس درع بھی نہیں جس پر تلوار کا وار روک سکیں۔

اور نہ ہی عمدہ گھوڑے ہیں جن پر سوار ہو کر میدان جنگ میں آسانی سے اتر سکیں ان کی باتیں سن کر ہمارے حکمران نے کہا میں نے اس صورت حال پر بہت غور کیا ہے بڑی سوچ و بچار کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس قوم کا مقابلہ نہ کیا جائے یہ ایک سیل رواں کا طرح آگے بڑھ رہی ہے اس کے راستے میں جو بھی آئے گا اسے خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائیگی یہ قوم ایک عقیدے اور اعلی مقاصد کی حامل ہے یہ دونوں خوبیاں کسی بھی قوم کو بام عروج پر پہنچا دیتی ہیں۔

ایمان و صداقت اس قوم کے لئے درعوں اور گھوڑوں کے قائم مقام ہے میری رائے میں انھیں اپنی دھن میں آگے بڑھنے دو غنائم سے اپنی تجوریاں بھر لینے دو اپنے لئے بڑے گھروں اور محلات پر قبضہ جما لینے دو ان کے لئے لونڈیوں اور خدام کی چہل پہل ہو لینے دو اس کے بعد ایک وقت ایسا آئے گا یہ قیادت حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے پر حاوی ہونے کی کوشش کریں گے جب اس قوم پر ایسا وقت آئے گا تو پھر بڑی آسانی سے ور تھوڑی سی کوشش سے ان پر قابو پایا جا سکے گا اور یہ باتیں سن کر حضرت عبدالرحمن غافقی نے ٹھنڈی سانس لی اور نماز میں مشغول ہو گئے۔

○

حضرت عبدالرحمن غافقی مسلسل دو سال تک ایک بڑے معرکے میں شرکت کے لیے بھرپور تیاری میں مصروف رہے لشکر ترتیب دیئے لشکروں کو کیل کانٹے سے لیس کیا ہر ایک کی ہمت بڑھائی دلوں میں حوصلے اور حوصلوں میں جان پیدا کی۔

افریقہ کے امیر سے تازہ دم فوج اور جذبہ جہاد اور شوق شہادت سے سرشار فوج بھیجنے کا مطالبہ کیا اور سرحدی علاقے کے امیر عثمان بن ابی نسعہ کو پیغام بھیجا کہ تابڑ توڑ حملوں سے دشمن کو آگے بڑھنے سے روکے رکھے لیکن سرحدی امیر عثمان کے خیالات ہی کچھ اور تھے۔ اس کا سینہ کینے، بغض اور حسد سے بھرا ہوا تھا۔ وہ ہر عظیم الھمت اور اعلی مقاصد کے حامل امیر کو حسد و بغض کی نگاہ سے دیکھتا اور یہ ہر وہ کام کرتا جس سے

اس کی شہرت میں اضافہ ہو اور دوسروں کی گمنامی کا باعث ہو اور اس پر مستزاد یہ کہ ایک حملے میں صوبہ اکتیانیہ کے حکمران کی بیٹی اسے ہاتھ لگی جس کا نام "حینس" تھا وہ نازک اندام پری پیکر تھی وہ حسن و جمال کا ایک نادر نمونہ تھی۔ فتنہ طراز اور تقویٰ شکن حسن کے ساتھ ساتھ اسے شہزادی ہونے کا بھی اعزاز حاصل تھا۔ اس کے دل کو شہزادی کی محبت نے جکڑ لیا اور اسکے دل پر ایسی چھائی جس کی مثال عائلی زندگی میں نادر ہی ملتی ہے اس نے اپنی محبت کے جال میں پھنسا کر سرحدی امیر کو اپنے باپ کے سامنے سرنگوں کردیا اور اس سے یہ تحریری معاہدہ کیا کہ انکے علاقے کی طرف پیش قدمی سے رو کے رکھے۔

جب اسے امیر اندلس حضرت عبدالرحمن غافقی کا اکتانیہ کے حکمران کی زیر کمان علاقے پر حملہ کرنے کا حکم ملا تو اسکے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے یہ ایسا حواس باختہ ہوا اور اسے کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا کہ اب کیا کرے نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔ سوچ و بچار کے بعد اس نے امیر اندلس کی خدمت میں لکھا کہ آپ حکم میں نظر ثانی کریں کیونکہ میرے لیے اکتانیہ کے حکمران 'کے ساتھ کیا گیا۔۔۔۔ پہلے سے معاہدہ توڑنا مشکل ہے یہ خط دیکھ کر حضرت عبدالرحمن غافقی غصے سے مشتعل ہوگئے اور اسکی طرف یہ پیغام دیکر قاصد بھیجا۔

ایک فرنگی کے ساتھ اپنے امیر کی اجازت کے بغیر جو معاہدہ کیا اس کی کوئی حیثیت نہیں میرے حکم کو تمہارے لیے بغیر کسی حیل و حجت کے ماننا

ازبس ضروری ہے عثمان بن ابی نسعہ کو یقین ہوگیا کہ یہاں کوئی حربہ کارگر ثابت نہیں ہو سکتا تو اس نے اکتانیہ کے سربراہ کو صورت حال سے آگاہ کر دیا اور یہ پیغام دیا کہ احتیاطی تدابیر اختیار کرے۔

○

حضرت عبدالرحمن غافقیؒ نے اپنے جاسوس بھیج رکھے تھے جو عثمان کی حرکات و سکنات پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھے انہوں نے سرحدی امیر کی ملت اسلامیہ کے دشمن کے ساتھ ملاقات اور اس کے ساتھ سازباز کو طشت ازبام کردیا۔

حضرت عبدالرحمن غافقیؒ نے تجربہ کار مجاہدین کا قافلہ اس کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ عثمان کو زندہ یا مردہ حالت میں اس کے پاس لایا جائے۔

○

مجاہدین کا قافلہ عثمان بن ابی نسعہ کی چھاؤنی میں داخل ہوا لیکن اسے قافلے کی آمد کا پہلے سے علم ہو چکا تھا وہ اپنی فرانسیسی حسینہ عالم بیوی اور باڈی گارڈ عملے کو لیکر پہاڑ پر چڑھ گیا اپنی حسین و جمیل بیوی مینا کو وہ ایک پل بھی اپنے سے جدا نہ کرتا تھا اس کی دنیا آباد ہی اس کے دم سے تھی اسلامی لشکر اس کے پیچھے ہولیا اور تھوڑی ہی دور جا کر اسے اور اس کے تمام ساتھیوں کو گھیرے میں لے لیا اس نے اپنا اور اپنی بیوی کا دفاع اس طرح کیا جس طرح

خونخوار شیر اپنے بچوں کی حفاظت کے لیے مدافعت کرتا ہے۔ وہ اپنی بیوی کی ڈھال بن کر لشکر کے سامنے کھڑا ہو گیا اور آخر کار زخموں سے چور ہو کر نیچے گر پڑا اور نیچے گرتے ہی دم توڑ گیا اس کے جسم پر تیر و تفنگ کے بے شمار زخم لگ چکے تھے اس کا سر جسم سے الگ کر لیا گیا بیوی کو حراست میں لے لیا یہ دونوں چیزیں حضرت عبدالرحمن غافقی کی خدمت میں پیش کی گئی موصوف کی جب نگاہ شہزادی پر پڑی تو نظریں جھکالیں اور غیرت ایمانی سے اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا اور اسے مال غنیمت کے ساتھ دارالحکومت دمشق بھیج دیا وہاں یہ فرانسیسی شہزادی اموی خلیفہ کے عقد میں آکر اپنی زندگی کے عارضی دن آسودہ حالی سے گذارنے لگی۔

○

سوزی نامی ایک انگریز شاعر اسلامی لشکر کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے یہ وہ عظیم الشان لشکر ہے جس نے اندلس فتح کر لینے کے بعد یورپ پر چڑھائی کی جس میں عرب' بربر' رومی تاتاری' ایک جھنڈے تلے یک جان دکھائی دیتے تھے راسخ عقیدہ سب کو ایک لڑی میں پروئے ہوا تھا' ایمانی غیرت میں اسلامی اخوت اور دینی جذبے سے سرشار انسانوں کا قابل رشک گروہ یورپ کی سرزمین اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا گیا تھا میدان جنگ میں فتح حاصل کر لینے کے بعد لشکر اسلام کا جرنیل ایک عام سپاہی کی مانند اللہ تعالی کی نصرت پر یقین رکھتا اور فتح کے نشے میں سرشار ہونے کی بجائے اللہ کے حضور سجدۂ شکر بجالانے کو ترجیح دیتا۔

لشکر میں شامل تمام سپاہی دشمن پر غلبہ حاصل کرلینے کے باوجود نخوت اور تکبر کی بجائے عاجزی و انکساری کا مظاہرہ کرتے۔

میدان کارزار میں انتہائی جدوجہد اور معرکہ آرائی کے باوجود وہ ہر وقت تازہ دم ہی دکھائی دیتے کبھی انکے پایہ استقلال میں ذرہ برابر بھی کوئی لرزش پیدا نہ ہوتی انکی طاقت' جرات اور بہادری سدابہار تھی۔

اس بات پر انکا کامل یقین تھا کہ جب بھی وہ دشمن کی طرف پیش قدمی کریں گے اللہ کی مدد اور تائید انکے شامل حال ہوگی اور انکی خداداد طاقت اور صلاحیت ہمیشہ انہیں آگے بڑھنے میں مدد دے گی یہاں تک مفتوح یورپی علاقے مشرقی علاقہ جات کی مانند ہو جائینگے انگریز شاعر لکھتا ہے کہ میں نے اس بات کا بھی مشاہدہ کیا ہے کہ نام محمد ﷺ پر مسلمانوں کے سروفور عقیدت سے جھک جاتے ہیں۔

یہ حسرت انگیز مظاہرہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک مسلمان حج کرنے کے لیے قطب شمالی کی یخ بستہ فضاؤں سے نکل کر جذبہ ایمان سے سرشار صحرائے عرب کی تپتی ہوئی ریت پر قدم رکھتاہوا اپنے نصیب پر رشک کناں ہے اور مکہ معظمہ کی گرم ترین چٹانوں پر ٹھہرنا اپنے لیے باعث سعادت سمجھتا ہے۔

O

اے حقیقت پسند شاعر تم ٹھیک ہی تو کہتے ہو تم نے بلاشبہ عصبیت سے بالاتر ہو کر حقیقت کی ترجمانی کی ہے یہ اسلامی لشکر تیرے خوبصورت

علاقے میں اسی لئے تو وارد ہوا تھا کہ تیرے آباؤ اجداد کو گمراہی کی تاریکی سے نکال کر ہدایت کی روشن شاہراہ پر گامزن کردے یہ جذبہ ایمان سے سرشار مجاہدین محض اللہ کا پیغام سنانے کے لیے دور دراز علاقوں تک پہنچے انہوں نے جس طرف بھی منہ کیا سیل رواں کی طرح خس و خاشاک کو بہا کر لے گئے۔ اس لشکر جرار میں حجاز' نجد' یمن' بلکہ جزیرہ نمائے عرب کی ہر جگہ کے لوگ شریک سفر تھے۔

ان میں بربر بھی تھے جنہیں اسلام نے سربلند کردیا تھا وہ کوہ اٹلس کی چوٹی سے تمہاری طرف سیل رواں کی طرح بڑھے ان میں ایرانی بھی تھے جنہوں نے شاہان ایران کو پوجا پاٹ سے متنفر ہو کر دین توحید کو اپنے سینوں سے لگا لیا تھا اور وہ صراط مستقیم پر گامزن ہو چکے تھے ان میں رومی بھی تھے جو ظلم تاریکی اور جہالت کو چھوڑ کر ارض و سما کے نور کی طرف آئے اور وہ دین قیم کا دامن تھام کر امن و سکون اور آشتی کی زندگی بسر کرنے لگے۔

ان میں قبطی بھی تھے جنہوں نے شاہان روم کی بندگی کا قلادہ اپنی گردنوں سے اتار دیا تھا اور یہ اسلام کی پناہ گاہ میں آکر اپنے آپکو آسودہ حال سمجھنے لگے۔ ہاں یہ اسلامی لشکر جس کی قیادت حضرت عبدالرحمن غافقی اور انکے اسلاف نے کی یہ صرف تیرے آباء و اجداد کو ہی تو جاہلیت کی اتھاہ تاریکیوں سے نکالنے کے لیئے سرزمین یورپ میں داخل ہوا تھا۔ اس لشکر میں گورے بھی تھے اور کالے بھی عربی بھی تھے اور عجمی بھی لیکن وہ سب اسلام کی کٹھالی میں پڑ کر کندن بن چکے تھے اور وہ اللہ کے فضل وکرم سے

آپس میں بھائی بھائی بن چکے تھے۔

جناب شاعر جیسا کہ تم نے حقیقت پسندانہ تبصرہ کیا ہے واقعی ان کا اصل مقصد اہل یورپ کو دائرہ اسلام میں داخل کرنا تھا جیسا کہ انہوں نے اہل مشرق کو مشرف بااسلام کیا تھا وہ روئے زمیں کے تمام انسانوں کو پروردگار عالم کے سامنے جھکا دینا چاہتے تھے ان کا ہدف یہ تھا کہ اسلام کا نور یورپ کی تمام وادیوں کے نشیب و فراز میں عام ہو جائے اسلام کے سورج کی کرنوں کی ضوفشانی سرزمین یورپ کی تاریکیوں کو روشنی میں بدل دے اسلامی عدل وانصاف کی برکات کو ہر عام و خاص میں پہنچا دیا جائے انہوں نے یہ عزم مصمم کر رکھا تھا کہ تمہارے خوبصورت اور نرم ونازک جسم کو جہنم کی آگ سے بچایا جائے اور اس عظیم مقصد کے لیئے انہوں نے اپنی جانوں کے نذرانے بھی پیش کیے۔

○

اب ذرہ اس عظیم الشان اسلامی لشکر اور اس کے جوان مرد و بہادر جرنیل حضرت عبدالرحمن غافقی رضی اللہ عنہ کی داستان خونچکان بھی سن لیجئے۔

ہوا یہ کہ شاہ اکتانیہ کو اپنے داماد عثمان بن ابی نسعہ کے قتل اور اپنی حسین وجمیل اور لاڈلی بیٹی کے انجام کا علم ہوا تو وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ لڑائی کا طبل بج چکا ہے اور اسے یقین ہو گیا کہ اسلامی لشکر کا جرنیل ہمارے علاقے پر حملہ آور ہونے کے لیے صبح آیا یا شام تو اس نے اپنی سرزمین کے چپے چپے

کی حفاظت کرنے کا عزم مصمم کرلیا اور اپنی مملکت اور رعایا کے وفاع کے لیے مستعد ہو گیا اسے یہ اندیشہ لاحق تھا کہ آخر کار مجھے قیدی بنا کر دمشق بھیج دیا جائے گا جیسے میری بیٹی کو ہانک کر وہاں پہنچایا گیا ہے یا پھر میرا سر طشت میں رکھ کر دمشق کے بازاروں میں نشان عبرت کے طور پر گھمایا جائیگا جیسا کہ مجھ سے پہلے ہسپانیہ کے حکمران کا سر کاٹ کر دمشق کے بازاروں میں نیزے کی انی میں اٹکا کر لہرایا گیا تھا اور لوگوں نے حیرت تعجب اور نفرت کے ملے جلے جذبات سے اس کا بچشم خود مشاہدہ کیا۔

○

معرکہ تولوز میں عظیم جرنیل سمح بن مالک خولانی شہید ہو گئے اور انکی شہادت سے مسلمان رنجیدہ خاطر ہوئے بے انتہا غم اور پریشانی کی وجہ سے مجاہدین کی صفوں میں کمزوری کے آثار نمایاں دکھائی دینے لگے اس موقعہ کو غنیمت جانتے ہوئے آرل شہر کے باشندوں نے جذیہ ادا کرنے سے صاف انکار کردیا اور ملت اسلامیہ کے حکمران کی اطاعت کرنے سے صاف انکار کردیا اور ملت اسلامیہ کے حکمران کی اطاعت سے دستکش ہو گئے۔ جب عظیم جرنیل حضرت عبدالرحمن غافقی لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے آرل شہر کی فصیل کے پاس پہنچے وہاں یہ منظر دیکھنے میں آیا کہ شاہ اکتانیہ اپنا لاؤ لشکر لے کر مقابلے کے لئے موجود تھا پھر دونوں لشکر آمنے سامنے آئے دونوں کے درمیاں گھمسان کا رن پڑا اسلامی جرنیل عبدالرحمن غافقی نے میدان جنگ میں ایسے جتھے اتارے جنہیں موت اس طرح عزیز تھی جس

طرح دشمن کو زندگی کے ساتھ پیار ہے انکے زور دار حملے سے دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے مجاہدین نے دیکھتے ہی دیکھتے دشمن کی صفوں کو چیر ڈالا دیوانہ وار لڑتے ہوئے دشمن کی گردنیں اڑاتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے دشمن پسپا ہوا اور مجاہدین کو بہت سا مال غنیمت ہاتھ لگا شاہ اکتانیہ موقع پا کر جان بچاتا ہوا باقی ماندہ لشکر لے کر میدان سے بھاگ نکلا تاکہ دوبارہ پوری تیاری کے ساتھ لشکر اسلام کا مقابلہ کر سکے اس نے سوچا یہ کوئی آخری معرکہ نہیں ابھی تو ابتدائے عشق ہے جان بچی تو لاکھوں پائے بہتر یہی ہے کہ فی الحال مسلمانوں کی ضرب حیدری سے اپنی گاجر مولی جیسی نرم ونازک گردنیں بچائی جائیں آگے کیا ہوتا ہے پھر دیکھا جائے گا' ہم دوبارہ ایسے خم ٹھونک کر میدان میں آئیں گے کہ مسلمانوں کو پتہ لگ جائیگا انکی ایسی تیسی چلو بھاگو یہاں سے جان بچا کر ہاں تمہیں میں نے کہہ دیا نا میرے عزیز ساتھیو میرے راج دلارو چلو شاباش جلدی چلو ورنہ حشر برپا ہو جائیگا حضرت عبدالرحمن غافقی نے اپنے لشکر جرار کے ہمراہ دریائے دوون کو عبور کیا اور صوبہ اکتانیہ کو دائیں اور بائیں اطراف سے اپنی لپیٹ میں لے لیا پھر کیا تھا کہ شہر اور بستیاں مجاہدین کے گھوڑوں کے سموں تلے مسلی گئیں جیسے چیونٹیاں مسلی جاتی ہیں علاقوں کے علاقے اس طرح سرنگوں ہونے لگے جس طرح موسم خزاں کی تیز آندھی کے دوران درختوں کے پتے جھڑتے ہیں اس معرکہ آرائی میں مسلمانوں کے ہاتھ مال غنیمت اتنی وافر مقدار میں لگا جس کی اس سے پہلے کوئی مثال نہیں ملتی اور نہ ہی کسی کانوں نے کبھی کوئی ایسی خبر ہی سنی ہوگی

شاہ اکتانیہ دوسری دفعہ لشکر اسلام کا مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں اترا پھر دوبارہ دونوں لشکروں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا لیکن مجاہدین نے تھوڑے ہی عرصے بعد انہیں عبرت ناک شکست سے دوچار کر دیا آن واحد میں دشمن کے چھکے چھڑا دیئے اور انہیں تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

کچھ قتل ہوئے کچھ قیدی جو باقی بچے وہ دم دبا کر بھاگ گئے پھر لشکر اسلام نے صوبہ اکتانیہ کے مرکزی شہر لوردو کی طرف پیش قدمی کی یہ شہر صوبے کا دارالحکومت تھا امیر لشکر نے اس شہر پر ایسا زور دار حملہ کیا جو پہلے خوفناک حملوں سے کسی طرح کم نہ تھا حملہ آوروں نے کمال جرات و شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے عسکری تاریخ کو مجاہدانہ عظمت سے آشنا کیا اور حیرت انگیز داستانیں رقم کیں یہ محفوظ اور مشہور شہر بھی لشکر اسلام کے آگے سرنگوں ہو گیا امیر شہر کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اس شہر سے مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا فرانس کا مشہور و معروف شہر لوردو کا سقوط بہت سے دوسرے شہروں کے سقوط کا باعث بنا جن میں لیون سیرانسون اور سانس شہر قابل ذکر ہیں یہ آخری شہر فرانس کے دارالحکومت پیرس سے کوئی سو میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

○

چند مہینوں میں جنوبی فرانس کا نصف حصہ جب عظیم جرنیل حضرت عبدالرحمن غافقی کے ہاتھوں فتح ہوا تو پورے یورپ میں ایک کونے سے دوسرے کونے تک اضطراب و بے چینی کی لہر دوڑ گئی اور پورا یورپ

خوف و ہراس سے کانپ اٹھا فرنگیوں نے اس خطرناک و المناک صورت حال دیکھ کر آنکھ کھولی اپنی حفاظت کے لیئے جگہ جگہ اعلان کردیا گیا ہر چھوٹے بڑے درماندہ وصاحب حیثیت باشندے سے اپیل کی گئی کہ مشرق سے آنے والے اس خطرناک طوفان کے آگے بند باندھنے کے لیے جو کچھ سازوسامان ہے لے کر میدان میں نکل آئیں اہل یورپ کے دلوں میں یہ جذبہ پیدا کیا کہ اگر تلواریں جوٗاب دے جائیں تو اپنے سینے تان لیں جنگی اسلحہ ختم ہو جائے تو اپنے جسموں کو ڈھال بنالیں پورا یورپ لشکر اسلام کے ساتھ مقابلے کے لئے باہر نکل آیا اور پوری قوم جنرل شارل مارٹل کے جھنڈے تلے جمع ہو گئی تاکہ مشرق کی جانب سے آنے والے طوفان کو روکا جاسکے۔

لشکر اسلام تود شہر تک پہنچ چکا تھا جو سارے فرانس میں شہری آبادی تعمیری پختگی اور تاریخی اعتبار سے بہت مشہور و معروف تھا اور اس شہر کو یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ اس میں بڑا وسیع و عریض اور فن تعمیر کا نادر نمونہ ایک گرجا بھی تھا جس میں بے شمار آثار قدیمہ کے نمونے رکھے ہوئے تھے دور دور سے لوگ اس کی زیارت کے لئے آتے تھے مجاہدین نے اس شہر کے گرد بھی گھیرا تنگ کردیا محاصرے کے بعد اس شہر کی حالت ایسی ہوگئی کہ جیسے کسی کی گردن میں طوق ڈال دیا جاتا ہے اور اس پر موت کے سائے منڈلانے لگے تھوڑے عرصے بعد شہر فتح کرلیا گیا اور فرانسیسی جرنیل شارل مارٹل کف افسوس ملتا رہ گیا۔

O

سن ۱۵۴ ہجری میں ماہ شعبان کے آخری عشرے میں عظیم جرنیل حضرت عبد الرحمن غافقی لشکر اسلام کی قیادت کرتا ہوا بواتیہ شہر پر حملہ آور ہوا وہاں مقابلے میں یورپی جرنیل شارل مارٹل ایک بہت بڑے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے مقابلے میں آیا دونوں فوجوں میں ایسی گھمسان کی لڑائی ہوئی جسکی عسکری کیا بلکہ انسانی تاریخ میں مثال نہیں ملتی یہ لڑائی معرکہ بلاط الشہداء کے نام سے مشہور ہوئی۔

اسلامی لشکر پے در پے فتح و کامرانی حاصل کرتا ہوا عزم وہمت اور جرات وشجاعت کے نقطہ عروج پر پہنچا ہوا تھا لیکن اسکی کمر بہت زیادہ غنائم کے بوجھ سے دبی جارہی تھی حضرت عبدالرحمن غافقی اس صورت حال سے بہت پریشان تھے انکے نزدیک یہ صورت حال لشکر اسلام کے لیے بہت خطرناک تھی انہیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ لڑائی کے وقت مجاہدین کے دل مال غنیمت میں الجھے ہوئے نہ رہ جائیں اس طرح کے انکے خیالات و عواطف منقسم ومنتشر رہیں گے ان کی ایک آنکھ دشمن پر ہوگی اور دوسری مال غنیمت پر۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ مجاہدین کو حکم دیں کہ وہ مال غنیمت سے دستبردار ہوجائیں لیکن یہ اندیشہ دامن گیر ہوگیا اس طرح انکے دلوں میں اضطراب کی لہر دوڑ جائیگی ممکن ہے کہ اسکے نتائج اچھے بر آمد نہ ہوں اس قیمتی خزانے سے دست کش ہوتے ہی انہیں زبردست دھچکا لگے گا بڑی سوچ بچار کے بعد انہوں نے چھاونی کے پیچھے خیمے نصب کرا کے سارا مال غنیمت اس میں رکھ کر پہرا لگادیا تاکہ لڑائی شروع کرنے سے پہلے ہر مجاہد کا ذہن اس

طرف سے مطمئن ہو جائے۔

○

دونوں بڑے لشکر ایک دوسرے کے سامنے چند دن تک اس طرح
کامل خاموشی سے کھڑے رہے جس طرح دو پہاڑ آمنے سامنے کھڑے ہوں
ہر لشکر اپنے دشمن کی طاقت سے خوف زدہ تھا اور مد مقابل پر حملہ کرنے سے
پہلے لمبی سوچ بچار میں مبتلا تھا کہ پیش قدمی کا کیا نتیجہ ہو گا اسی صورت حال
میں جب بہت وقت بیت گیا تو حضرت عبدالرحمن غافقی نے اپنے لشکر کے
سپاہیوں کے سینوں میں جرات شجاعت اور غیرت وہمت کے جوت جگائے مد
مقابل پر حملہ کرنے کے اقدام کو ترجیح دی انہیں اپنی خوش نصیبی کی بنیاد پر فتح
ونصرت کی امید تھی۔

○

لشکر اسلام کا عظیم جرنیل عبدالرحمن غافقی فرنگی لشکر پر یوں جھپٹا
جیسے بھوکا شیر اپنے شکار پر جھپٹتا ہے لیکن فرنگی لشکر انکے سامنے ایک ٹھوس
چٹان کی مانند ڈٹا لڑائی کا پہلا دن بغیر کسی ہار جیت کے گذر گیا میدان جنگ
میں لڑنے والوں کے ہاتھ سوائے اندھیرے کے کچھ نہ آیا۔
دوسرے روز لڑائی شروع ہوئی مسلمانوں نے فرنگیوں پر تابڑ توڑ
حملے کیئے لیکن یکسر بے سود یہ لڑائی مسلسل سات دن اسی طرح جاری رہی
آٹھویں دن مسلمانوں نے ایک زور دار حملہ کیا دشمن کی صفوں میں دراڑ

پیدا کردی جس سے فتح و نصرت اس طرح دکھائی دی جس طرح پچھلی رات کی تاریکی میں صبح کی روشنی دکھائی دیتی ہے۔

ادھر فرنگی لشکر نے موقع پاکر ان خیموں پر حملہ کردیا جن میں مال غنیمت محفوظ کیا گیا تھا جب مسلمانوں نے دیکھا کہ مال غنیمت پر دشمن قابض ہوا چاہتا ہے تو اکثر مجاہد اس کی حفاظت کے لیے پلٹے جس سے مجاہدین کی صفوں میں دراڑ پیدا ہوگئی۔

بلاط الشہداء کے دن مسلمانوں نے اپنی سنہری امیدوں پر پانی پھیر لیا اس میں غزوہ احد کی تاریخ دھرائی گئی یہ قانون قدرت ہے جس میں کسی دور میں بھی کوئی تبدیلی رو نما نہیں ہوتی اس دن لشکر اسلام کو جو ناقابل تلافی نقصان پہنچا وہ عظیم جرنیل حضرت عبدالرحمن کی شہادت کا سانحہ ہے۔

○

معرکہ بلاط الشہداء کی غم ناک خبریں ملت اسلامیہ کے ہر فرد کے لئے عبرت ناک ثابت ہوئیں جن سے ان کے دل لرزہ براندام ہوگئے ہر شہر بستی اور گھر میں صف ماتم بچھ گئی ملت اسلامیہ کے جسم پر یہ ایک ایسا گہرا زخم تھا جس کی ٹیس اس وقت تک محسوس کی جاتی رہے گی جب تک روئے زمین پر ایک مسلمان بھی باقی ہے۔

○

آپ یہ خیال دل میں نہ لائیں کہ یہ چوٹ صرف مسلمانوں کے

دل پر ہی لگی ہے بلکہ فرنگی دانشور بھی اس میں برابر کے شریک ہیں انکے آباؤ اجداد کی کامیابی انکے لیے ایک بڑی مصیبت کا پیش خیمہ ثابت ہوئی جس میں سرزمین فرنگ کے تمام انسان مبتلا ہوئے اور یورپین تہذیب و تمدن کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑا فرانس کا مشہور و معروف دانشور اور ادیب لکھتا ہے اگر فرانس میں جنرل شارل مارٹل کا لشکر مسلمانوں پر غلبہ حاصل نہ کرتا تو ہمارا ملک قروون وسطی کی تاریکی میں نہ ڈوبتا اور نہ ہی مذہبی تعصب سے یورپین معاشرے میں قتل و غارت عام ہوتی اگر بواتیہ شہر میں مسلمانوں پر یورپین لشکر کو فتح حاصل نہ ہوتی تو ہسپانیہ اسلام کی نعمت سے فیض یاب ہوتا اور تہذیب و تمدن کے اعتبار سے آٹھ صدیاں پیچھے نہ رہتا ایک انگریز دانشور لکھتا ہے کہ ہمارے غلبے کے متعلق مختلف آراء و خیالات کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم علم' فنون اور صنعت و تجارت میں مسلمانوں کے مرہون منت ہیں ہم کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں کہ مسلمان عالم بشریت کے درجہ کمال تک پہنچے ہوئے تھے یہ اس دور کی بات ہے جب انگریز قوم تہذیب وتمدن سے ناآشنا تھی اور جاہلیت کی اتھاہ تاریکیوں میں نہایت کسمپرسی کے عالم میں زندگی کی گاڑی کو بمشکل دھکیل رہی تھی یہ سراسر افتراء اور جھوٹ ہے کہ مسلمان اس مقام پر کھڑے ہیں جہاں ہم قرون وسطی میں کھڑے تھے بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ آج ہماری ترقی ملت اسلامیہ کی مرہون منت ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ غافقی رحمہ اللہ کی زندگی کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتب کا مطالعہ کریں

۱۔ غزوات العرب	۸۷۔۱۵۲
۲۔ البیان المعرب	۲/۲۶۔۲۸
۳۔ نفح الطیب	۱/۱۱۱
۴۔ جمہرۃ الانساب	۳۵۹
۵۔ علماء الاندلس	۲۱۴
۶۔ جذوۃ المقتبس	۲۵۳۔۲۵۵

(۳۰)

حکمران حبشہ اصحمتہ النجاشی رحمہ اللہ

جب نجاشی کی وفات ہوئی تو ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ اس کی قبر پر ہمیشہ انوار کی تجلیات دیکھی جائیں گی۔

(سیدہ عائشہ صدیقہؓ)

حبشے کے حکمران نجاشی کا شمار تابعینؒ میں بھی ہوتا ہے اور صحابہؓ میں بھی تابعینؒ میں اس لئے کہ ان کی ملاقات ان صحابہ کرام کے ساتھ ہوئی جو قریش مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آکر ترک وطن کر کے حبشہ میں پناہ گزین ہوئے تھے اور نجاشی کو صحابی کا درجہ اس لئے حاصل ہے کہ اس کی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خط وکتابت ہوئی تھی اور جب یہ فوت ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی جبکہ کسی اور کی آپ نے غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔

اس کا نام اصحمہ بن ابجر تھا اور نجاشی کے لقب سے مشہور و معروف تھے۔

آیئے چند مبارک لمحات اس نابغہ روز گار کی یاد میں گذار دیں جو اپنے دور کی ایک نامور شخصیت تھا۔

○

اصحمة کا والد حبشے کا حکمران تھا اور اس کا صرف یہی ایک بیٹا تھا۔

زعمائے حبشہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمارے حکمران کا صرف ایک ہی بیٹا ہے جو ابھی بچہ ہے اگر یہ حکمران فوت ہو گیا تو دستور کے مطابق یہ بچہ ہمارا حکمران بن جائیگا جو ہماری لٹیا ڈبو دے گا اگر ہم اس حکمران کو قتل کردیں اور اس کے بھائی کو اپنا حکمران بنالیں تو بہت بہتر ہو گا کیونکہ اسکے بارہ بیٹے ہیں اس طرح طویل مدت تک وہ یکے بعد دیگرے حکمران بنتے رہیں

گے اور اپنے باپ کی زندگی میں بھی اس کے دست و بازو بنے رہیں گے اس طرح شیطان انہیں اکساتا رہا اور مسلسل ان کے دلوں میں وسوسے ڈالتا رہا یہاں تک کہ انھوں نے اپنے حکمران کو قتل کر دیا اور اس کے بھائی کو اپنا کو حکمران بنا لیا۔

○

باپ کے قتل ہو جانے کے بعد اصحمہ اپنے چچا کی نگرانی میں پرورش پانے لگا جب اس ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات واضح ہونے لگے اور اس کی دلکش خوبیاں نمایاں ہونے لگیں تو چچا کا دل اس کی طرف کھچنے لگا اور وہ اسے اپنے بیٹوں پر ترجیح دینے لگا۔

شیطان کے ورغلانے سے حبشی سرداروں کے دلوں میں خیال پیدا ہوا کہ ہمارا یہ حکمران اس نوجوان کی طرف مائل ہوتا دیکھائی دیتا ہے اگر اس نے حکومت کی باگ ڈور اس کے سپرد کردی تو یہ ہم سے بری طرح اپنے باپ کا انتقام لے گا ہو سکتا ہے یہ اپنے باپ کے بدلے ہم سب کو قتل کرادے اس اندیشے کی بناء پر یہ حبشی سردار اپنے بادشاہ کے پاس گئے اور کہنے لگے بادشاہ سلامت ہم بڑے افسردہ ہیں ہمارا دل صرف ایک ہی صورت میں مطمئن ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ اس نوجوان کو قتل کردیں یا اسے ملک بدر کردیں کیوں کہ یہ جوان ہوتا جارہا ہے ہمیں اندیشہ ہے کہ یہ حکومت کی باگ ڈور سنبھال لے گا اور حکمران بنتے ہی ہم سے اپنے باپ کا انتقام لے گا۔ بادشاہ نے یہ بات سن کر غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا تم بہت

برے لوگ ھو پہلے تم نے اس کے باپ کو قتل کیا اور اب اس معصوم کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑھ گئے ہو کچھ شرم کرو، کچھ حیا کرو، کچھ عقل کے ناخن لو اللہ کی قسم میں اس جرم کا ارتکاب ہرگز نہیں کروں گا۔

سرداروں نے کہا اگر تم ہماری بات نہیں مانو گے تو ہم خود اسے پکڑ کر ملک بدر کر دیں گے آپ ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہیں سرداران حبشہ کا انداز دیکھ کر بادشاہ خوفزدہ ہو گیا اور اپنے بھتیجے کو دل پر پتھر رکھ کر ملک بدر کرنے پر مجبور ہو گیا۔

ابھی اصحمۃ کو ملک بدر کیئے ہوئے دن کا کچھ حصہ ہی گذرا تھا کہ ایک ایسا ہولناک واقعہ پیش آیا جوان کے وہم وگمان میں ہی نہیں تھا ہوا یہ کہ آسمان پر کالی گھنگور گھٹائیں چھا گئیں بجلی کڑکنے لگی، اچانک آسمانی بجلی بادشاہ پر گری اور اس نے اس کے جسم کو جلا کر بھسم کر دیا اور وہ موقعے پر ہی دم توڑ گیا۔

حبشی سرداروں نے بادشاہ کے بیٹوں کی طرف رجوع کیا تاکہ وہ ان میں سے کسی کو اپنا بادشاہ بنالیں لیکن ان میں سے کسی میں بھی یہ ذمہ داری سنبھالنے کی صلاحیت ہی نہیں تھی۔ بڑی مایوسی ہوئی اور یہ صورت حال دیکھ کر سب دل گرفتہ ہوئے سب سر پکڑ کر بیٹھ گئے اب کیا ہو گا؟

دن بدن حالات بگڑنے لگے گردونواح کے حکمرانوں کو حبشے کی گرتی ہوئی ساکھ کا پتہ چلا تو اس پر قبضہ کرنے کا سوچنے لگے۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں بعض حبشی دانش وروں نے مشورہ دیا کہ جب تک ملک بدر کیے

ہوئے نوجوان اصحمتہ کو واپس لاکر تخت پر فروکش نہیں کیا جائے گا ملک کے حالات بہتر نہیں ہونگے۔ اگر اپنا ملک حبشہ بچانا چاہتے ہو تو اسے ڈھونڈ کر واپس لانا ہو گا۔

حبشی قوم کے چند افراد اس کی تلاش میں نکلے بڑی کاوش اور تگ و دو کے بعد اس تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔

بڑی منت سماجت کر کے اسے واپس اپنے وطن آنے پر آمادہ کیا۔ واپس لاکر تاج اس کے سر پر رکھا اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور اسے نجاشی کے لقب سے پکارنے لگے۔

اس نے بڑی حکمت' دانائی اور احتیاط سے کاروبار حکومت چلانا شروع کیا۔ اور ملک کے باشندوں کو بے چینی' اضطراب اور اقتصادی بدحالی سے نکال کر عدل و انصاف کا گہوارہ بنادیا۔

○

نجاشی کرسیء اقتدار پر متمکن رہا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے رشدو ہدایت اور دین حق دے کر حضرت محمد ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا اسلام قبول کرنے میں سبقت لے جانے والے ہدایت پانے والے آپ کی دعوت کو یکے بعد دیگرے قبول کرنے لگے اور قریش انہیں دردناک سزائیں دینے لگے اور انہیں نقصان پہنچانے کے درپے ہوئے۔

جب سرزمین مکہ کی فضا کشادہ ہونے کے باوجود ان' پر تنگ ہو گئی اور مشرکین نے ان پر تکالیف و مصائب کے ایسے تازیانے برسائے جس سے

مضبوط پہاڑ بھی لرز اٹھیں۔

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جان نثاروں کی حالت زار دیکھ کر ارشاد فرمایا:

سرزمین حبشہ کا حکمران ایسا رحم دل اور منصف مزاج ہے کہ اس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا تم وہاں چلے جاؤ' اس کے ہاں جا کر پناہ گزین ہو جاؤ' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے راہیں کشادہ کر دے اور تمہارے لئے تنگی سے نکلنے کی راہ بنا دے۔

○

اس طرح پہلے مرحلے پر ۸۰ افراد پر مشتمل مہاجرین کا قافلہ حبشہ روانہ ہوا جن میں چند خواتین بھی شامل تھیں۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر امن چین اور سکون کا سانس لیا۔

وہاں وہ تقویٰ اور عبادت کی حلاوت سے فیضیاب ہوئے بغیر اس اندیشے کے کہ کوئی ان کے رنگ میں بھنگ ڈالے یا ان کی ایمانی حلاوت میں کوئی زہر گھولے' قریش کو جب پتا چلا کہ ۸۰ افراد پر مشتمل مسلمانوں کا قافلہ حبشہ میں امن وسکون کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہے تو وہ آپس میں مشورے کرنے لگے کہ کس طرح ان کا کام تمام کیا جا سکتا ہے یا انہیں مکے واپس لایا جا سکتا ہے۔

○

قریش نے نجاشی کر طرف اپنے دو ایسے جگر گوشے بھیجے جو حکمت ودانائی اور سیاسی سوجھ بوجھ میں ید طولی رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور دوسرا عبداللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ تھا انکے ہمراہ نجاشی کے لئے سرزمین حجاز کے بہترین قیمتی تحائف وافر مقدار میں بھیجے جب یہ دونوں حبشہ پہنچے نجاشی سے پہلے انہوں نے اس کے حاشیہ نشینوں سے ملاقات کی اور ہر ایک کی خدمت میں قیمتی تحائف پیش کئے اور انہیں اس بات سے آگاہ کیا کہ تمہاری سرزمین میں ہمارے ہاں سے چند دیوانے آکر رہائش پذیر ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ دیا ہے اور قوم کی وحدت کو پارہ پارہ کردیا ہے آپ سے گذارش ہے کہ جب ہم بادشاہ سلامت سے بات کریں تو آپ بھی ہماری تائید کرتے ہوئے انہیں مشورہ دیں کہ وہ ان لوگوں کو بغیر کچھ دریافت کئے ہمارے سپرد کردیں کیونکہ ہماری قوم کے سردار انکی طرز فکر، طرز عمل اور نظریات کے بارے میں خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔

○

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے دونوں قومی رواج اور درباری آداب کے مطابق اس کے سامنے سجدہ ریز ہوئے، نجاشی نے انہیں خوش آمدید کہا کیونکہ اس کے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ پہلے سے دوستانہ تعلقات تھے۔ پھر دونوں نے اس کی خدمت میں قیمتی تحائف اور سرداران قریش کا سلام پیش کیا اور خاص طور پر قریشی سردار ابو سفیان کی جانب سے خیر سگالی کا پیغام پہنچایا جس سے نجاشی بہت

خوش ہوا اسے تحائف بہت پسند آئے انہیں اپنے پاس بٹھایا خاطر تواضع کی اور تبادلہ خیال کیا جب خوشگوار انداز میں قرب شاہی نصیب ہوا تو ان دونوں نے یہ بات کی کہ بادشاہ سلامت آپ کی راجدھانی میں ہمارے پاس سے چند شرپسند عناصر آکر ابھی ابھی آباد ہوئے ہیں جنہوں نے ہمارا دین بھی چھوڑ دیا ہے اور آپ کے دین کو بھی نہیں اپنایا وہ ایک نئے دین کے پیروکار بن کر آئے ہیں جس کو نہ ہم جانتے ہیں اور نہ آپ ہمارے قوم کے سرداروں نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ ہم آپ کی خدمت میں یہ گزارش پیش کریں کہ ان افراد کو ہمارے سپرد کردیں انہوں نے جو نیا دین ایجاد کیا ہے اور جو ایک نیا فتنہ پیدا کیا ہے اس کے بارے میں ان کی قوم ہی خوب اچھی طرح جانتی ہے۔ یہ باتیں سن کر نجاشی نے اپنے ہم نشینوں کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا تو سب نے بیک زبان ہو کر کہا بادشاہ سلامت یہ سچ کہتے ہیں ہم اس دین سے واقف نہیں ہیں جسے انہوں نے ایجاد کیا ہے۔ یہ جانیں اور ان کی قوم بہتر یہی ہے کہ انہیں واپس بھیج دیا جائے تاکہ یہ فتنہ کہیں ہمارے ملک میں نہ پھیل جائے۔

نجاشی نے گرجدار آواز میں کہا نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا میں اس وقت تک انہیں کسی کے سپرد نہیں کروں گا جب تک خود ان سے بات نہ کرلوں اور ان کے عقائد دریافت نہ کرلوں۔ اگر ان کی نیتوں میں فتور اور ارادوں میں شر ہو گا تو انہیں ان کی قوم کے سپرد کردوں گا اور اگر ان کا موقف خیر و بھلائی پر مبنی ہو گا تو میں دل وجاں سے ان کی حمایت کروں گا اور

جب تک وہ یہاں رہنا چاہیں گے انہیں ہر طرح کا تحفظ اور سہولت مہیا کروں گا۔

پھر وہ کہنے لگا میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کو کبھی نہیں بھول سکتا جس نے مجھے اس سرزمین کا حکمران بنایا ہے اور مجھے مکاروں کی مکاری سے اور باغیوں کی بغاوت سے ہر طرح محفوظ ومامون رکھا ہے۔

○

نجاشی نے صحابہ کرامؓ کو ملاقات کے لیئے دعوت دی تو وہ خوف زدہ ہو گئے آپس میں مشورے کرنے لگے کہ اگر بادشاہ نے ہمارے دین کے بارے میں سوال کیا تو کیا جواب دیں گے؟

ان میں سے منجھے ہوئے صحابہ کرامؓ نے کہا ہم وہی کچھ کہیں گے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں کہا ہے۔

ہم برملا اس پیغام کا اعلان کریں گے جو نبی اکرم ﷺ اپنے رب کی جانب سے لے کر آئے ہیں۔

صحابہ کرامؓ نجاشی کے دربار میں گئے کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں قریش کے نمائندے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور حاشیہ نشین درباری لباس زیب تن کئے ہوئے تخت کے دائیں بائیں باادب اپنے سامنے کھلی ہوئی کتابوں پر سر جھکائے بیٹھے ہیں دربار میں مکمل سناٹا چھایا ہوا ہے۔

صحابہ کرامؓ دربار میں داخل ہوئے سلام کیا اور مجلس کے آخر میں

جہاں جگہ خالی تھی بیٹھ گئے' عمرو بن عاص نے انکی طرف دیکھا اور کہا تم بادشاہ سلامت کے سامنے سجدہ ریز کیوں نہیں ہوتے؟

صحابہ کرام نے جواب دیا کہ ہم اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔

نجاشی نے بڑے تعجب سے اپنے سر کو جنبش دی اور انکی طرف نرمی سے دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

آپ نے وہ کون سا نیا دین ایجاد کرلیا ہے کہ جس کی وجہ سے اپنی قوم کے دین کو چھوڑ دیا ہے اور میرے دین میں بھی تم داخل نہیں ہوئے؟

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بات کرنے کی اجازت طلب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا بادشاہ سلامت ہم نے اپنے لیئے کوئی نیا دین ایجاد نہیں کیا صورت حال یہ ہے کہ ہمارے پاس حضرت محمد ﷺ اپنے رب کی جانب سے ایک ایسا طرز حیات لے کر آئے ہیں جو ہدایت اور حق پر مبنی ہے جس نے ہمیں تاریکیوں سے نور کی طرف نکالا ہم جاہل قوم تھے' بتوں کے پجاری تھے' رشتوں کا تقدس پامال کرتے تھے' مردار کھاتے تھے' بے حیائی کے مرتکب تھے' پڑوسی کے حقوق کو پامال کیا کرتے تھے ہم میں سے طاقتور کمزور کو رگید تا تھا ہم ان گھناؤنے جرائم میں بری طرح ملوث تھے کہ اللہ تعالی نے ہمارے پاس ایک رسول بھیجا جس کے خاندان کو ہم جانتے تھے' جس کی صداقت' امانت اور پاکدامنی کے ہم قلب صمیم سے معترف تھے' اس نے ہمیں اللہ کی طرف دعوت دی اور ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم صرف

ایک اللہ کی عبادت کریں' علاوہ ازیں ہمیں نماز قائم کرنے' زکواۃ ادا کرنے اور رمضان کے روزے رکھنے کی ترغیب دی' نیز ہمیں یہ تلقین کی کہ پتھروں اور بتوں کی پوجا کو یکسر چھوڑ دیں اور اسی طرح ہمیں سچ بولنے' امانت ادا کرنے' صلہ رحمی کرنے' پڑوسیوں سے حسن سلوک سے پیش آنے حرام سے بچنے اور خون ریزی سے بچنے کا حکم دیا' اور ساتھ ہی ساتھ اس نے ہمیں بے حیائی کے ارتکاب' جھوٹ بولنے اور یتیم کا مال کھانے سے منع کیا' تو ہم نے صدق دل سے آپ کی صداقت کا اعتراف کیا' آپ کی رسالت پر ایمان لے آئے اور آپ کی پیش کردہ شریعت کی پیروی کرنے لگے' ہم ایک اللہ کی عبادت کرنے لگے جس کا کوئی شریک نہیں ہم نے ہر اس چیز کو حرام قرار دے دیا جسے آپ نے ہمارے لیئے حرام قرار دیا تھا' اور ہر اس چیز کو حلال سمجھا جسے آپ نے ہمارے لیئے حلال قرار دیا تھا' تو اس بنا پر ہماری قوم ہماری دشمن بن گئی اور ہمیں المناک سزا دینے لگی تاکہ وہ ہمیں دین سے منحرف کردے اور پھر سے ہمیں بتوں کے پجاری بنا دے جبکہ ہم ایک اللہ کی عبادت کے خوگر بن چکے تھے جب انہوں نے ہم پر ظلم و ستم کی انتہا کردی' ہمارا عرصہ حیات تنگ کردیا ہمارے اور دین کے مابین حائل ہونے لگے تو ہم پناہ حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کا انتخاب ہم نے محض اس بنا پر کیا کہ یہاں ہم پر ظلم نہیں کیا جائیگا۔

نجاشی نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ کے پاس اس پیغام کا کوئی نمونہ ہے جو وہ اپنے رب کی طرف سے لائے ہیں۔

فرمایا ہاں!

کہا وہ مجھے بھی سنائیے۔

حضرت جعفر رضی اللہ نے سورہ مریم کی درج ذیل ابتدائی آیات پڑھ کر سنائیں۔

واذكر في كتاب مريم اذا انتبذت من اهلها مكانا شرقيا فاتخذت من دونهم حجابا فارسلنا اليها روحنا فتمثل لها بشرا سويا O قالت انى اعوذ بالرحمن منك ان كنت تقيا O قال انما انا رسول ربك لاهب لك غلاما ذكيا O قالت انى يكون لى غلام ولم يمسسنى بشر ولم اك بغيا O قال كذلك قال ربك هو على هين ولنجعله آية للناس ورحمة منا و كان امرا مقضيا O فحملته فانتبذت به مكانا قصيا O فاجاء ها المخاض الى جذع النخله قالت ياليتنى مت قبل هذا وكنت نسيا منسيا O فناداها من تحتها الا تحزنى قد جعل ربك تحتك سريا O

اور (اے نبیؐ) اس کتاب میں مریم کا حال بیان کرو جب کہ وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر شرقی جانب گوشہ نشین ہو گئی تھی اور پردہ ڈال کر ان سے چھپ بیٹھی تھی اس حالت میں ہم نے اس کے پاس اپنی روح (یعنی فرشتے) کو بھیجا اور وہ اس کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں نمودار ہو گیا‘

مریم یکایک بول اٹھی کہ اگر تو کوئی خدا ترس آدمی ہے تو میں تجھ سے خدائے رحمن کی پناہ مانگتی ہوں اس نے کہا میں تو تیرے رب کا فرستادہ ہوں اور اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں مریم نے کہا میرے ہاں کیسے لڑکا ہوگا جب کہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں اور میں کوئی بدکار عورت نہیں ہوں۔ فرشتے نے کہا ایسا ہی ہوگا تیرا رب فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لیئے بہت آسان ہے اور ہم یہ اس لئے کریں گے کہ اس لڑکے کو لوگوں کے لئے نشانی بنائیں اور اپنی طرف سے ایک رحمت اور یہ کام ہوکر رہنا ہے' مریم کو اس بچے کا حمل رہ گیا اور وہ اس حمل کو لئے ہوئے ایک دور کے مقام پر چلی گئی پھر زچگی کی تکلیف نے اسے ایک کھجور کے درخت کے نیچے پہنچا دیا وہ کہنے لگی کاش میں اس سے پہلے ہی مرجاتی اور میرا نام ونشان نہ رہتا فرشتے نے پائنتی سے اس کو پکار کر کہا غم نہ کر تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ رواں کردیا ہے۔

○

یہ آیات سن کر نجاشی رونے لگا یہاں تک کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔

دربار کے تمام حاشیہ نشین بھی یہ کلام سن کر رونے لگے آنسوؤں سے ان کے سامنے کھلے ہوئے صحیفے اور کتابیں بھیگ گئیں۔

نجاشی نے عمرو بن عاص اور اس کے ساتھی عبداللہ بن ربیعہ کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ پیغام جو ابھی ہمیں پڑھ کر سنایا گیا ہے اور وہ پیغام جو

عیسی علیہ السلام لے کر آئے تھے دونوں کا منبہ ایک ہی ہے۔

پھر ان سے کہا اللہ کی قسم میں ان پاکیزہ نفس لوگوں کو آپ کے سپرد نہیں کر سکتا اور نہ ہی جب تک میں زندہ ہوں کوئی مجھے اس کام کے لئے ورغلا سکتا ہے۔ یہ بات کہی اور اٹھ کھڑا ہوا تو سب حاشیہ نشین بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور مجلس اختتام پزیر ہو گئی۔

○

عمرو بن عاص یہ صورت حال دیکھ کر غیض و غضب سے پیچ و تاب کھانے لگا اور اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے' پھر اپنے ساتھی سے کہنے لگا قسم خدا کی کل میں نجاشی کو ضرور ملوں گا اور اسے ایسی بات بتاؤں گا جس سے ان کے کیئے دھرے پر پانی پھر جائے گا ساتھی قدرے نرم دل تھا اس نے کہا عمرو ایسا نہ کرو آخر وہ ہمارے ہی رشتہ دار ہیں کیا ہوا اگر آج ہمارے درمیان کچھ اختلافات رونما ہو گئے ہیں جس کی بناء پر انہوں نے ہماری مخالفت کی ہے چھوڑ یے جانے دیجئے۔

اس نے کہا خدا کی قسم میں نجاشی کو ضرور بتاؤں گا کہ یہ لوگ عیسی بن مریم کو بندہ سمجھتے ہیں انہوں نے بڑی صفائی کے ساتھ اس بات کو آپ سے چھپائے رکھا ہے۔ یہ عیسی علیہ السلام پر تہمت ہے جس کے یہ مرتکب ہوئے ہیں۔

دوسرے دن عمرو بن عاص نجاشی کے پاس گیا اور کہا بادشاہ سلامت ان لوگوں نے آپ کو ایک بات سنادی اور ایک بات چھپائے رکھی یہ لوگ

عیسی بن مریم کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ ایک بندہ ہے' یہ بات سن کر نجاشی نے انہیں اپنے پاس بلایا اور دریافت کیا کہ عیسی بن مریم کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم عیسی علیہ السلام کے متعلق وہی کچھ کہتے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے۔

نجاشی نے کہا وہ آپ کے پاس کیا پیغام لائے ہیں؟ عیسی علیہ السلام کے بارے میں انہوں نے آپ کو کیا بتایا ہے؟

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ اللہ کا بندہ' اس کا رسول اور اس کا وہ کلمہ ہے جو پاکدامن مریم کی طرف القاء کیا گیا۔

نجاشی نے کہا بخدا عیسی علیہ السلام بالکل ایسے ہی ہیں جس کا اظہار آپ نے کیا ہے ان میں اور آپ کی بات میں ذرا برابر بھی فرق نہیں۔

یہ صورتحال دیکھ کر دربار مین موجود بڑے بڑے اساطین جزبز ہوئے اور کھسر پھسر کرنے لگے کہ نجاشی نے آج یہ کیا عجیب انداز اختیار کیا ہے اس نے انکی طرف غضبناک انداز میں دیکھا اور کہا تم جاؤ بھاڑ میں سچائی یہی ہے جس کا اظہار آج یہاں ہوا ہے۔

پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے کہا میرے اس ملک میں امن' سکوں اور آرام سے رہو جو تمہارے درپے آزار ہو گا نقصان اٹھائے گا۔ یقیناً جو تمہارے درپے آزار ہو گا نقصان اٹھائے گا۔

مجھے کوئی سونے کا پہاڑ دے کر یہ کہے کہ میں تمہیں کوئی گزند

پہنچاؤں تو میں اس پیشکش کو ٹھکرادوں گا اور تمہیں کوئی ذرا برابر بھی تکلیف دینے کے لیئے امادہ نہیں ہوں گا۔

پھر اپنے دربان سے کہا عمرو بن عاص اور اس کے ساتھی کو تمام تحائف لوٹا دو مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں اللہ تعالی نے مجھے میرا ملک مجھے رشوت دے کر نہیں لوٹایا تھا کہ اب میں لوگوں سے تحائف کی صورت میں رشوت لینا شروع کردوں۔

O

اساطین حبشہ لوگوں میں کھل کر اظہار خیال کرنے لگے کہ نجاشی نے اپنا دین چھوڑ دیا ہے اور ایک دوسرے دین کو اپنالیا ہے وہ عوام الناس کو برانگیختہ کرنے لگے ہیں اس سے تعلق ناطہ توڑ دو حبشی اس آواز پر جمع ہونے لگے اور انہوں نے اس کی بیعت ختم کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔

نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کو اس نئی صورت حال سے آگاہ کیا۔

ان کے لیئے کشتیاں تیار کرائیں اور کہا میری اب قوم سے ٹھن گئی ہے اگر میں ان کے مقابلے میں پسپا ہوگیا تو تم ان کشتیوں پر سوار ہو کر جہاں چاہیں چلے جانا اور اگر میں کامیاب ہوگیا تو پھر آپ عزت واکرام سے رہائش رکھنا۔

پھر نجاشی نے ہرن کا باریک چمڑا منگوایا اور اس پر یہ لکھا:

اشھد ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا عبدہ و خاتم

رسولہ واشھد ان عیسی عبدہ ورسولہ وروحہ وکلمتہ القاھا الی مریم

(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کو معبود حقیقی نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے آخری رسول ہیں)

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسی اس کا بندہ اس کا رسول اس کی روح اور کلمہ ہے جسے اس نے مریم کی طرف القاء کیا پھر یہ چمڑا اپنے سینے پر باندھ لیا اور اس کے اوپر جبہ پہن لیا اور اللہ کا نام لے کر ان لوگوں کی طرف چل دیئے جنھوں نے آپ کے خلاف بغاوت کر رکھی تھی۔

جب ان کے پاس پہنچے تو باواز بلند ان کو مخاطب کرتے ہو کہا:

اے حبشہ کے رہنے والو میرے کردار کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے اپنی زندگی کے دن تم میں کیسے گذارے؟

سب نے کہا: بہت اچھے دن گذرے آپ کے اخلاق' کردار پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔

نجاشی نے کہا تو پھر آپ نے میرے خلاف یہ کیا ہنگامہ بپا کر رکھا ہے؟ انہوں کہا آپ نے ہمارا مذہب چھوڑ دیا ہے اب تمہارا خیال ہے کہ عیسی علیہ السلام انسان ہے۔

نجاشی نے کہا: عیسی علیہ السلام کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

سب نے بیک زبان ہو کر کہا وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ نجاشی نے سینے پر

ہاتھ رکھ کران خیالات کا اظہار کیا جو چمڑے پر لکھ کر سینے پر باندھا ہوا تھا۔ اور ببانگ دہل یہ کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ علیہ السلام ہو بہو یہی کچھ ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ یہ باتیں سنکر سب لوگ خوش ہو گئے مجمع بکھر گیا اور سب راضی خوشی گھروں کو واپس لوٹ گئے۔

○

نجاشی اور قوم کے مابین پیدا ہونے والے اختلافات کا نبی اکرم ﷺ کو علم ہوا تو کبیدہ خاطر ہوئے لیکن مہمان مہاجرین کے ساتھ نجاشی کے حسن سلوک سے بہت خوش ہوئے اور اس سے بڑھ کر آپ کو اس بات پر خوشی ہوئی کہ نجاشی نے اسلام قبول کرلیا ہے اور قرآنی تعلیمات کے سامنے سرنگوں ہو گیا اس کے بعد جوں جوں وقت گذرتا گیا نبی اکرم ﷺ اور نجاشی کے درمیان تعلقات خوشگوار اور گہرے ہوتے گئے۔

سن ۷ ہجری کے پہلے مہینے رسول اکرم ﷺ نے چھ سربراہان مملکت کو خط لکھے جن میں انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت پیش کی گئی۔ ان خطوط میں ایمان کی خوبیوں اور کفر و شرک کے خطرناک نتائج کو اجاگر کیا گیا تھا' خطوط پہنچانے کے لئے چھ تجربہ کار صحابہ کرام کا انتخاب کیا گیا ان صحابہ میں سے ہر ایک نے اس علاقے کی زبان سے آگاہی حاصل کی جہاں اس نے سفارت کے فرائض سرانجام دینے تھے' پھر یہ فریضہ ادا کرنے کے لئے ایک ہی دن روانہ ہوئے ان میں سے حضرت عمرو بن امیہ ضمری حبشہ کے حکمران نجاشی کے پاس گئے۔

O

حضرت عمرو بن امیہ نجاشی کے دربار میں پہنچے اسے سلام کہا اس نے بڑی خوش اسلوبی سے سلام کا جواب دیا اور انہیں خوش آمدید کہا۔

جب دربار میں موجود تمام حاشیہ بردار بیٹھ گئے تو انہوں نے نجاشی کی خدمت میں نبی اکرم ﷺ کا خط پیش کیا اس نے خط کو انتہائی عقیدت کے ساتھ کھولا دیکھا کہ اس میں آپ نے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی ہے۔

نجاشی نے وفور عقیدت سے خط کو اپنی آنکھوں سے لگایا اور خط کے احترام میں اپنے تخت سے نیچے اتر آیا پھر اس نے بھری مجلس میں اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔

اللہ اکبر وللہ الحمد سبحان اللہ العظیم کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اس نے برملا سب کے سامنے یہ بات کہی!

اگر حالات سازگار ہوتے تو میں ابھی حضرت محمد ﷺ کے پاس پہنچتا آپ کا دیدار کرتا آپ کے قدموں میں بیٹھتا۔

پھر اس نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں جوابی خط لکھا جس میں اپنے اسلام قبول کرنے کی روئیداد لکھی۔

پھر حضرت عمرو بن امیہ نے ایک دوسرا خط نجاشی کو دیا جس میں ابو سفیان بن حرب کی بیٹی رملہ کے ساتھ شادی کا پیغام تھا۔

ام المومنین ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان کی ابتدائی داستان بڑی

غمناک' ہے لیکن اس داستان کا انجام بڑا خوشگوار ہے۔
آیئے ذرا اس داستان کی جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

○

رملہ بنت ابی سفیان نے قریش کے سردار اپنے ابا جان کے خداؤں کا انکار کر دیا تھا یہ اور ان کا خاوند عبیداللہ بن جحش ایک اللہ پر ایمان لے آئے جس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے نبی حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی تصدیق کر دی' قریش نے ان دونوں میاں بیوی کا عرصہ حیات تنگ کر دیا وہ انہیں اذیت ناک سزائیں دینے لگے یہاں تک کہ ان کا مکہ میں رہنا دشوار ہو گیا اور یہ بھی اس قافلے میں شریک ہو گئے جو اپنے ایمان اور جان کو بچانے کے لیئے حبشے کے حکمران نجاشی کے پاس جا کر پناہ گزین ہوا تھا۔ انہیں بھی وہاں وہی امن سکون اور چین نصیب ہوا تھا جس سے دوسرے مہاجرین فیضیاب ہوتے تھے ام حبیبہ نے یہ سمجھا کہ اب مشکل کی گھڑیاں بیت گئی سکھ چین کا دور شروع ہو گیا لیکن تقدیر نے اپنے دامن میں کیا چھپا رکھا ہے اور مستقبل میں ایک ایسا ہولناک واقعہ رونما ہونے والا ہے جو اسے تڑپا کے رکھ دے گا اس کا اسے وہم و گمان ہی نہ تھا۔

ہوا یہ کہ ان کا خاوند عبیداللہ بن جحش مرتد ہو گیا اس نے عیسائیت قبول کر لی اسلام اور اہل اسلام کو مذاق کرنے لگا۔

شراب خانوں کا رخ کیا جام پہ جام چڑھانے لگا۔ ام الخبائث کی اسے ایسی لت پڑی کہ کبھی اس کی طبیعت سیر ہی نہ ہوتی' اب ام حبیبہ کے لیئے دو

میں سے ایک کڑوی گولی نگلنا ضروری ہو گئی یا وہ طلاق لے لیں یا عیسائیت قبول کر لیں۔

○

ام حبیبہ کے سامنے اب تین صورتیں تھیں۔ پہلی یہ کہ خاوند کی بات مانتے ہوئے عیسائیت قبول کر لیں۔ اس سے دنیا کی رسوائی اور آخرت کا عذاب لازم آتا دوسری صورت یہ تھی کہ وہ مکہ میں اپنے والد کے گھر واپس چلی جائے جو کہ شرک اور کفر کا گڑھ تھا۔ اور تیسری صورت یہ تھی کہ طلاق لے کر حبشہ میں اکیلی ہی صبر و شکر کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرے جبکہ چھوٹی بچی حبیبہ بھی اس کی گود میں تھی۔

آخر کار اللہ تعالی کی رضا کو ہر چیز پر ترجیح دیتے ہوئے بھلے دنوں کی امید پر حبشہ میں ہی رہنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

○

ام حبیبہ کی داستان غم زیادہ طویل نہ ہوئی تھی کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد خاوند نشے کی حالت میں چل بسا۔ عدت کے دن پورے ہوتے ہی مسرت شادمانی اور خوشحالی نے خیر مقدم کیا ایک روز صبح کے سہانے وقت میں ابھی سورج کی چمکیلی کرنوں نے آنگن میں ضوفشانی کی ہی تھی کہ گھر کے دروازے پر دستک ہوئی دروازہ کھول کر دیکھا۔ نجاشی کی کنیز ابرہہ کھڑی مسکرا رہی ہے اور مسکراتے ہوئے سلام عرض کی اور ساتھ ہی یہ پیغام دیا کہ بادشاہ

سلامت نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ خوش خبری دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنے لیئے رفیقہ حیات کے طور پر منتخب کیا ہے اور نکاح کے لیئے بادشاہ سلامت کو وکیل مقرر کیا ہے۔ آپ اپنی طرف سے جسے پسند کریں وکیل نامزد کر دیں یہ خبر سن کر ام حبیبہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور وفور مسرت وشادمانی سے اسے خیر و برکت کی دعائیں دینے لگی اللہ تجھے خوش رکھے، تیرے بھاگ جاگتے رہیں، جیتی رہو، شاد رہو آباد رہو ہمیشہ خوشیاں تیرے سنگ رہیں۔

پھر کہا میری طرف سے خالد بن سعید بن عاص وکیل ہونگے وہ میرے قریبی رشتہ دار ہیں۔

○

ام حبیبہ کی رسول اکرم ﷺ کے ساتھ رسم نکاح کی تقریب میں شرکت کے لیئے حبشہ میں مقیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نجاشی کے محل میں جمع ہوئے سب کے وہاں اکٹھا ہونے پر نجاشی نے اللہ تعالی کی حمد و ثناء بیان کی پھر حاضرین کو آگاہ کرتے ہوئے یہ کہا کہ رسول اقدس ﷺ نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ رملہ بنت ابی سفیان کے نکاح کا آپ کے ساتھ اہتمام کیا جائے اس لئے آپ کو یہاں دعوت دی گئی ہے تاکہ آپ اس خوشی کی تقریب میں شریک ہوں اور میں نے رسول اکرم ﷺ کی نیابت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے چار سو دینار مہر مقرر کیا ہے۔

پھر خالد بن سعید بن عاص کھڑے ہوئے اللہ کی تعریف بیان کی

استعانت طلب کی اور نبی اقدس پر درود و سلام بھیجنے کے بعد کہا۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کی طلب اور خواہش کا احترام کرتے ہوئے اپنی موکلہ رملہ بنت ابی سفیان کا رسول اکرم ﷺ کے ساتھ نکاح کیا' اللہ تعالی اپنے رسول اقدس کے لئے انکی رفیقہ حیات کو باعث برکت بنائے اور اس کی خوش نصیبی پر میں اسے مبارک باد دیتا ہوں۔

○

نجاشی نے اپنے بحری بیڑے میں سے دو کشتیاں تیار کیں اور ان پر ام المومنین رملہ بنت ابی سفیان انکی بیٹی حبیبہ حبشہ مین پناہ گزین صحابہ اور ان حبشی باشندوں کو مدینہ منورہ روانہ کیا جو اللہ و رسول پر ایمان لاتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔

مسلمان اہل حبشہ کا دلی شوق تھا کہ وہ نبی اقدس ﷺ کی زیارت کریں' ان سے فیض حاصل کریں اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں اس قافلے کا امیر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا۔

اس موقعہ پر ام المومنین ام حبیبہ کی خدمت میں بطور تحفہ وہ تمام قیمتی عطریات پیش کی گئیں جو نجاشی کی بیگمات کی ملکیت تھیں۔ اور قیمتی تحائف رسول اقدس کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے امیر قافلہ کے سپرد کیئے گئے۔

ان تحائف میں تین عمدہ دیدہ زیب اور نفیس ترین چھڑیاں تھیں۔ان میں سے ایک چھڑی رسول اقدس ﷺ نے اپنے لئے رکھ لی

دوسری حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دے دی اور تیسری حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو عنایت کردی۔

بسا اوقات حضرت بلال رضی اللہ عنہ وہ چھڑی پکڑ کر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چلتے جو آپ نے اپنے لئے رکھ لی تھی رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ دوران سفر اس چھڑی کو استعمال کرتے جہاں مسجد نہ ہوتی تو اس سے قبلے کا تعین کرنے کے لئے لکیر لگاتے عیدین اور نماز استسقاء کے وقت ہمراہ لے جاتے' حضرت بلال رضی اللہ عنہ یہ چھڑی تھامے کئی مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آگے آگے بھی چلے' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت بلال کے ہاتھ مین یہی چھڑی ہوا کرتی تھی۔ اس کے بعد یہ سعد قرظی کے پاس چلی گئی۔

نجاشی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سونے کی ایک انگوٹھی بھی بطور تحفہ دی لیکن آپ نے یہ انگوٹھی اپنی نواسی امامہ بنت زینب کو پہنادی۔

○

فتح مکہ سے تھوڑا عرصہ پہلے اصحمہ نجاشی اللہ کو پیارے ہوگئے۔

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کی خبر سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز جنازہ پڑھنے کے لئے بلایا اور فرمایا تمہارا بھائی اصحمہ نجاشی وفات پاگیا ہے۔ آپ نے امامت کی اور سب نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھی اللہ اصحمہ نجاشی سے راضی ہوگیا اور اللہ نے اسے راضی کردیا اور سدا بہار جنتوں میں جگہ عطا کی۔

اس نے مظلوم مسلمانوں کی مدد کی' خوف زدہ اہل ایمان کی ڈھارس

بندھائی اور اس خدمت سے محض اللہ اور اسکے رسول کو راضی کرنا مقصود تھا۔

○

حکمران حبشہ اصحمہ نجاشی کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتب کا مطالعہ کیجئے۔

۱۔ السیرۃ النبویہ لابن ہشام	۱/۳۵۶۔۳۶۹
۲۔ اعلام النساء للذہبی صفحہ	۸۱۔ ۱۲۳۔ ۲۵۱
۳۔ تاریخ خلیفہ	صفحہ ۹۱
۴۔ اسد الغابہ	۱/۱۱۹
۵۔ تہذیب الاسماء واللغات	۹/۲۸۷
۶۔ مجمع الزوائد	۹/۴۱۹
۷۔ الاصابہ	۱/۱۷۷

(۳۱)

حضرت ابو العالیہ رفیع بن مہران رضی اللہ عنہ

صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد ابو العالیہ سے بڑھ کر قرآن کا کوئی دوسرا عالم دیکھائی نہیں دیتا اس کے بعد سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا نام آتا ہے۔

(ابو بکر بن داود)

رفیع بن مہران جن کی کنیت ابوالعالیہ ہے ملت اسلامیہ کے نابغہ روزگار ہیں۔

علماء اور محدثین کے سرخیل

تابعین میں کتاب اللہ اور حدیث رسول کے سب سے بڑے عالم

قرآن عزیز کے فہم وادراک اور اس کے مطالب و مفاہیم کی گھرائی تک پہنچنے میں سب سے بڑھ کر قدرت' صلاحیت اور ید طولے رکھنے والے

اور قرآن حکیم کے مقاصد اور اسرار رموز پر گہری نظر رکھنے والے تھے۔

آیئے ان کی داستان حیات کا آغاز کریں!

انکی داستان حیات دلچسپ اور نصیحت آموز واقعات سے لبریز ہے۔

○

رفیع بن مہران ایران میں پیدا ہوئے وہیں پلے بڑھے اور جوان ہوئے جب مسلمانوں نے سرزمیں ایران پر چڑھائی کی تاکہ اس کے باشندوں کو کفر کی تاریکیوں سے نکال کر نور اسلام سے آشنا کردیں اس وقت رفیع کا عہد شباب تھا اس جنگ میں لشکر اسلام کو غلبہ حاصل ہوا اور بہت سے ایرانی گرفتار ہوئے ان جنگی قیدیوں میں رفیع بن مہران بھی شامل تھا اس طرح اسے اسلام کی خوبیوں سے آشنائی حاصل ہوئی اور اس نے گہری نظر سے بت پرستی اور اللہ کی عبادت کا موازنہ کیا ایرانی قیدی بڑی تیزی سے اسلام قبول کرنے لگے' قرآن فہمی میں دلچسپی لینے لگے اور حدیث رسول کے علم سے

سیراب ہونے لگے۔

رفیع اس دور کی ایک جھلک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں اور میری قوم کے چند افراد مجاہدین کے ہاتھوں قیدی ہوئے بصرہ چھاؤنی میں مسلمانوں کے زیر حراست غلامی کے دن گزار رہے تھے' تھوڑے ہی عرصے کے بعد ہم اللہ پر ایمان لے آئے اور اللہ کی کتاب قرآن حکیم کو زبانی یاد کرنا شروع کردیا ہم میں سے چند ایک اپنے مالکوں کو ٹیکس ادا کرتے تھے اور دوسرے ان کی خدمت پر مامور تھے۔ میں بھی ان میں شامل تھا۔

ہم قرآن کریم ہر رات ختم کرلیا کرتے تھے لیکن ہمیں اس میں مشکل پیش آنے لگی اور ہم دو راتوں میں ختم کرنے لگے' جب یہ بھی دشوار ہوگیا تو تین راتوں میں ختم کرتے لیکن جب ہمیں یہ بھی مشکل محسوس ہونے لگا تو ہم نے اس کا بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا ہفتے میں ایک دفعہ قرآن مجید مکمل کرلیا کرو تو اس کے بعد ہم رات کو قرآن حکیم بھی پڑھتے اور آرام بھی کرتے۔

رفیع بن مہران بنو تمیم کی ایک متقی' پرہیزگار' دانشمند اور رحم دل خاتون کے غلام تھے۔

دن میں اس کا گھریلو کام بھی کرتے اور آرام بھی کرتے فراغت کے وقت لکھنے پڑھنے میں مصروف رہتے دن کا کچھ حصہ دینی علوم حاصل کرنے میں گذارتے۔

○

ایک روز جمعہ کے دن رفیع نے بڑی تسلی سے وضو کیا پھر اپنی آقا سے اجازت طلب کی۔

خاتون نے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟

کہا مسجد جانا چاہتا ہوں!

خاتون نے پوچھا کون سی مسجد جانا چاہتے ہو؟

کہا جامع مسجد جانے کا خیال ہے!

خاتون نے کہا چلئے میں بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں دونوں گھر سے نکلے ایک ساتھ مسجد میں داخل ہوئے رفیع کو قطعاً معلوم نہ تھا کہ یہ خاتون آج اس کے ہمراہ مسجد کیوں آئی ہے۔

جب مسجد لوگوں سے کھچا کھچ بھر گئی۔ امام منبر پر خطبہ دینے کے لئے بیٹھ گیا تو خاتون نے اسکا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور کہا لوگو گواہ رہنا میں نے اپنے اس غلام کو اللہ کی رضا کے لیئے آزاد کردیا ہے۔

میں اس عمل سے اللہ کی خوشنودی' ثواب اور اپنے گناہوں کی معافی چاہتی ہوں۔

پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے یہ دعا کی کہ الٰہی میں اس عمل کو تیرے ہاں اس دن کے لئے ذخیرہ بناتی ہوں جس دن نہ مال فائدہ دے گا اور نہ ہی اولاد۔

نماز جمعہ ختم ہونے کے بعد رفیع غلامی سے آزاد ہو کر اپنی نئی منزل کی طرف روانہ ہوگئے اور معزز خاتون اپنے گھر واپس آگئی۔

○

رفیع بن مہران اسی روز مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے وہاں پہنچ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا' چند روز بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اس طرح امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے انہیں قرآن حکیم سنانے اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

○

ابو العالیہ رفیع بن مہران قرآن و حدیث کا علم حاصل کرنے میں ہمہ تن مصروف ہوگئے۔

ان تابعین کرامؒ سے احادیث سنتے جو بصرہ میں رہائش پذیر تھے لیکن ان کا دلی شوق یہ تھا کہ سماعت حدیث میں اس سے بڑھ کر مضبوط واسطہ اختیار کیا جائے اس لئے وہ اکثر و بیشتر مدینہ منورہ کا سفر اختیار کرتے تاکہ وہاں موجود صحابہ کرام سے براہ راست احادیث رسول علیہ السلام کی سماعت کا شرف حاصل کیا جائے اس طرح انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت ابی بن کعب' حضرت ابو ایوب انصاری' حضرت ابو ھریرۃ' اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے علم حدیث حاصل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ابو العالیہ نے مدینہ منورہ میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہما سے ہی علم حدیث حاصل کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ دیگر مقامات

پر بھی پہنچے جہاں اصحاب رسول علیہ السلام موجود تھے۔ جب انہیں پتہ چلتا کہ کسی دور دراز مقام پر علمی شخصیت موجود ہے تو وہ اس کی زیارت کے لیے رخت سفر باندھتے خواہ کتنا ہی کٹھن راستہ ہوتا اس پر چلنے کے لئے کمر بستہ ہو جاتے جب منزل پر پہنچتے سب سے پہلے اس شخص کے پیچھے نماز ادا کرتے جب یہ دیکھتے کہ وہ شخص نماز صحیح انداز سے ادا نہیں کر رہا۔ نماز کا حق ادا نہیں کر رہا تو اپنے دل میں سوچتے کہ جو شخص نماز میں سستی کرتا ہے وہ دیگر فرائض میں اور زیادہ سست ہو گا پھر وہ اپنی چھڑی پکڑتے اس سے ملاقات کئے بغیر واپس لوٹ جاتے۔

○

ایک وقت ایسا آیا کہ ابو العالیہ علم کے اعلی درجے پر فائز ہو گئے علمی میدان میں سب ہم عصر احباب پر فوقیت لے گئے ان کے متعلق ایک ساتھی نے کہا:

میں نے ایک روز ابو العالیہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا پانی کے قطرے اس کے چہرے اور ہاتھوں سے موتیوں کی طرح گر رہے تھے۔

طہارت و پاکیزگی کی کرنیں اس کے اعضاء پر چمک رہی تھیں میں نے انہیں سلام عرض کرتے ہوئے کہا اللہ تعالی توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ انہوں نے کہا بھائی جان پاکیزہ وہ نہیں ہوتے جو پانی سے اپنی میل کچیل صاف کرتے ہیں حقیقت میں پاکیزہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو گناہوں سے بچتے ہیں' میں نے ان کی بات پر دھیان دیا اور یہ محسوس

کیا کہ وہ سچ کہتے ہیں اور میں غلطی پر ہوں میں نے کہا اللہ آپ کو جزائے خیر عطا کرے اور آپ کے علم و فہم میں اضافہ فرمائے۔

○

ابو العالیہ اکثر و بیشتر لوگوں کو علم حاصل کرنے کی ترغیب دلاتے اور انہیں شاہراہ علم پر گامزن کرنے کے لئے منصوبے تشکیل دیتے رہتے۔

وہ کہا کرتے تھے لوگو علم حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو اطاعت شعار بناؤ اور مسائل دریافت کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ سوال کیا کرو۔ اور یہ بات ذہن نشین کرلو کہ علم اپنے پروں کو شرمیلے اور متکبر کے سامنے نہیں بچھاتا شرمیلا اپنی شرم وحیا کی وجہ سے سوال نہیں کرتا متکبر اپنے تکبر اور نخوت کی بناپر مسائل دریافت نہیں کرتا۔ حضرت رفیع اپنے طلبہ کو علم حاصل کرنے اس کے احکامات پر عمل پیرا ہونے اور بدعتیوں کی موشگافیوں سے اعراض برتنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔

وہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن سیکھو' جب تم قرآن کا علم حاصل کرلو تو پھر اس سے بے رغبتی اختیار نہ کرنا سیدھے راستے کو لازم پکڑنا یاد رکھنا اسلام ہی سیدھا راستہ ہے خواہشات نفس سے بچ کر رہنا وہ تمہارے درمیان عداوت اور بغض پیدا کردیں گی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز عمل سے سرمو انحراف نہ کرنا۔

طلبہ کو حفظ قرآن کا آسان طریقہ سمجھاتے ہوئے فرمایا کرتے تھے۔

قرآن حکیم کی پانچ پانچ آیات زبانی یاد کیا کرو اس طرح تمہارے

ذہنوں پر بوجھ نہیں پڑے گا۔ یہ طریقہ قرآن فہمی کے لئے آزمودہ ہے۔

○

ابوالعالیہ فقط معلم ہی نہیں تھے بلکہ وہ ایک مربی بھی تھے وہ اپنے شاگردوں کو علم و عرفان' اور دین و دانش کی دولت سے مالامال کردیتے تھے' نیز ان کے دلوں کی دنیا کو موعظہ حسنہ کی غذا بہم پہنچاتے۔

نصیحت آموز گفتگو کرتے ہوئے اکثر اوقات دو چیزوں کا ملا کر تذکرہ کرتے مثال کے طور پر انکی گفتگو کا انداز یہ ہوتا۔

ان اللہ قضی علی نفسہ ان من آمن بہ ھداہ

بلاشبہ اللہ نے اپنے اوپر لازم قرار دے لیا ہے کہ جو اس پر ایمان لایا اللہ نے اسے ہدایت دی۔

جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

ومن یومن باللہ یھد قلبہ التغابن۔۱۱

اور جو اللہ پر ایمان لاتا ہے تو وہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے۔

وان من توکل علیہ کفاہ

اور جس نے اس پر بھروسہ کیا وہ اس کے لئے کافی ہوا۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے۔

ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ الطلاق۔

۳

اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے لیئے کافی ہو جاتا ہے۔

وان من اقرضه جازاه

اور حقیقت یہ ہے کہ جس نے اسے قرضہ دیا وہ اسے بدلہ دیتا ہے۔

جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔

ومن ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ البقرۃ۔ ۲۴۵

وان من دعاہ اجابہ

اور جس نے اللہ سے دعا کی اس نے اس کی دعا کو قبول کیا۔

جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

واذا سالت عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان : البقرۃ ۱۸۶

اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھتے ہیں تو میں قریب ہوں دعا مانگنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے۔

وہ اپنے شاگردوں سے کہا کرتے تھے۔ اللہ کی اطاعت اختیار کرو اور اطاعت گزاروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ نافرمانی سے بچو اور اللہ کی نافرمانی کرنے والوں سے بھی دور رہو پھر نافرمانوں کا معاملہ اللہ کے سپرد کرو اگر وہ چاہے انہیں عذاب دے یا چاہے انہیں بخش دے۔ وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو کہ وہ اپنی بڑھائی بیان کرتے ہوئے ہر ایک سے یہ کہتا پھرتا ہے کہ میں اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں اور

اللہ ہی کے لئے دشمنی کرتا ہوں۔ میں ہر کام میں اللہ کی رضا کو ترجیح دیتا ہوں اور اللہ کے خوف سے منع کردہ امور سے پہلو تہی اختیار کرتا ہوں۔ تو تم اس کی کسی بات کی طرف دھیان نہ دیا کرو کیونکہ مخلص لوگ اپنی نیکی کا ڈھنڈورا نہیں پیٹا کرتے۔

○

ابوالعالیہ صرف عالم عامل اور واعظ ہی نہ تھے بلکہ وہ میدان جہاد کے شہسوار بھی تھے۔

وہ مجاہدین کے شانہ بشانہ میدانہائے جہاد میں اپنا قیمتی وقت گذارا کرتے تھے۔

یا دشمن کی سرحد پر پہرے دار کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیا کرتے تھے۔ انہوں نے جہاد کے لیئے شرق وغرب کا سفر اختیار کیا۔ سرزمین شام میں روم کی لڑائی مین شریک ہوئے۔

اور اسی طرح ایران' ترکی اور روس مین لڑی گئی جنگوں میں شریک ہوئے۔ یہ پہلی عظیم الشان شخصیت ہے جس نے ان علاقوں میں اذان کی آواز بلند کی۔

فرماتے ہیں جب حضرت علی اور امیر معاویہ کے درمیان معرکہ آرائی اپنے جوبن پہ تھی۔ میں اس وقت چاق و چوبند تھا' جنگی کاروائیوں میں حصہ لینا میرا محبوب مشغلہ تھا میں شریک ہونے کے لئے تیار ہوا میدان مین آیا دیکھا کہ دونون طرف سے نعرہ ء تکبیر کی آوازیں گونج رہی ہین

شور وغوغا اور چیخ وپکار کا عالم یہ ہے کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی۔ میرے دل میں آیا کہ اب کیا کروں ؟ کس کے خلاف لڑوں ؟ کس پر ہتھیار سے وار کروں ؟ کسے اپنا دشمن گردانوں ؟ کسے مؤمن خیال کرتے ہوئے اس کا ساتھ دوں' دونوں طرف اپنے ہی بھائی بند ہیں۔ اپنے ہی پیارے ہیں' مسلمان ہیں مومن ہیں یہ خیال آتے ہی واپس گھر لوٹ آیا۔

○

حضرت ابو العالیہ کو زندگی بھر اس بات کا افسوس ہی رہا کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل نہ ہو سکا۔ لہٰذا تلافی مافات کے لئے ان کی کوشش یہ رہتی کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تقرب حاصل کیا جائے جنہیں رسول اقدس ﷺ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ قریب رہنے کا شرف حاصل رہا ہے۔ وہ انہیں ترجیح دیتے اور ان سے محبت کرتے وہ بھی اس کے ساتھ ترجیحی سلوک کرتے اور محبت سے پیش آتے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ ان دنوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے بصرہ کے گورنر تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں والہانہ انداز میں خوش آمدید کہا اور اپنی دائیں طرف تخت پر بٹھایا اس وقت مجلس میں قریشی سردار بھی موجود تھے وہ ایک دوسرے کی طرف کنکھیوں سے دیکھنے لگے اور آپس میں کھسر پھسر کرنے لگے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے دیکھا عبداللہ بن عباس نے اس غلام کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھالیا ہے جبکہ ہم نیچے عام لوگوں کے ساتھ

بیٹھے ہیں جب حضرت عبداللہ بن عباس نے انہیں آپس میں اشارے کرتے ہوئے دیکھا اور باتیں کرتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے صورت حال کو بھانپ لیا۔

ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

علم معزز انسان کی عزت میں اضافہ کرتا ہے اور لوگوں میں اس کا مرتبہ مزید بلند ہو جاتا ہے اور غلاموں کو تخت نشین بنا دیتا ہے۔

○

حضرت ابو العالیہ کے خادم رسول علیہ السلام حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بڑے گہرے تعلقات تھے۔

ایک روز حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے انہیں سیب دیا۔ آپ نے ان کے ہاتھ سے سیب لیا اور اسے چومنا شروع کر دیا اور بار بار یہ فرمانے لگے یہ کیسا پیارا سیب ہے جس نے ان ہاتھوں کو چھوا ہے جو ہاتھ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے لگے۔

○

ایک دفعہ کا وقعہ ہے کہ حضرت ابو العالیہ نے اللہ کی راہ میں جہاد کا ارادہ کیا جہادی سفر پر روانگی کے لئے تیار ہوئے مجاہدین کے ہمراہ جانے کے لئے تیار ہوئے ہی تھے کہ ایک پاؤں میں شدید درد ہونے لگی دھیرے دھیرے درد میں اضافہ ہونے لگا طبیب کو بلایا گیا انہوں نے جائزہ لیتے ہوئے

کہا انہیں ایک ایسی بیماری لاحق ہو چکی ہے جو اندر سے گوشت کو بھسم کئے جا رہی ہے اندیشہ ہے کہ اگر اس کو یہیں قابو نہ کیا گیا تو پورے جسم میں پھیل جائے گی بہتر ہے کہ ٹانگ کاٹ دی جائے تاکہ بیماری آگے نہ پھیلے۔

حضرت ابو العالیہ نے بادل نخواستہ ٹانگ کاٹنے کی اجازت دے دی۔

○

طبیب نے چمڑا کاٹنے اور ہڈی چیرنے کے یعنی جراحی کے آلات منگوا لئے اور کہا جناب اگر آپ چاہیں تو کوئی نشہ آور دوائی پلا دیں تاکہ آپ کو زیادہ تکلیف محسوس نہ ہو؟

آپ نے فرمایا اگر میں اس سے بہتر طریقہ آپ کو بتاؤں تو؟

طبیب نے پوچھا وہ کیا؟

آپ نے فرمایا کسی ایسے قاری کو بلاؤ جو بہت عمدہ انداز میں قرآن حکیم کی تلاوت کرتا ہو۔

وہ میرے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھنا شروع کر دے جب تم دیکھو کہ میرا چہرا سرخ ہو چکا ہے آنکھیں آسمان کی طرف اٹھ چکی ہیں پلکوں نے جھپکنا چھوڑ دیا ہے تو پھر تم اپنا عمل جاری کر دینا۔ جس طرح چاہنا ٹانگ کاٹ دینا۔

طبیب نے ایسے ہی کیا جب تلاوت سنتے سنتے ان پر یہ خود فراموشی کی کیفیت طاری ہو گئی تو طبیب نے ٹانگ کاٹ دی جب ہوش آئی تو طبیب نے پوچھا آپ کو ٹانگ کاٹتے وقت تکلیف نہیں ہوئی فرمانے لگے اللہ کی محبت کی ٹھنڈک اور نشہ میرے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا تھا۔ جس کی

وجہ سے مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ ہڈی کاٹنے والی آری کی حرارت کو کتاب اللہ کی حلاوت' لذت اور مٹھاس نے ختم کردیا تھا۔ پھر انہوں نے اپنی کٹی ہوئی ٹانگ کو پکڑا اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگے قیامت کے روز جب میں اپنے رب سے ملوں گا میرا رب مجھ سے پوچھے گا۔ کیا میں چالیس سال کے عرصے میں تیرے ساتھ کسی حرام کام کی طرف چل کر گیا میں یہ جواب دوں گا کہ بالکل نہیں اللہ کے فضل وکرم سے میں اپنی اس بات میں سچا ہوں گا۔

○

حضرت ابوالعالیہ کے تقوے' خوف خدا' آخرت کی تیاری' اللہ تعالی سے ملاقات کے شوق کا یہ عالم ہوگیا کہ انہوں نے اپنے لئے کفن تیار کروایا ہر مہینے وہ ایک دن کفن پہنتے پھر اسے اتار کر رکھ دیتے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں تن درستی کی حالت میں تقریبا سترہ مرتبہ وصیت لکھی اور وصیت لکھتے وقت اپنی زندگی کے آخری لمحات کا تذکرہ بھی کردیتے جب اپنی طرف مقرر کردہ وقت آتا تو وصیت نامہ دیکھتے۔ اس میں چند ایک تبدیلیاں کردیتے یا اسے یکسر بدل دیتے۔

گناہوں سے پاک

دنیاوی آلائشوں سے مبرا

اپنے رب کی رحمت کے امیدوار

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا شوق دل میں بسائے ہوئے ماہ شوال سن

۹۳ ہجری کو وہ اپنے رب سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

○

ابو العالیہ رفیع بن مہران کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں

۱۔ سیر اعلام النبلاء علامہ ذہبی	۴/۲۰۷
۲۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد	۷/۱۱۲
۳۔ حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصفہانی	۲/۲۱۷-۲۲۴
۴۔ تہذیب التہذیب لابن حجر	۳/۲۸۴
۵۔ المعارف ابن قتیبہ	۴۵۴
۶۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ	۱/۲۷۴۰
۷۔ تذکرۃ الحفاظ ذہبی	۱/۵۸

(۳۲)

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ
قبیلہ بنو تمیم کے سردار

احنف بن قیس عزت، شرف
اور سرداری کے اس اعلیٰ وارفع
مقام پر فائز ہیں کہ انہیں اقتدار
کوئی فائدہ دیتا ہے اور نہ ہی گوشہ
نشینی کوئی نقصان پہنچاتی ہے۔

(زیاد بن امیہ)

دمشق میں موسم بہار اپنے پورے جوبن پر تھا سرسبز و شاداب گھنے باغات کے درخت لہلہاتے ہوئے آپس میں اٹھکیلیاں کر رہے تھے۔ ترو تازہ پھولوں سے فضا مہک رہی تھی امیر المؤمنین معاویہ بن ابو سفیان کے شاہی محل میں آنے والے مہمانوں کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی تھیں دربار سجادیا گیا امیر معاویہ کی بہن ام حکم پردے کی اوٹ میں کھڑی ہوگئی تاکہ مجلس میں بیان ہونے والی احادیث رسول علیہ السلام کی سماعت کرسکے اور اہل مجلس کی باہمی گفتگو کے دوران پیش کئے جانے والے نادر واقعات' عمدہ اشعار اور حکمت ودانائی کی باتیں سن سکے' یہ چونکہ بڑی دانشمند' بلند ہمت اور زود فہم خاتون تھی اسے اس بات کا بخوبی علم تھا کہ اس کا بھائی لوگوں کو دربار میں ان کے مرتبہ و مقام کے مطابق بیٹھنے کا حکم دے گا۔ سب سے پہلے صحابہ کرام' پھر تابعین اور ان کے بعد درجہ بدرجہ اہل علم اور اہل حسب ونسب افراد کو بٹھایا جائیگا۔

O

لیکن ام حکم نے دیکھا کہ اسکا بھائی سب سے پہلے ایک ایسے شخص کا استقبال کررہا ہے جو بظاہر معمولی سا معلوم ہوتا ہے ام حکم نے سنا کہ اس کا بھائی مہمان سے کہہ رہا ہے کہ جنگ صفین میں ایک مرتبہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی صفوں میں شامل ہیں یہ منظر میرے لئے سوہان روح ثابت ہوا۔ بھائی کی یہ بات سنتے ہی مہمان نے کہا:

اللہ کی قسم اے معاویہ وہ دل جس میں تیرے خلاف نفرت کی اثرات تھے وہ آج بھی ہمارے سینوں میں دھڑک رہے ہیں۔

وہ تلواریں جو ہم نے آپ کے خلاف لہرائی تھیں آج بھی ہمارے ہاتھوں میں ہیں اگر تم لڑائی کی طرف ایک انچ بڑھو گے تو ہم ایک بالشت بڑھیں گے اگر تم لڑائی کی طرف چلو گے تم ہم اس کی طرف دوڑیں گے۔

اللہ کی قسم ہم آج آپ سے کوئی عطیہ یا تحائف وصول کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے اور نہ ہی ہمارے دلوں میں تیرے ظلم و ستم کا کوئی ذرہ برابر خوف ہے۔

ہم تو محض اصلاح احوال' اتحاد و اتفاق اور آپس میں بھائی چارے کی فضا پیدا کرنے کے لئے آپ کے پاس آئے ہیں۔

یہ کڑوی کسیلی باتیں انتہائی ترش روئی کے ساتھ اس نے کیں اور بڑبڑاتا ہوا دربار سے باہر نکل گیا' یہ منظر دیکھ کر ام حکم سے نہ رہا گیا اس نے تھوڑا سا پردہ سرکایا تاکہ وہ اس شخص کو دیکھ سکے جو امیرالمؤمنین کے سامنے اینٹ کا جواب پتھر سے دے رہا ہے اور ایک کی دو سنا رہا ہے کیا دیکھتی ہیں کہ ایک ٹھگنے قد' کمزور جسم' چھوٹے سر' ٹیڑھی ٹھوڑی' دھنسی ہوئی آنکھیں' اندر کی طرف مڑے ہوئے پاؤں والا ایک ایسا شخص ہے کہ جس کے جسم کے ہر ایک جوڑ میں کوئی نہ کوئی ظاہری عیب ضرور ہے۔ ام حکم نے اپنے بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

امیرالمؤمنین یہ کون ہے جو خلیفہ کو اس کے گھر میں ڈانٹ پلا رہا

ہے اور جلی کٹی سنا رہا ہے۔ امیر معاویہ نے ٹھنڈی آہ بھری اور فرمایا:

یہ وہ شخص ہے کہ جب یہ غضبناک ہوتا ہے تو اس کے ساتھ بنو تمیم کے ایک لاکھ افراد بغیر سوچے سمجھے غصے سے لال پیلے ہو جاتے ہیں انہیں یہ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ یہ شخص ناراض کیوں ہوا ہے؟

یہ بنو تمیم کا سردار احنف بن قیس ہے۔ یہ سرزمین عرب کا جگر گوشہ اور پے در پے فتوحات حاصل کرنے والا جری بہادر ہے۔

آئیے احنف بن قیس کی داستان حیات کا آغاز کرتے ہیں۔

○

ہجرت سے تین سال پہلے قیس بن معاویہ سعدی کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ضحاک رکھا گیا اس کے دونوں پاؤں اندر کی جانب ٹیڑھے تھے جس کی وجہ سے لوگ اسے احنف کے نام سے پکارنے لگے پھر یہ لقب ان کے اصلی نام پر غالب آ گیا۔

احنف کا والد قیس اپنی قوم بنو تمیم میں کسی اعلیٰ رتبے پر فائز نہیں تھا اور نہ ہی کسی بہت کم درجے پر بلکہ یہ متوسط درجے کا ایک باوقار آدمی تھا' احنف کی پیدائش نجد کے مغربی جانب ایک بستی میں ہوئی ابھی یہ چلنے کے قابل بھی نہیں ہوا تھا کہ اس کا باپ قتل ہو گیا۔

عنفوان شباب میں ہی اس کے دل کو اسلام کی ضیا پاشیوں نے منور کر دیا۔

رسول اقدس نے اپنی وفات سے چند سال پہلے اپنے صحابہ

رضی اللہ عنہما میں سے ایک مبلغ کو احنف بن قیس کی قوم کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرنے کے لئے بھیجا اس مبلغ نے قوم کو ایمان قبول کرنے کی دعوت دی اس کے سامنے اسلام کی خوبیاں بیان کیں قوم خاموش تماشائی بنی رہی اور حاضرین ایک دوسرے کو دیکھنے لگے' احنف بھی وہاں موجود تھا اس نے جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا میری قوم یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں تم ایک قدم آگے بڑھاتے ہو اور دوسرے ہی قدم پیچھے ہٹتے نظر آتے ہو۔ اللہ کی قسم یہ تمہارے پاس آنے والا خیر و برکت کا پیغام لے کر آیا ہے۔ تمہیں اچھے اخلاق اپنانے کی تلقین کرتا ہے اور ناجائز کاموں سے روکتا ہے۔ اللہ کی قسم آج تک ہم نے اس کی زبان سے خیر کے کلمات ہی سنے ہیں۔

ہدایت کے مبلغ کی بات مانو دنیا و آخرت مین کامیابی حاصل کرلوگے۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ سب لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے اور یہ نوجوان احنف بھی دامنگیر اسلام ہوگیا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد بنو تمیم کے بزرگ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ گئے لیکن احنف بن قیس نوعمری کی وجہ سے اس نورانی وفد میں شامل نہ ہوسکا' اس طرح رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہونے کا شرف تو حاصل نہ کرسکا البتہ آپ کی خوشنودی' رضا اور دعا کی سعادت حاصل کرنے سے محروم نہ رہا۔

احنف بن قیس بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا عمر بن خطاب

رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک روز بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا. ایک شخص جس کے ساتھ میری پہلے سے جان پہچان تھی۔

اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا۔

کیا میں آج آپ کو خوش خبری سناؤں؟

میں نے کہا کیوں نہیں سناؤ!۔

اس نے بتایا کیا آپ کو یاد ہے کہ جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آپ کی قوم کی طرف مبلغ بنا کر بھیجا میں قوم کو اللہ کا دین قبول کرنے کی دعوت دینے لگا لوگ تذبذب کا شکار تھے کیا تجھے یاد ہے کہ تم نے قوم سے کیا باتیں کیں تھیں؟

میں نے کہا ہیں مجھے سب باتیں یاد ہیں۔

اس نے کہا میں نے واپس جا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تیرا تذکرہ کیا اور تیری سب باتیں آپ کی خدمت میں پیش کیں۔

آپ نے سن کر ارشاد فرمایا:

الٰہی احنف بن قیس کو بخش دے

احنف بن قیس کہتے ہیں کہ قیامت کے دن بخشش کی امید سب اعمال سے زیادہ مجھے اس دعا کی بنا پر ہوگی جو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے کی تھی۔ بلاشبہ یہ میرے لئے دنیا ومافیھا سے بڑی دولت ہے۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کو پیارے ہوگئے اور مسیلمہ کذاب جھوٹی نبوت کا دعوی کرتے ہوئے خم ٹھونک کر میدان میں آگیا کچھ لوگ اس

سے متاثر ہوکر مرتد ہوگئے ایک روز احنف بن قیس اپنے چچا متشمس کے ہمراہ مسیلمہ سے ملاقات کرنے کے لئے گئے یہ اس وقت میں الھڑ جوان تھا جب دونوں ملاقات کرنے کے بعد اس کے گھر سے نکلے چچا نے مجھ سے پوچھا احنف اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟۔

میں نے برجستہ جواب دیا: جھوٹا مکار چالباز' دغاباز' اللہ تعالی اور عامتہ الناس کا مجرم ہے مجھے یہ شیطان کا چیلہ اور خبیث النفس دیکھائی دیا۔ یہ تلخ تبصرہ سن کر چچا نے مسکراتے ہوئے کہا:

اگر میں مسیلمہ کو تیری یا باتیں بتادوں کیا تیرے دل میں کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوگا؟

احنف نے کہا بتاؤ بتاؤ میں بھی اس کے سامنے آپ کو قسم دے کر پوچھوں گا کہ کیا تم بھی مسیلمہ کذاب کے بارے میں وہی خیالات نہیں رکھتے جو خیالات میرے ہیں۔ اس طرح چچا اور بھتیجا اسلام پر پختہ یقین رکھتے ہوئے اور مسیلمہ کو مذاق کرتے ہوئے اپنی راہ چل دیئے۔

○

احنف بن قیس کا نوعمری میں ہی عزم راسخ اور یقین محکم اور پختہ موقف اختیار کرلینے سے شاید آپ انگشت بدنداں ہوجائیں اور آپ کو یہ انداز عجیب وغریب لگے' لیکن آپ کا تعجب اس وقت ختم ہوجائے گا اور دھشت و حیرانگی جاتی رہے گی جب آپ بنو تمیم کے اس ابھرتے ہوئے نوجوان کو پہچان لیں گے کہ یہ ذکاوت ذہانت فطانت ژرف نگاہی اور پاکیزگی

فطرت میں یگانہ روزگار ہے اور بچپن سے اپنی قوم کے مشائخ کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا انکی مجالس میں حاضری دیتا ان کے اجتماعات میں شریک ہوتا نیز اپنی قوم کے حکماء اور دانشوروں کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرتا۔

ایک روز اس نے اپنے بارے میں کہا کہ ہم قیس بن عاصم منقری کی مجلس میں باربار حاضری دیا کرتے تھے تاکہ ہم ان سے حلم و بردباری کا درس لیں علماء کی مجلس میں باربار شریک ہوتے تاکہ ان سے علم حاصل کریں۔

ان سے دریافت کیا گیا آپ کے استاذ کی بردباری کس درجے کی تھی؟

انہوں نے بتایا کہ میں نے ایک روز انہیں دیکھا کہ آپ گھر کے صحن میں کمر اور گھٹنوں کو پٹکا باندھ کر بیٹھے ہیں اور اپنی قوم کے چند افراد سے محو گفتگو ہیں میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ ہم نے شور و غل سنا ہم نے دیکھا کہ آپ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس کے دونوں ہاتھ پیٹھ پیچھے بندھے ہوئے تھے اور دوسری ایک لاش ہے۔ اس کو بتایا گیا کہ یہ تیرے بھائی کا بیٹا ہے اور اس نے تیرے فلاں بیٹے کو قتل کردیا ہے اور ہم اسے پکڑ کر آپ کے پاس لائے ہیں۔

بخدا آپ نے یہ سن کر نہ ہی اپنا پٹکا کھولا اور نہ ہی سلسلہ کلام منقطع کیا۔

پھر آپ نے قاتل بھتیجے کی طرف دیکھا اور فرمایا:

میرے بھائی کے بیٹے تو نے اپنے چچا کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے اور اپنے ہاتھ سے قطع رحمی کی ہے اور اپنے ہی تیر کا وار اپنے اوپر ہی کر دیا ہے۔

پھر آپ نے اپنے دوسرے بیٹے سے کہا بیٹے اپنے چچا زاد بھائی کے ہاتھ کھول دو پھر اس کی والدہ کو سو اونٹنیاں دیت کے طور پر پیش کرو' وہ بیچاری مظلوم ہے دل گرفتہ ہے' غمزدہ اور پریشان حال ہے۔

○

حضرت احنف بن قیس ؒ نے جلیل القدر صحابہ کرام ؓ سے تعلیم حاصل کی اور ان میں سرفہرست حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں آپ کی مجالس میں یہ حاضر ہوئے آپ کے مواعظ حسنہ سنے' آپ کے فیصلوں اور احکامات کو یاد کیا یہ مدرسہ عمریہ کے ذہین و فطین اور ہونہار شاگرد تھے ان پر اپنے نابغئہ روزگار استاذ کی گہری چھاپ تھی ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا آپ کی طبیعت میں یہ وقار اور حکمت و دانائی کے آثار کیسے پیدا ہوئے؟۔

فرمایا درج ذل باتوں سے جو میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے سنیں.

آپ نے فرمایا:

○ جس نے مذاق کیا وہ اس کی وجہ سے ذلیل ہوا

○ جس میں کوئی چیز زیادہ پائی جاتی ہے وہ اسی کے حوالے سے معاشرے میں معروف و مشہور ہو جاتا ہے۔

○ جو زیادہ بولتا ہے وہ لغزشیں کرتا ہے

○ جو زیادہ لغزشیں کرے اس میں حیاء کم ہو جاتی ہے۔

○ جس میں حیاء کم ہو جائے اس میں تقوی کم ہو جاتا ہے

○ اور جس میں تقوی کم ہو جائے اس کا دل مر جاتا ہے۔

○

احنف بن قیس رحمہ اللہ اپنی قوم کا سردار بن گیا حالانکہ وہ حسب و نسب کے اعتبار سے ان پر فوقیت نہیں رکھتا تھا۔

اور نہ ہی ماں باپ کے حوالے سے ان پر کوئی فوقیت رکھتا تھا۔

پوچھنے والوں نے ان سے راز کی بات پوچھی کسی ایک نے دریافت کیا اے ابو بحر قوم کس قسم کے شخص کو اپنا سردار بناتی ہے ؟

فرمایا جس میں چار خوبیاں ہوں۔ وہ کسی رکاوٹ کے بغیر اپنی قوم کا سردار بن جاتا ہے آپ نے دریافت کیا وہ خوبیاں کون سی ہیں ؟

۱۔ جس کا دین قدم قدم پر اسے روکتا ٹوکتا ہو۔

۲۔ جس کا حسب و نسب اس کی حفاظت کرتا ہو۔

۳۔ جس کی عقل و دانش اس کی راہنمائی کرتی ہو۔

۴۔ جس کی حیاء اسے برے کاموں سے روکتی ہو۔

○

احنف بن قیس سرزمین عرب کے ان معروف و مشہور حلیم الطبع لوگوں کی فہرست میں شامل ہو گئے جن کا تذکرہ ضرب المثل کے طور پر

کیا جاتا تھا۔

ان کی بردباری کا واقعہ بھی سن لیں۔

ایک مرتبہ عمرو بن اہتم نے کسی شخص کو برانگیختہ کیا کہ وہ انہیں گالیاں دے جس سے ان کی ہوائیاں اڑ جائیں لیکن حضرت احنف بن قیس گالیاں سن کر بالکل خاموش رہے جب گالی دینے والے نے دیکھا کہ یہ شخص خاموش ہے اور بالکل کوئی جواب ہی نہیں دے رہا تو وہ انگوٹھا منہ میں لے کر اسے کاٹنے لگا اور کہنے لگا۔

ہائے افسوس خدا کی قسم اس نے مجھے کوئی جواب اس لئے نہیں دیا کہ اس کے نزدیک تو ایک تنکے کے برابر بھی میری حیثیت نہیں۔ ہائے میں نے یہ کیا کیا؟

○

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بصرہ شہر کے باہر اکیلے چلے جا رہے تھے ایک شخص اچانک ان کے سامنے آیا اور اس نے تابڑ توڑ گالیاں بکنا شروع کر دیں۔ اور لگا تار جلی کٹی سنانے لگا آپ گالیاں سن کر بے مزا ہونے کی بجائے خاموشی سے نگاہیں جھکائے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔

جب دونوں لوگوں کے قدرے قریب پہنچے تو اچانک اس شخص کی طرف دیکھتے ہوئے فرمانے لگے جو گالیاں باقی رہتی ہیں وہ بھی دے لو جو طعن و تشنیع کے تیر تمہاری ترکش میں ہیں وہ بھی چلا دو ابھی موقعہ ہے پیارے

ورنہ ذرا آگے بڑھے اور میری قوم نے تیری یہ باتیں سن لیں تو لوگ تیری چمڑی ادھیڑ دیں گے۔

حلم و بردباری کے علاوہ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ عبادت گذار' کثرت سے روزے رکھنے والے' رات کو لمبا قیام کرنے والے اور لوگوں سے بے نیازی کا مظاہرہ کرنے والے تھے۔

جب رات اپنی تاریکی کے پر چہار سو پھیلا دیتی تو اپنا چراغ روشن کرتے اور اپنے قریب رکھ کر محراب میں کھڑے ہو کر نماز شروع کر دیتے یہ بیمار کی طرح آہیں بھرتے اور یہ عمل محض اللہ کے عذاب کے ڈر اور اس کی ناراضگی کے خوف کی وجہ سے ہوتا۔

جب انہیں محسوس ہوتا کہ ان سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے یا کوئی ان کا عیب ظاہر ہو گیا ہے اپنی انگلی چراغ کی لو کے قریب کرتے اور اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہتے احنف ذرا تم اس آگ کی شدت اور تمازت کو محسوس تو کرو۔

تو نے اس جرم کا آخر ارتکاب کیوں کیا؟

احنف تجھ پر افسوس ہے اگر تو چراغ کے اس چھوٹے سے شعلے کی تمازت کو برداشت نہیں کر سکتا اس کی حرارت کو صبرو تحمل سے سہہ نہیں سکتا تو کل قیامت کے دن جہنم کے شعلوں کو کیسے برداشت کر سکے گا؟

الٰہی اگر تو مجھے بخش دے تو تیرا یہ کرم ہے؟ اور اگر تو مجھے عذاب میں مبتلا کر دے تو واقعی میں اس سزا کا مستحق ہوں۔

اللہ حضرت احنف بن قیس پر راضی ہو گیا اور اللہ نے اسے بھی راضی کر دیا۔

وہ بلاشبہ زمانے کی بہار تھا اور لوگوں میں گوہر نایاب تھا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ابتدائی دور ہے۔ بنو تمیم کے بہادر' تجربہ کار جنگجو تیز رفتار پھرتیلے خوبصورت گھوڑوں پر بیٹھے' تیز' کاٹ دار اور چمکیلی تلواریں کندھوں پر لٹکائے ہوئے علاقہ احساء اور نجد میں واقع بصرہ چھاؤنی کی جانب کوچ کرنے کے لئے تیار کھڑے ہیں تاکہ وہاں عظیم جرنیل عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایرانی فوج سے لڑنے والے لشکر میں شامل ہو کر جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت کی سعادت حاصل کر سکیں ان میں جوان رعنا احنف بن قیس بھی تھا۔

○

ایک روز قائد لشکر حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کو امیرالمومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا خط ملا جس میں یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنے لشکر سے دس ایسے نیک دل صاحب رائے' جری بہادر اور جنگی آزمائش میں پورے اترنے والے مجاہد منتخب کر کے میرے پاس بھیجیں تاکہ میں ان سے لشکر کے حالات معلوم کر سکوں اور ان سے تسلی بخش مشورہ لے سکوں۔

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دس عمدہ' بہتر اور قابل رشک افراد منتخب کئے اور انہیں مدینہ منورہ امیرالمومنین کی خدمت میں روانہ کر دیا جن میں حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بھی

شامل تھے۔

○

وفد امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اسے خوش آمدید کہا: اپنے پاس بٹھایا ان کی اور عوام الناس کی ضروریات کے بارے میں دریافت کیا۔

ارباب وفد چوکس ہوئے اور کہنے لگے۔

امیر المؤمنین جہاں تک عوام الناس کا تعلق ہے آپ ان کے سربراہ ہیں ہم تو اپنے بارے میں آپ سے بات کریں گے۔

پھر اس کے بعد ہر ایک نے اپنے مطالبات امیر المؤمنین کی خدمت میں پیش کئے۔

احنف بن قیس نے سب کے بعد بات کی کیونکہ وہ سب سے کم عمر تھا۔

انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

امیر المؤمنین جس لشکر اسلام نے مصر پر چڑھائی کی وہ وہاں کی سرسبز و شاداب زمین اور فرعون کے عالی شان بنگلوں پر قابض ہو گیا۔

اور جو لوگ سرزمین شام میں فروکش ہوئے وہ عیش و عشرت کے ساتھ شاہان روم کے محلات میں زندگی بسر کرنے لگے۔

اور جن لوگوں نے ایران کا رخ کیا وہ میٹھے پانی کے دریاؤں' سرسبز و شاداب باغات اور شاہان ایران کے عالی شان محلات سے لطف اندوز ہونے

لگے۔ لیکن ہماری قوم جس نے بصرہ میں پڑاؤ کیا انہوں نے سیم تھور کی ماری ہوئی زمین پر ڈیرے ڈالے نہ کبھی وہاں کی مٹی خشک ہوتی ہے اور نہ ہی وہاں کبھی کوئی سبزا اگتا ہے اس کے ایک طرف نمکین سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہے اور دوسری طرف بے آب وگیا صحرا کا ایک طویل سلسلہ ہے امیرالمؤمنین آپ کی خدمت میں میری یہ مؤدبانہ گذارش ہے ان لوگوں کے نقصان کی تلافی کی جائے ان کی زندگی خوشگوار بنائی جائے بصرے کے گورنر کو آپ یہ حکم دیں کہ وہ ان کے لئے ایک نہر کھودے جس کے میٹھے پانی سے یہ لوگ مستفیض ہوں اپنے جانوروں کو پانی پلائیں اور اس سے کھیتی باڑی بھی کریں۔ جس سے ان کے حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔ وہاں رہائش پذیر تمام خاندانوں کی حالت سنور جائے گی اس طرح اشیاء کے نرخ بھی کم ہو جائیں گے۔ اس سے انہیں جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری میں مدد ملے گی امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس نوجوان کو رشک بھری نگاہ سے دیکھتے ہوئے وفد سے کہا کیا تم نے بھی ایسی عمدہ گفتگو کی بخدا یہ قوم کا سردار دیکھائی دیتا ہے۔ پھر امیرالمؤمنین نے وفد کے ارکان کو تحائف سے نوازا اور جب احنف بن قیس کو تحائف پیش کئے گئے تو انہوں نے بڑے ادب و احترام سے عرض کیا امیرالمؤمنین ہم لق و دق صحرا کو خون پسینہ ایک کر کے عبور کرتے ہوئے آپ کے پاس محض انعامات اور تحائف وصول کرنے کے لئے حاضر نہیں ہوئے مجھے ان تحائف سے کوئی دلچسپی نہیں مجھے تو صرف اپنی قوم کی زبوں حالی کی فکر دامن گیر ہے۔

اگر آپ اس کی مشکل حل کر دیں تو بس یہی کافی ہے میرے لئے یہی سب سے بڑا تحفہ ہے یہ بات سن کر امیر المؤمنین کو اور زیادہ تعجب ہوا یہ لڑکا اہل بصرہ کا سردار ہے۔

جب مجلس برخاست ہوئی ارکان وفد اپنی اپنی سواریوں کی جانب جانے کے لئے تیار ہوئے تاکہ وہاں رات بسر کریں امیر المؤمنین نے تمام افراد کے تھیلوں کا بغور جائزہ لیا آپ نے ایک تھیلا دیکھا کہ بہت عمدہ کپڑے کا ایک پہلو تھیلے سے باہر لٹکا ہوا تھا آپ نے پوچھا:

یہ کس کا ہے؟

احنف بن قیس نے کہا امیر المؤمنین یہ میرا ہے؟

حضرت عمر نے پوچھا یہ کتنے میں خریدا ہے؟

احنف بن قیس نے کہا آٹھ درہم میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر بڑے ہی نرم لہجے میں ارشاد فرمایا کیا آپ کے لئے ایک چادر کافی نہ تھی۔ اور یہ دوسری چادر خریدنے میں جو رقم تم نے خرچ کی اس سے اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی مدد کر سکتے تھے۔

پھر فرمایا اپنے مال میں سے اتنا خرچ کیا کرو جتنا تمہارے لئے بہتر ہو۔

زائد مال کا مصرف مناسب مقام پر کیا کرو۔ اس سے خوشحالی آئے گی۔ اور تمہاری اجتماعی زندگی میں بہار آجائے گی۔

حضرت احنف بن قیس نے یہ نصیحت آموز باتیں سن کر نگاہیں

جھکالیں اور کوئی بات نہ کی۔

O

امیرالمؤمنین نے وفد کو واپس بصرہ روانہ ہونے کا حکم صادر فرمایا لیکن احنف بن قیس کو ایک سال کے لئے اپنے پاس روک لیا۔

امیرالمؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ژرف نگاہی نے یہ جانچ لیا تھا کہ تمیمی نوجوان میں بلا کی ذھانت قابل رشک قوت بیان' عظمت نفس' بلند ہمتی اور قدرتی صلاحیتوں کا بے پناہ ذخیرہ پایا جاتا ہے آپ کے دل میں یہ رغبت پیدا ہوئی کہ اس نوجوان کی تربیت انکی نگرانی میں ہو جلیل القدر صحابہ کرام سے تربیت حاصل کرے' ان کی صحبت میں دین کا علم حاصل کرے۔

امیرالمؤمنین یہ چاہتے تھے کہ اس نوجوان کو حکومتی اختیارات دینے سے پہلے خوب اچھی طرح تیار کر لیا جائے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسلم معاشرے کے ذہین اور فصیح البیان افراد کے بارے میں اپنے دل میں زیادہ اندیشہ محسوس کیا کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے جب ایسے افراد درست ہو جاتے ہیں تو دنیا کو خیر و بھلائی سے بھر دیتے ہیں اور جب ان میں فساد پیدا ہو جاتا ہے تو ان کی ذہانت لوگوں کے لئے وبال بن جاتی ہے۔

جب ایک سال مکمل ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے احنف بن قیس سے کہا:

میں نے ہر زاویئے سے تمہیں اچھی طرح آزمایا مجھے آپ میں خیرو بھلائی ہی دیکھائی دی۔ میں نے تمہارے ظاہر کو اچھا دیکھا اور میں چاہتا ہو کہ تیرا باطن بھی ظاہر کی طرح ہو جائے پھر اسے معرکے میں شمولیت کے لئے ایران روانہ کیا اور کمانڈر ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے نام خط دیا جس میں یہ تحریر تھا۔

احنف بن قیس کر اپنے قریب رکھنا اس سے مشورہ لیتے رہنا اور اس کی باتوں کو غور سے سننا۔

○

احنف بن قیس سرزمین فارس کے شرق و غرب میں سرگرم عمل لشکر اسلام کے جھنڈے تلے مصروف جہاد ہو گئے جرات و بہادری کی داستانیں رقم کیں دن بدن ان کا نیزا بلند ہونے لگا اور ستارہ چمکنے لگا انہوں نے اپنی قوم بنو تمیم کے شانہ بشانہ دشمن کے ساتھ نبرد آزمائی میں اپنی جدوجہد کی انتہا کر دی ان کے ہاتھوں اللہ تعالی نے تستر شہر فتح کر دیا جو تاج کیسروی کا قیمتی موتی تصور کیا جاتا تھا اور ھرمزان گرفتار ہوا۔

○

ھرمزان ایک بہادر، نڈر اور تجربہ کار ایرانی فوج کا کمانڈر تھا اور یہ غیرت و حمیت میں دیگر امراء سے بڑھ کر طاقت ور عزم راسخ میں سب سے بڑھ کر تیز اور جنگی داؤ پیچ میں سب سے بڑھ کر چالباز تھا۔

لشکر اسلام کی کامیابیوں نے اکثر و بیشتر اسے صلح پر مجبور کیا لیکن جب اسے اپنی کامیابی کا معمولی سا احساس بھی ہوتا تو یہ فورا مصالحتی معاھدہ توڑ دیتا۔

جب لشکر اسلام نے تستر شہر کو گھیرے میں لے لیا ہرمزان ایک محفوظ قلعے میں پناہ گزیں ہو کر کہنے لگا۔

میرے پاس سو تیر ہیں جب تک یہ تیر میرے ہاتھ میں ہیں تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے۔ تم جانتے ہو کہ میں ایک تجربہ کار تیر انداز ہوں میرا نشانہ خطا نہیں جاتا تم مجھے اس وقت تک گرفتار کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتے جب تک میں تمہارے سو آدمی زخمی یا موت کے گھاٹ نہ اتار دوں۔

مجاھدین نے اس کی باتیں سن کر کہا تم چاہتے کیا ہو ؟ اس نے کہا میں تمہارے خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق اپنی سطح سے نیچے اترنے کے لئے تیار ہوں وہ جو بھی میرے ساتھ سلوک کرنا چاہیں مجھے منظور ہے۔

مجاہدین نے کہا ٹھیک ہے آپ کا مطالبہ ہمیں منظور ہے یہ سن کر ہرمزاں نے تیروں بھری ترکش زمیں بر پھینک دی اور گردن جھکائے قلعے سے نیچے اتر آیا' مجاہدین نے اسے گرفتار کرلیا اور اسے چند بہادروں کی نگرانی میں مدینے روانہ کردیا جن کا سربراہ خادم رسول علیہ السلام حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور مدرسۃ عمریہ کے شاگرد حضرت احنف بن قیس کو مقرر

کیا گیا۔

O

مجاہدین کا وفد ہرمزان کو لئے امیر المؤمنین کو فتح کی نوید سنانے مدینے کی جانب روانہ ہوا۔
بیت المال میں جمع کرانے کے لئے ان کے پاس مال غنیمت کا پانچواں حصہ بھی تھا۔
جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو ہرمزان کو اس کی اصلی ھیئت میں تیار کیا۔
اسے قیمتی ریشم کے کپڑے پہنا دیئے گئے جن پر سونے کے دھاگوں سے گل کاری کی گئی تھی اس کے سر پر ایک ایسا تاج رکھ دیا جس پر موتی جواھرات جڑے ہوئے تھے' کندھے پر ایک ایسی قیمتی اور خوبصورت چھڑی لٹکا دی گئی جس پر موتی' یاقوت' ہیرے' اور جواھرات جڑے ہوئے تھے۔
جب یہ وفد اسے لے کر مدینہ میں داخل ہوا تو بچے اور بوڑھے جمع ہو گئے۔ اور وہ سب قیدی کا لباس دیکھ کر انگشت بدنداں ہو گئے۔

O

وفد کے افراد ہرمزان کو لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر گئے آپ وہاں موجو'د نہ تھے آپ کے بارے میں پوچھا تو انہیں یہ بتایا گیا کہ دوسرے وفد کو ملنے کے لئے مسجد تشریف لے گئے ہیں۔

یہ مسجد کی طرف گئے دیکھا کہ آپ وہاں بھی موجود نہیں' امیر المؤمنین کی تلاش میں جتنی دیر ہو رہی تھی لوگوں کا جمگھٹا بڑھ رہا تھا۔

ان کی حیرت کی اس وقت کوئی انتہا نہ رہی جب چند کھیلتے ہوئے معصوم بچوں نے ان سے کہا:

آپ کا کیا حال ہے؟

آپ بڑی پریشانی سے کبھی ادھر کبھی ادھر آجا رہے ہیں کیا آپ لوگ کہیں امیر المؤمنین کو تلاش تو نہیں کر رہے؟

کہا ہاں!

بچوں نے بتایا کہ وہ مسجد کی دائیں جانب سے درخت تلے اپنی چادر رکھے سوئے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوفے سے آئے ہوئے وفد کی ملاقات کے لئے گھر سے نکلے آپ نے چادر اوڑھ رکھی تھی' جب وفد ملاقات کر کے واپس چلا گیا آپ نے چادر اتاری اپنے سر تلے رکھی اور سو گئے۔

وفد ہرمزان کو لے کر مسجد کی دائیں طرف چڑھا جب دیکھا کہ خلیفۃ المسلمین سو رہے ہیں تو خاموشی سے آپ کے پاس بیٹھ گئے اور اپنے قیدی کو بھی وہاں قریب ہی بٹھا لیا۔

○

ہرمزان عربی نہیں جانتا تھا اسے یہ خواب وخیال ہی نہیں تھا کہ سامنے سونے والا شخص امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہے۔ البتہ اس

نے یہ بات سن رکھی تھی کہ حضرت عمر بالکل سادہ زندگی بسر کرتے ہیں دنیا کی زیب و زینت سے کنارہ کش ہیں۔

لیکن یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ فاتح روم اور شاہان ایران کی شان وشوکت کو خاک میں ملادینے والا مسجد کے ایک کونے میں بغیر کوئی حفاظتی اقدامات کئے ہوئے زمیں پر ہی آرام کی نیند سو رہا ہوگا۔

جب اس نے قوم کو خاموش باادب بیٹھے ہوئے دیکھا تو اس نے خیال کیا کہ کیا یہ نماز کی تیاری کر رہے ہیں اور خلیفہ کی آمد کے منتظر ہیں لیکن احنف بن قیس لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارہ دے رہے ہیں باہمی گفتگو کی بھنبناہٹ ختم کرنے کا کہہ رہے ہیں۔ کہ اس طرح خلیفے کی آنکھ کھل جائے اور آرام میں خلل پیدا ہوگا' ایک سال انکی صحبت میں رہتے ہوئے انہیں اس بات کا علم تھا کہ حضرت عمر رات کو بہت کم سوتے ہیں۔

رات بھر گویا محراب میں کھڑے اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں یا رعایا کے حالات معلوم کرنے بھیس بدل کر مدینے کی گلیوں میں گشت کرتے ہیں یا مسلمانوں کے گھروں کی چوکیداری کرنے کے لیئے چکر لگاتے ہیں۔ احنف بن قیس کے بار بار منع کرنے اور لوگوں کو بار بار اشارہ کرنے سے ہرمزان قدرے چوکنا ہوا اس نے مغیرہ بن شعبہ سے پوچھا وہ فارسی جانتے تھے۔

یہ سونے والا شخص کون ہے؟

حضرت مغیرہ ؓ نے اسے بتایا کہ یہ امیرالمومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ سن کر ہرمزان دہشت زدہ ہو کر کہنے لگا کیا یہ عمر ہیں ان کا دربان کہاں ہے؟

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ انکا کوئی چوکیدار یا دربان نہیں ہے!

ہرمزان نے کہا اسے تو نبی ہونا چاہیئے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ انبیاء کے نقش قدم پر چلتے ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا آوازیں بلند ہونے لگیں۔ حضرت عمر بیدار ہو گئے اٹھ کر بیٹھے لوگوں کی طرف حیران ہو کر دیکھا ایرانی جرنیل کو دیکھا' سورج کی روشنی میں اس کے سر پر چمکتا دمکتا ہوا تاج دیکھا اور اس کے ہاتھ میں ایسی چھڑی دیکھی جو نگاہوں کو خیرہ کر رہی تھی اسے غور سے دیکھا اور فرمایا کیا یہ ہرمزان ہے؟

احنف رضی اللہ عنہ نے کہا امیرالمومنین بالکل یہ ہرمزان ہی ہے حضرت عمر نے اس کے لباس پر سونے' چاندی موتی' یاقوت اور ریشم کا جڑاؤ دیکھا۔

پھر آپ نے اس سے منہ پھیرتے ہوئے اعوذ باللہ من النار کہا کہ میں جہنم کی آگ سے اللہ کے حضور پناہ مانگتا ہوں۔

واستعین بہ علی الدنیا اور دنیاوی امور میں اللہ کی مدد

کا طلبگار ہوں۔

اللہ کا شکر ہے کہ جس نے اسے اور اس کے پیروکاروں کو اسلام کے آگے جھکا دیا پھر فرمایا:

مسمانوں دین کو مظبوطی سے تھام لو۔

اور اپنے نبی کریم کے نقش قدم پر چلو۔

تمہیں دنیا کہیں چیر پھاڑ کر نہ رکھ دے یہ دنیا بڑی دھوکے باز ہے۔

جب امیر المومنین گفتگو سے فارغ ہوئے تو حضرت احنف بن قیس نے آپ کو فتح کی خوش خبری سنائی اور اس جنگ میں اللہ تعالی کے فضل وکرم کی بناء پر ملنے والے مال غنیمت کی اطلاع دیتے ہوئے عرض کیا:

امیرالمئومنیں ہرمزان نے خود گرفتاری پیش کی ہے اور اس کا مطالبہ یہ ہے کہ آپ جو حکم صادر فرمائیں گے وہ بلاچون وچرا اسے منظور ہوگا آپ اس سلسلے میں اس کے ساتھ بات کرلیں آپ نے فرمایا جب تک تم اس پر فاخرانہ لباس جس پر سونے چاندی کا جڑاؤ کیا گیا ہے اتار نہیں دیتے میں اس سے بات نہیں کروں گا یہ تکبر اور نخوت کا مظاہرہ مجھے قطعا پسند نہیں۔

انہوں نے اس کا سارا زیور اور تاج اتار دیا اور چھڑی اس کے ہاتھ سے لے لی اور کھردرا لباس پہنا دیا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا:

ارے ہرمزان غدر' بدعہدی اور بے وفائی کی ہلاکت اور اللہ کے حکم کے بہتر انجام کو تم کس انداز میں دیکھتے ہو؟

ہرمزان نے پسپائی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا:

اے عمر ہم اور تم زمانہ جاہلیت میں ایک جیسے تھے' اللہ نہ ہمارے ساتھ تھا اور نہ تمہارے ساتھ لہذا اس دور میں ہم نے تم پر غلبہ پالیا' پھر جب تم نے اسلام قبول کرلیا اللہ نے تمہارا ساتھ دیا اور تم ہم پر غالب آ گئے' یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارے ہم پر غالب آنے کی ایک وجہ یہ تھی جو تم نے بیان کی اور ایک دوسری وجہ یہ تھی اس وقت تمہاری صفوں میں اتحاد تھا اجتماعیت پائی جاتی تھی اور ہم مختلف صفوں میں بٹے ہوئے تھے۔

پھر اس کی طرف ترش روئی سے دیکھا اور تلخ لہجے میں کہا:

اے ہرمزان بار بار ہمارے ساتھ بدعہدی پیمان شکنی اور بے وفائی کا تمہارے پاس کیا معقول عذر یا بہانہ ہے؟

ہرمزان نے کہا کہ اندیشہ ہے کہ آپ مجھے قتل کردیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی ہرج نہیں آپ محفوظ ہیں یہاں تک کہ آپ مجھے حقیقت واقعی سے آگاہ کردیں گے۔

جب ہرمزان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منہ سے یہ بات سنی تو قدرے خوف جاتا رہا۔

اس نے کہا مجھے پیاس لگی ہے۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ اسے پانی پلاؤ۔

اس کے لئے پانی ایک گندے پیالے میں لایا گیا۔

اس نے پیالے کو غور سے دیکھا اور کہا: میں پیاس سے مرتو سکتاہوں لیکن اس جیسے برتن میں پانی پینا میرے بس میں نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا ایسے برتن میں پانی لاؤ جو اسے پسند ہو۔

جب اس نے برتن کو پکڑا تو اس کا ہاتھ کانپنے لگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا ہوا؟

اس نے کہا میں ڈرتا ہوں کہ پانی کا گھونٹ میرے گلے سے نیچے نہین اترے گا اور مجھے قتل کردیا جائیگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: آرام سے پانی پیو' پانی پینے کے دوران تجھے قتل نہیں کیا جائیگا۔

لیکن اس کے باوجود ہرمزان کے ہاتھ سے برتن نیچے گر گیا اور پانی زمیں پر بکھر گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا اس کے لئے اور پانی لاؤ' اس کے لئے قتل اور پیاس کو اکٹھا نہ کرو۔

ہرمزان نے کہا مجھے پانی کی کوئی طلب نہیں رہی۔

میں امان چاہتا ہوں خدارا مجھے قتل نہ کیا جائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو تجھے نہیں چھوڑوں گا میرے نزدیک تیری سزا قتل ہے۔

ہرمزان نے کہا کہ آپ نے تو مجھے امان دے دی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو جھوٹ بولتا ہے!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا:

امیر المؤمنین یہ سچ کہتا ہے آپ اسے امان دے چکے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے انس بڑے افسوس کی بات ہے بھلا میں تیرے بھائی براء بن مالک کے قاتل کو امان دے سکتا ہوں صد حیف یہ ایک جلیل القدر صحابی مجزاۃ بن ثور کا بھی قاتل ہے۔

حضرت انس نے کہا جب تک تم میری بات کا جواب نہیں دے لیتے تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔

اور آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ جب تک تم پانی نہیں پی لیتے تمہیں کچھ نہیں کہا جائیگا۔

حضرت احنف بن قیس نے حضرت انس بن مالک کے بیان کی تائید کی۔

حاضرین نے بھی اقرار کیا کہ امیر المؤمنین ہرمزان کو امان دے چکے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہرمزان کی طرف غضبناک انداز میں دیکھا اور فرمایا تو نے مجھے دھوکا دیا ہے۔

خدا کی قسم میں صرف کسی مسلمان کے حق میں دھوکا کھانا برداشت کر سکتا ہوں۔

یہ بات سن کر ہرمزان نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی دلجوئی کے لئے دو ہزار درہم

عطا کئے۔

○

ایرانیوں کی بار بار معاہدہ شکنی' موقع ملتے ہی لشکر اسلام پر ان کا پلٹنا جھپٹنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے قلق' اضطراب اور بے چینی کا باعث بنا ہوا تھا' اس وفد کے ارکان کو حضرت عمر نے اکٹھا کیا جو ہرمزان کو لے کر آئے تھے ان سے کہا:

کیا مسلمان ذمیوں کو تکلیف دیتے ہیں اور ان سے برا سلوک کرتے ہیں' ان پہ ظلم و ستم کرتے ہیں۔

وفد میں شامل تمام احباب نے کہا:

امیر المومنین بخدا ہمیں معلوم نہیں کہ کسی نے ان کے ساتھ بدسلوکی روا رکھی ہو یا ان سے کوئی بد عہدی کی ہو' یا انہیں کسی معاہدے میں دھوکہ دیا ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر جب بھی انہیں فرصت ملتی ہے کوئی موقع ان کے ہاتھ لگتا ہے تو یہ تم پر حملہ آور کیوں ہو جاتے ہیں حالانکہ تمہارے اور ان کے درمیان امن کا معاہدہ طے پا چکا ہوتا ہے؟

وفد نے جو جواب دیا اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تسلی نہ ہوئی۔

اس موقع پر حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی۔

امیر المومنین اجازت ہو تو میں آپ کو حقیقت حال بتاتا ہوں۔

آپ نے فرمایا ہاں بتائیے آپ کی کیا معلومات ہیں؟

امیر المومنین آپ نے ہمیں سرزمین ایران پر مکمل آزادی کے ساتھ حکومت کرنے سے روک رکھا ہے' آپ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے قبضے میں انکی زمینیں اوور شہر تو رکھیں لیکن شاہ ایران زندہ ہے ملک بدستور قائم ہے وہ ہم سے باربار فرصت ملتے ہی لڑتے اس لئے ہیں تاکہ ہمارے قبضے سے اپنی زمیں اور گھر باگذار کرالیں جب بھی ہمارے ساتھ معاہدہ کرنے والے کو کوئی امداد بہم پہنچاتا ہے یا مدد کی آواز دیتا ہے یا انہیں کامیابی و کامرانی کی امید دیکھائی دیتی ہے یہ اس سے مل کر ہمارے مقابلے میں خم ٹھونک کر آجاتے ہیں امیر المومنین ایک ملک میں دو بادشاہ ایک ساتھ نہیں رہ سکتے یہ فطرت کے خلاف ہے' لازمی ایک اپنے حریف کو ملک سے نکالے گا۔ اگر آپ ہمیں اس ملک میں آزادانہ اقدامات کی اجازت دے دیں یہاں تک کہ ہم شاہ ایران کی حکومت کا خاتمہ کردیں اس سے ایرانی رعایا کی امیدیں ختم ہوجائیں گی' ان کا جوش وجذبہ جاتا رہے گا۔ ہمارا راستہ صاف ہوجائیگا اور ہر قسم کی شورش دب جائیگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ چند منٹ کے لئے گہری سوچ میں پڑگئے پھر آپ نے سر اٹھایا اور ارشاد فرمایا:

احنف نے بالکل درست تجزیہ کیا ہے آج میرے سامنے صحیح معنوں میں یہ راز کھلا ہے کہ ایرانی قوم باربار عہد شکنی کا مظاہرہ کیوں کرتی ہے۔

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کے اس بصیرت افروز تذکرے نے تاریخ کا رخ موڑ دیا۔

○

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی کا مطالعہ کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ طبقات ابن سعد	۹۳/۷
۲۔ طبقات خلیفہ بن خیاط	صفحہ ۱۵۵۵
۳۔ المعارف لابن قتیبہ	صفحہ ۴۲۳
۴۔ اخبار اصبہان	۲۲۴/۱
۵۔ تھذیب ابن عساکر	۱۰/۷
۶۔ البدایہ والنھایہ	۳۳۶/۸
۷۔ تاریخ الاسلام ذھبی	۱۲۹/۳
۸۔ اسد الغابہ	۵۵/۱
۹۔ شذرات الذھب	۷۸/۱
۱۰۔ النجوم الزاھرہ	۱۸۴/۱
۱۱۔ العبر	۸۰/۱
۱۲۔ الاصابہ	۴۲۹

(۳۴)

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

ان جیسا دانشور، معزز و برتر اور متقی و پرہیزگار میں نے کوئی اور نہیں دیکھا۔

(یزید بن ہارون)

خوب رو' خوش منظر' شیریں کلام' درمیانہ قد نہ زیادہ لمبے اور نہ ہی زیادہ چھوٹے دیکھنے والا رشک بھری نگاہوں سے دیکھتا ہی رہ جاتا۔ لباس بہت عمدہ اور صاف ستھرا پہنتے' سراپا بارعب' عمدہ عطریات کا استعمال بڑی کثرت اور اہتمام سے کرتے' جن راہوں سے گذرتے لوگ انہیں دیکھے بغیر خوشبو ہی سے پہنچان جاتے کہ اس راہ سے حضرت کا گذر ہوا ہے۔

ان اوصاف سے آراستہ عظیم المرتبت شخصیت کا نام نعمان بن ثابت مرزبان ہے جو ابو حنیفہ کنیت سے مشہور ہوئے' جنہوں نے سب سے پہلے فقہ کی گتھیاں سلجھائیں اور عمدہ انداز میں مسائل کا استخراج اور دینی نکات سے لوگوں کو متعارف کرایا۔

O

امام ابو حنیفہ نے بنو امیہ کا آخری اور بنو عباس کا ابتدائی دور حکومت دیکھا' امام موصوف نے ان حکمرانوں کے دور میں زندگی بسر کی جو علماء کے قدردان تھے انہیں حکومت کی جانب سے وافر مقدار میں مالی وسائل مہیا کئے جاتے جس سے ان کی گذر بسر خوشحالی سے ہوتی اور انہیں تلاش روزگار کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی۔ لیکن امام ابو حنیفہ نے خود داری کا قابل رشک مظاہرہ کرتے ہوئے عزت نفس اور علمی وقار کو پیش نظر رکھا اور اپنی اقتصادی حالت کو حکومت کا مرہون منت نہ ہونے دیا انہوں نے پوری زندگی خود کما کر کھایا اور ان کی مقدور بھر یہی کوشش رہی کہ ان کا ہاتھ بلند رہے کیونکہ دینے والا ہاتھ لینے والوں سے بہتر ہوتا ہے۔

○

ایک مرتبہ حکمران وقت منصور نے ملاقات کے لئے امام ابو حنیفہ کو اپنے دربار میں بلایا جب آپ وہاں پہنچے اس نے شاہانہ انداز سے استقبال کیا' عزت و اکرام کے ساتھ اپنے ساتھ بٹھایا۔ دین و دنیا کے بارے میں بہت سے سوالات کئے۔ جب ملاقات کے بعد آپ واپس جانے لگے تو اس نے عزت' اکرام اور ادب کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے ایک تھیلی پیش کی جس میں تیس ہزار درہم تھے۔ حالانکہ منصور بخل کے اعتبار سے بہت مشہور تھا۔ امام ابو حنیفہ نے ارشاد فرمایا:

(امیرالمؤمنین میں بغداد میں اجنبی ہوں۔ یہ مال سنبھالنے کے لئے میرے پاس جگہ نہیں مجھے اندیشہ ہے کہ یہ ضائع ہو جائے گا' آپ اسے اپنے پاس بیت المال میں سنبھال لیں جب مجھے ضرورت ہوگی میں آپ سے لے لوں گا)۔

منصور نے آپ کی دلی رغبت کا احترام کرتے ہوئے وہ مال امانت کے طور پر بیت المال میں رکھ دیا۔ اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصے بعد امام ابو حنیفہ" داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اللہ کو پیارے ہو گئے' وفات کے وقت ان کے گھر سے لوگوں کی امانتیں اتنی مقدار میں موجود تھیں' جن کی مالیت اس سے کہیں زیادہ تھی' جو حاکم وقت منصور کی جانب سے بیت المال بجق امام ابو حنیفہ میں محفوظ تھی۔

منصور کو جب اس صورت حال کا پتہ چلا تو اس نے آہ بھر کر کہا:
اللہ تعالی ابو حنیفہ پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے اس نے ہمارا عطیہ قبول کرنا گوارا ہی نہیں کیا۔ اس میں کوئی حیرانی کی بات نہیں کیونکہ امام ابو حنیفہ" کا موقف یہ تھا کہ انسان جو خود اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتا ہے وہ زیادہ پاکیزہ' عمدہ اور دلپسند کھانا ہوتا ہے۔ ہم امام موصوف کی زندگی کا مشاہدہ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ آپ نے امور تجارت کو سرانجام دینے کے لئے وقت مخصوص کر رکھا تھا۔ آپ ریشم اور اس سے تیار کردہ کپڑوں کی تجارت کیا کرتے تھے۔ عراق کے مختلف شہروں میں تجارتی کام کا خوب چلن تھا۔ ان کی ایک مشہور و معروف منڈی بھی تھی جس میں خرید و فروخت کے لئے لوگ کشاں کشاں پہنچتے وہاں پوری صداقت و امانت سے لین دین ہوتا لوگ بڑے اطمینان سے سودا سلف خریدتے کسی کو کوئی اندیشہ نہ ہوتا اور نہ ہی کوئی خطرہ محسوس کرتا۔

لوگوں کو منڈی میں خریدنے کے لئے اعلی اور نفیس ورائٹی ملتی جس سے بلند ذوقی کا احساس پیدا ہوتا۔ تجارت سے امام موصوف کو خاطر خواہ نفع حاصل ہوتا اور اللہ تعالی کے فضل و کرم سے وافر مقدار میں مال و دولت میسر آتا۔ حلال کماتے اور اپنے مال کو اس کی اصلی جگہ خرچ کرتے' عرف عام میں یہ بات مشہور تھی کہ جب سال پورا ہو جاتا تو آپ تجارت سے حاصل ہونے والے تمام منافع کا حساب لگاتے' اپنے ذاتی اخراجات کے لئے مال رکھنے کے بعد باقی مال سے علماء محدثین فقہاء' اور طلباء کے لئے ضروری

اشیاء' خوراک اور لباس خریدتے۔ اور کچھ جیب خرچ کے لئے انہیں نقد رقم فراہم کرتے ہوئے فرماتے:

یہ مال تمہارا ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے میرے ہاتھ سے تمہارے مال میں منافع عطا کیا ہے۔ بخدا میں اپنے مال سے تمہیں کچھ نہیں دے رہا یہ اللہ کا خاص فضل ہے جو میرے ذریعہ آپ تک پہنچ رہا ہے۔

اللہ کے رزق میں۔ اللہ کے سوا کوئی دم نہیں مار سکتا۔

○

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے جود و سخا کی خبریں مشرق و مغرب میں پھیل چکی تھیں' خاص طور پر اپنے ہم نشینوں اور ساتھیوں پر بے دریغ خرچ کیا کرتے تھے۔

ایک روز امام موصوف کا ایک ہم نشین منڈی میں آیا اور اس نے کہا:

اے ابو حنیفہ مجھے ریشم کا کپڑا چاہیے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے پوچھا کس رنگ کا کپڑا مطلوب ہے؟

اس نے رنگ کے بارے میں وضاحت کی۔

آپ نے فرمایا: صبر کرو اس رنگ کا کپڑا ملتے ہی تیرے لئے محفوظ کر لوں گا۔

ایک ہفتہ گذر جانے کے بعد مطلوبہ کپڑا ملا تو آپ لے کر اپنے ساتھی کے گھر گئے۔ اور اس سے کہا لیجئے آپ کی پسند کے مطابق کپڑا مل گیا

ہے۔

اس نے دیکھا تو اسے بہت پسند آیا۔ پوچھا کتنی قیمت پیش کروں؟

فرمایا: صرف ایک درہم!

اس نے بڑے تعجب سے پوچھا صرف ایک درہم؟

آپ نے فرمایا ہاں!

اس نے کہا: آپ میرے ساتھ مذاق کر رہے ہیں۔ مذاق نہیں کر رہا دراصل میں نے یہ اور اس کے ساتھ دوسرا کپڑا بیس دینار ایک درہم کا خریدا تھا دوسرے کپڑے سے میرے پیسے پورے ہوگئے ہیں یہ باقی رہ گیا تھا آپ سے ایک درہم کا مطالبہ اس لئے کر رہا ہوں کہ میں اپنے ساتھیوں سے منافع نہیں لیا کرتا۔

○

ایک بوڑھی عورت نے امام صاحب سے ریشم کا کپڑا مانگا۔ آپ نے مطلوبہ کپڑا اس کے لئے نکالا اس نے کہا میں ایک عمر رسیدہ عورت ہوں اشیاء کی قیمتوں کا مجھے علم نہیں برائے مہربانی آپ مجھے تھوڑے سے منافع پر کپڑا دے دیں۔ میں ایک کمزور و ناتواں عورت ہوں۔

آپ نے فرمایا: میں نے دو تھان ایک ساتھ خریدے تھے۔ ایک تھان فروخت کرنے سے مجھے چار درہم کم پوری رقم مل گئی ہے۔ آپ یہ دوسرا تھان صرف چار درہم دے کر لے جائیں۔ میں آپ سے کوئی منافع نہیں چاہتا۔

○

ایک روز آپ کے پاس ایک ساتھی پھٹے پرانے کپڑے پہنے ملاقات کے لئے آیا جب سب لوگ چلے گئے۔ آپ نے اس سے کہا مصلی اٹھائیں اس کے نیچے جو کچھ ہے وہ لے لیں۔

اس شخص نے مصلی اٹھایا دیکھا کہ اس کے نیچے ایک ہزار درہم پڑا ہے۔

امام ابو حنیفہ نے ارشاد فرمایا یہ اپنے پاس رکھیں اپنے لئے نیا عمدہ لباس تیار کریں۔

اس نے کہا میرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

امام ابو حنیفہ نے اس سے کہا اگر اللہ نے آپ پر اپنا فضل وکرم کیا ہے اور اپنی نعمتوں سے نوازا ہے تو ان نعمتوں کے آثار کہاں ہیں آپ ان نعمتوں کو استعمال کیوں نہیں کرتے؟

کیا آپ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام نہیں پہنچا:

ان اللہ یحب ان یری اثر نعمتہ علی عبدہ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اپنی نعمت کے آثار اپنے بندے پر دیکھے۔

آپ کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنی حالت کو سنوارو تاکہ آپ کو دیکھ کر آپ کے کسی ساتھی کو کوفت نہ ہو۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے جود و سخا کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی اپنے اہل خانہ پر خرچ کرتے تو اتنی ہی مقدار میں مساکین، فقراء اور حاجت مندوں کے لئے مال صدقہ کرتے۔

جب کبھی خود کوئی نیا کپڑا پہنتے اتنی ہی قیمت کے کپڑے مساکین کو سلا کر دیتے جب آپ کے سامنے کھانا رکھا جاتا آپ اتنی ہی مقدار میں یا اس سے دوگنا کھانا مساکین میں تقسیم کر دیتے۔

امام موصوف کے بارے میں حکایت مشہور ہے کہ اگر کبھی دوران گفتگو انہوں نے قسم کھالی تو وہ اس کے بدلے ایک درہم اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیتے۔

پھر انہوں نے اپنے اوپر یہ لازم کر لیا کہ اگر گفتگو کرتے ہوئے زبان سے حلفیہ کلمات نکل جاتے تو سونے کا ایک دینار اللہ کی راہ میں خرچ کرتے۔ یہ اس صورت میں تھا جبکہ آپ کی قسم بالکل سچی ہوتی تو ایک دینار راہ خدا میں صدقہ کرتے۔

حفص بن عبدالرحمان تجارت میں امام ابو حنیفہ کے شریک تھے،

امام موصوف انہیں ریشم کا سازوسامان دے کر عراق کے بعض شہروں کی طرف روانہ کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کافی مقدار میں سامان دے کر بھیجا اور اسے بتادیا کہ فلاں فلاں کپڑا داغی ہے جب آپ اسے فروخت کریں تو خریدار کو اس عیب سے آگاہ کردینا۔

جناب حفص بن عبدالرحمان نے تمام سامان بیچ دیا اور خریداروں کو ناقص کپڑوں کے بارے میں بتانا بھول گئے انہوں نے بڑی کوشش کی کہ ان خریداروں کے نام یاد آجائیں جنہوں نے ناقص کپڑا خریدا ہے لیکن وہ پورے جتن کے باوجود ان کے نام یاد کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے جب امام ابو حنیفہ کو صورت حال کا علم ہوا اور ان لوگوں کے پہچاننے میں ناکامی کا پتہ چلا تو بڑے بے چین ہوگئے۔

جب تک آپ نے اس پورے مال کی قیمت کا مال اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرلیا انہیں دلی اطمینان نصیب نہ ہوا۔

○

امام ابو حنیفہ خوش اخلاق' خوش اطوار' حلیم الطبع اور خوش مذاق تھے۔ آپ کے پاس بیٹھنے والا سعادت حاصل کرتا۔

آپ کا مخالف بھی غیر حاضری میں آپ کو اچھے الفاظ سے یاد کرتا۔

آپ کے ایک قریبی ساتھی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک کو حضرت سفیان ثوریؒ سے یہ بات کہتے ہوئے سنا کہ:

اے ابو عبداللہ امام ابو حنیفہؒ غیبت سے بہت نفرت کیا کرتے تھے۔
میں نے کبھی ان کو اپنے دشمن کے خلاف برا بھلا کہتے ہوئے نہیں سنا۔

امام سفیان ثوری نے کہا:
امام ابو حنیفہ بڑے دانشمند تھے وہ کسی ایسی چیز کو اپنی نیکیوں پر غالب نہیں آنے دیتے تھے جو ان پر پانی پھیر دے۔
امام ابو حنیفہؒ کو لوگوں کی محبت اور الفت شکار کرنے کا بہت شوق تھا اور وہ ہمیشہ ان سے خوشگوار تعلقات کے خواہاں رہتے۔
آپ کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ جب کوئی اجنبی آپ کے پاس آکر بیٹھ جاتا۔ جب وہ اٹھ کر جانے لگتا او آپ اس سے آمد کا مقصد ضرور دریافت کرتے اگر وہ فقیر ہوتا تو آپ اس کی مالی مدد کرتے' اگر وہ بیمار ہوتا تو اس کی تیمار داری کرتے' اگر وہ ضرورتمند ہوتا تو آپ اس کی ضرورت کو پورا کرتے۔

یہاں تک کہ اس کا دل جیت لیتے اور وہ دعائیں دیتا جاتا۔

○

امام ابو حنیفہؒ اکثر و بیشتر دن کو روزہ رکھتے اور رات کو عبادت میں مصروف رہتے۔
قرآن حکیم کو بڑی محبت اور چاہت کے ساتھ پڑھتے یوں معلوم ہوتا کہ آپ قرآن حکیم کے بڑے گہرے دوست ہیں۔ سحری کے وقت

استغفار کرتے کثرت عبادت اور اس میں مگن ہونے کا اصلی سبب یہ تھا کہ ایک دن انہوں نے لوگوں میں سے چند افراد کو یہ کہتے ہوئے سن لیا تھا کہ یہ شخص بڑا عبادت گذار ہے رات بھر عبادت میں مصروف رہتا ہے جب آپ نے اپنے بارے میں یہ بات سنی تو فرمانے لگے کہ میرا طرز عمل تو لوگوں کے جذبات کے بالکل برعکس ہے' کیوں نہ میں ویسا ہی بن جاؤں جیسا لوگ میرے بارے میں خیال ظاہر کرتے ہیں پھر انہوں نے عزم کرلیا کہ میں زندگی بھر اپنے سر کے نیچے تکیہ نہیں لوں گا۔

پھر ان کی یہ عادت بن گئی کہ رات کا بیشتر حصہ وہ عبادت میں صرف کرتے۔

جب رات تاریکی کی چادر کو کائنات پر پھیلادیتی جب لوگ نیند کے مزے لینے لگتے تو یہ عمدہ لباس پہنتے داڑھی میں کنگھی کرتے خوشبو لگاتے پھر محراب میں قیام' رکوع اور سجدے کی حالت میں رات کا بیشتر حصہ گذار دیتے کبھی گڑگڑا کر اللہ کے حضور دعائیں مانگتے اور کبھی یہ آیت بار بار پڑھتے جاتے:

بل الساعة موعدهم والساعة ادهى وامر

اور اللہ کی خشیت سے زارو قطار ایسا روتے جس سے دل دہل جاتے خوف خدا سے روتے ہوئے بعض اوقات ایسی گھگھی بندھتی جس سے عام آدمی کا جگر چھلنی ہو جائے۔

اور جب آپ سورہ زلزال پڑھتے تو آپ کے جسم پر کپکپی طاری ہو

جاتی دل خوف سے تھر تھر کانپنے لگتا۔

اپنی داڑھی کو ہاتھ میں پکڑ کر یہ کہتے اے ذرہ برابر نیکی کا بدلہ دینے والے اے ذرہ برابر شر کی سزا دینے والے اپنے بندے نعمان کو جہنم کی آگ سے بچالینا۔

الٰہی اپنے بندے کو ان برائیوں سے دور کردے جو جہنم کے قریب کرنے کا باعث بنتی ہیں۔

یا ارحم الراحمین اپنی رحمت کے وسیع سائے میں اپنے بندے کو داخل کرلے۔

○

ایک روز امام ابو حنیفہ ؒ امام مالک کے پاس آئے وہاں چند ساتھی اور بھی بیٹھے ہوئے تھے جب ملاقات کر کے واپس چلے گئے تو آپ نے ساتھیوں سے پوچھا کیا تم جانتے ہو یہ شخص کون ہے؟

سب نے کہا نہیں ہم تو نہیں جانتے۔

آپ نے فرمایا یہ نعمان بن ثابت ہیں۔

یہ وہ شخص ہے کہ اگر یہ اس ستون کو کہہ دے کہ یہ سونے کا ہے اسے ثابت کرنے کے لئے ایسے دلائل دے گا کہ مد مقابل کو تسلیم کرنے کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہوگا وہ دلائل سے مرعوب ہو کر تسلیم کرلے گا کہ واقعی یہ سونے کا ہی ہے۔

O

امام مالک نے امام ابو حنیفہ ؒ کی قوت استدلال' بیدار مغزی اور زود فہمی کے بارے میں کوئی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا۔

تاریخ و سیر کی کتابوں میں ایسے واقعات درج ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ امام موصوف اپنے مد مقابل کو دلائل سے ایسا زچ کرتے کہ وہ بات کرنے کے قابل ہی نہ رہتا جیسا کہ امام مالک نے ان کے بارے میں فرمایا کہ اگر یہ اپنے مد مقابل کو کہہ دیں کہ تیرے سامنے جو مٹی پڑی ہے یہ سونا ہے تو اسے سونا ثابت کرنے کے لئے ایسے دلائل دیں گے کہ بالاخر اسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ واقعی یہ سونا ہے لیکن اگر یہ کسی دینی مسئلے میں ایک موقف اختیار کرلیں تو اسے حق ثابت کرنے میں تو یہ ید طولیٰ رکھتے ہیں۔

کوفہ میں ایک ایسا گمراہ شخص رہائش پذیر تھا۔ جسے بعض لوگ قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور اس کی باتیں غور سے سنا کرتے۔ اس نے ایک دفعہ لوگوں سے کہا (نعوذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد) کہ عثمان بن عفان حقیقت میں یہودی تھا۔ اور وہ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی یہودی ہی رہا۔ امام ابو حنیفہ نے جب یہ بات سنی تو ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ آپ فورا اس کے پاس پہنچے اس سے ملاقات کی اور فرمایا میں آج ایک خاص کام کے لئے آیا ہوں۔ اس نے کہا چشم روشن دل ماشاد فرمائیے۔ کیا کام ہے سر آنکھوں پر خوش آمدید آپ فرمائیں آپ جیسے معزز انسان کی بات کو قبول کرنا سعادت ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ آپ کی بیٹی کی نسبت میں اپنے فلاں ساتھی سے کردوں کیا آپ کو منظور ہے کیوں نہیں کیوں نہیں۔

لیکن منگیتر کا ذرا تعارف تو کرائیں کہ وہ کون ہے ؟

آپ نے فرمایا: وہ بڑا مال دار اور اپنی قوم میں اسے عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے بڑا سخی ہے کھلے ہاتھ کا مالک ہے۔

حافظ قرآن ہے۔ شب زندہ دار ہے۔ اللہ کے خوف کی وجہ سے آہ و زاری کمال انداز میں کرتا ہے۔

اس نے اتنی تعریف سن کر کہا بس بس اتنا ہی کافی ہے ایسا شخص ہی میرا داماد بننے کے قابل ہے۔

امام ابو حنیفہ ؒ نے اس کے خوشگوار موڈ کو دیکھتے ہوئے کہا: میری یہ بات بھی ذرا غور سے سنیں اس میں ایک برائی بھی ہے۔

اس نے چونک کر کہا وہ کیا؟

آپ نے فرمایا: وہ شخص یہودی ہے۔ یہ بات سن کر وہ شخص بدکا اور کہنے لگا ارے یہودی ہے۔

اے ابو حنیفہ کیا آپ میری بیٹی یہودی کے نکاح میں دینا چاہتے ہیں؟ اللہ کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ میں اپنی بیٹی کی شادی کسی یہودی کے ساتھ کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا خواہ اس میں زمانے بھر کی خوبیاں جمع کیوں نہ ہو جائیں۔

امام ابو حنیفہ ؒ نے کہا۔ اب کیوں اچھلتے ہو۔ اپنی بیٹی کا یہودی کے

ساتھ نکاح کرنے سے کیوں اتنا بد کتے ہو۔

تجھے یہ کہتے ہوئے قطعاً شرم نہ آئی کہ نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے اپنی دو بیٹیوں کی شادی ایک یہودی سے کر دی۔ کچھ شرم کرو حیا کرو بے غیرت انسان تیرے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

وہ شخص یہ باتیں سن کر کانپنے لگا۔ اور فوراً پکار اٹھا الٰہی میری توبہ مجھے بخش دے یہ بری بات جو میری زبان سے نکلی یہ افتراء اور بہتان جو میں نے باندھا الٰہی مجھے معاف کر دے۔ بلاشبہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔

○

ایک دفعہ کا واقعہ ہے ضحاک شاری نامی ایک خارجی امام ابو حنیفہ کے پاس آیا۔ اور اس نے دیکھتے ہی یہ کہا اے ابو حنیفہ اللہ سے معافی مانگو۔ توبہ کرو۔ آپ نے پوچھا میں نے کیا جرم کیا ہے جس کی معافی مانگوں۔

خارجی نے کہا: آپ نے حضرت علی اور امیر معاویہ کے مابین پیدا ہونے والے اختلافات میں تحکیم کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

امام ابو حنیفہ نے کہا کہ تم اس مسئلے پر میرے ساتھ مناظرہ کرنا چاہتے ہو۔ خارجی نے کہا ہاں میں تیار ہوں۔ امام ابو حنیفہ نے کہا: ہمارے درمیان ہونے والے مناظرے کا فیصلہ کون کرے گا؟

خارجی نے کہا: جس کو آپ چاہیں جج بنا لیں۔ امام ابو حنیفہ نے خارجی کے ساتھیوں پر نظر دوڑائی اور فرمایا اس کو حکم بنا لیں۔ میں آپ کے

ساتھی کو جج بنانے پر راضی ہوں کیا تم بھی راضی ہو۔

خارجی خوش ہو گیا۔ اور اس نے کہا مجھے منظور ہے۔

امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا بڑے افسوس کی بات ہے۔ تم آج خود میرے اور اپنے درمیان ہونے والے جھگڑے کا فیصلے کرنے کے لئے تحکیم کو جائز قرار دیتے ہو۔ اور اللہ کے دو عالی شان صحابہ کے درمیان ہونے والے اختلافات کو مٹانے کی خاطر تحکیم کا انکار کرتے ہو۔ مجھے افسوس ہے تیری عقل و دانش پر۔ اور تیرے انداز فکر پر۔

یہ سن کر خارجی ششدر رہ گیا اور اسے کوئی جواب سوجھائی نہ دیا۔

ایک روز سرزمین اسلام میں شر کا بیج بونے والا گمراہ کن فرقہ جہمیہ کا سربراہ جہم بن صفوان امام ابو حنیفہ سے ملنے کے لئے آیا۔ اس نے کہا میں آپ کے ساتھ چند ضروری باتیں کرنے کے لئے آیا ہوں۔ امام ابو حنیفہ نے کہا تمہارے ساتھ بات کرنا معیوب ہے۔

جن نظریات کا تو حامل ہے اس میں غور و خوض اور بحث و تمحیص آگ کا بھڑکتا ہوا شعلہ ہے۔

جہم نے کہا یہ آپ نے فیصلہ مجھ پر کیسے صادر کر دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے آپ نہ مجھ سے کبھی ملے ہیں اور نہ ہی آپ نے میری کبھی کوئی بات سنی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا آپ کی بہت سی ایسی باتیں مجھ تک پہنچ چکی ہیں۔ جن کا صدور کسی مسلمان سے ممکن نہیں۔

جہم نے کہا: کیا تم غیب کی بنیاد پر فیصلہ دیتے ہو۔

امام ابو حنیفہ نے فرمایا: تیرے نظریات لوگوں میں عام پھیل چکے ہیں۔ عام و خاص بخوبی ان نظریات سے واقف ہو چکے ہیں۔ اس بنا پر میرے لئے تیرے بارے میں یہ فیصلہ کرنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ درجہ تواتر کو پہنچ چکے ہیں۔

جہم نے کہا: میں آپ سے صرف ایمان کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہوں۔

امام ابو حنیفہ نے ارشاد فرمایا: ابھی تک تجھے ایمان کا ہی پتہ نہیں چلا کہ آج اس کے بارے میں مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو؟

جہم نہیں مجھے ایمان کا تو علم ہے لیکن اس کے چند پہلوؤں میں چنداں شکوک و شبہات ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا: ایمان میں شک دشبہ کفر ہے۔

جہم نے کہا: آپ کے لئے یہ درست نہیں کہ مجھے اس وقت تک کفر کے ساتھ منسلک کرو جب تک میری طرف سے کوئی ایسی بات معلوم نہ کرلو جو کفر کے مترادف ہو۔

امام ابو حنیفہ نے فرمایا: چلو پوچھو جو تم پوچھنا چاہتے ہو؟

جہم نے کہا مجھے کوئی ایسا شخص بتائیے جس نے اللہ کو اپنے دل سے پہچانا ہو۔ اور اس نے یہ جان لیا ہو کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں کوئی ہمسر نہیں اور اس نے اللہ کو اس کی صفات کے ذریعے پہچانا ہو۔

حالانکہ اس جیسی کوئی چیز نہیں۔

پھر وہ شخص اس حالت میں مر گیا کہ اس نے اپنی زبان سے ایمان کا اعلان نہیں کیا۔

کیا وہ شخص مؤمن مرا یا کافر؟

امام ابو حنیفہ نے فرمایا: اس کی موت حالت کفر میں ہوئی۔ وہ جہنمی ہو گا۔ جبکہ اس نے اپنی زبان سے اس ایمان کا اقرار نہیں کیا جس کی معرفت اس کے دل نے حاصل کر لی تھی۔ جبکہ زبانی وضاحت کے سلسلے میں وہاں کوئی مانع اور رکاوٹ بھی نہیں۔

جہم نے کہا وہ بھلا مؤمن کیوں نہیں اس نے تو اللہ کی معرفت اسی طرح حاصل کی جیسا کہ کرنے کا حق ہوتا ہے۔

امام ابو حنیفہ نے فرمایا: اگر تم قرآن کو حجت مانتے ہو قرآن پر تیرا ایمان ہے۔ تو میں قرآن حکیم سے دلائل پیش کروں اور اگر قرآن پر تیرا ایمان نہیں تو میں عقلی دلائل سے اپنی یہ بات ثابت کروں۔

جہم نے کہا میں قرآن کو حجت مانتا ہوں۔ اور قرآن کی صداقت پر میرا ایمان ہے۔

امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا:

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ایمان کو جسم انسانی کے دو اعضاء کے ساتھ منسلک کر دیا ہے۔ دل اور زبان ایمان کی صحت کے لئے ان دونوں کا اعتراف و اقرار ضروری ہے۔

صرف ایک کا اعتراف قابل قبول نہیں ہو گا۔ کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ میں اسکی وضاحت ملتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

(و اذا سمعوا ما انزل الی الرسول تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق یقولون ربنا آمنا فاکتبنا مع الشاھدین و ما لنا لا نومن باللہ و ما جاء نا من الحق' نطمع ان یدخلنا ربنا مع القوم الصالحین۔ فاثابھم اللہ بما قالوا جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا و ذلک جزاء المحسنین) المائدہ:۸۵

انہوں نے اپنے دل سے حق پہچان لیا تھا۔ اور اپنی زبان سے اس کا اقرار بھی کیا۔ اللہ تعالی نے انہیں انکے زبانی اعتراف کی بنا پر ایسے باغات میں داخل کیا جن میں نہریں بہتی ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

(قولوا آمنا باللہ و ما انزل الینا و ما انزل الی ابراھیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب والاسباط وما اوتی موسی و عیسی و ما اوتی النبیون من ربھم۔ (البقرہ:134)

اللہ نے انہیں زبانی اقرار کا حکم دیا صرف دلی معرفت پر اکتفا نہیں کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قولوا لا الہ الا اللہ تفلحون

تم اقرار کرو کہ اللہ کے سواء کوئی معبود برحق نہیں کامیاب ہو جاؤ گے۔

آپ نے صرف دلی معرفت کو فلاح وکامیابی کا معیار قرار نہیں دیا بلکہ اس کے ساتھ زبانی اقرار کو بھی لازمی قرار دیا۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

یخرج من النار من قال لا الہ الا اللہ

جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جہنم سے نکل جائے گا۔

اس فرمان میں یہ نہیں کہا کہ جس نے اللہ کو دل سے پہچان لیا وہ جہنم سے باہر آجائے گا۔

اگر ایمان کا تعلق صرف دل سے ہوتا زبانی اقرار کی کوئی حیثیت نہ ہوتی تو ابلیس بڑا مومن ہوتا وہ اپنے رب کو پہچانتا تھا کہ اس نے اسے پیدا کیا وہی اسے مارے گا وہی اسے زندہ کریگا اسی نے راندہ درگاہ کیا۔

اللہ تعالی نے اس کا مکالمہ قرآن میں بیان کیا ہے۔

خلقتنی من نار وخلقتہ من طین   الاعراف ۱۲

تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس آدم کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

ابلیس نے یہ کہا:

رب فانظرنی الی یوم یبعثون الحجر ۳۶

میرے رب مجھے قیامت تک مہلت دے دیجئے۔

اس نے یہ بھی کہا:

فبما اغویتنی لاقعدن لھم صراطک المستقیم

جیسا کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں بھی تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا۔

امام ابو حنیفہ نے فرمایا: اگر تیرا خیال درست ہوتا تو اکثر کافر مومن کہلاتے کیونکہ وہ اپنے دلوں سے رب تعالیٰ کو پہچانتے تھے جبکہ اپنی زبانوں سے اقرار نہیں کرتے تھے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وجحدوا بھا واستیقنتھا النمل ۱۴

دیکھئے ان کے دلی یقین کی بنا پر انہیں مومن قرار نہیں دیا بلکہ انکے زبانی انکار کی وجہ سے انہیں کافر قرار دیا گیا ہے۔

امام ابو حنیفہ مسلسل قرآن وحدیث کے دلائل دیئے جا رہے تھے جنہیں سن کر جہم کے چہرے پر پریشانی وپشیمانی کے آثار واضح دیکھائی دے رہے تھے دلائل کی بھرمار سن کو وہ یہ کہتے ہوئے کھسکنے لگا۔ کہ آپ نے مجھے بھولا ہوا سبق یاد دلا دیا ہے میں پھر کبھی دوبارہ آپ کے پاس آوں گا یہ کہہ کر

وہ چل دیا اس کے بعد اس نے نہ آنا تھا اور نہ ہی وہ آیا۔

○

ایک دفعہ امام ابو حنیفہ کی ملاقات ملحدین کے ساتھ ہوئی جو وجود باری تعالیٰ کے منکر تھے آپ نے ان سے پوچھا ایسی کشتی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ جو سازو سامان سے بھری ہوئی ہو اور وہ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طوفانی لہروں میں گھری ہوئی ہو تیز آندھی کے تھپیڑے چاروں طرف سے اس سے ٹکرا رہے ہوں لیکن اس کے باوجود وہ سیدھے راستے پر ہی اپنی منزل کی طرف بڑے اطمینان سے چلی جارہی ہو اس میں کوئی اضطراب' خلل یا انحراف کا کوئی شائبہ تک نہ ہو اور نہ اس میں کشتی کو چلانے والا کوئی ملاح موجود ہو کیا یہ بات ماننے میں آتی ہے؟

سب نے بیک زبان ہو کر کہا کوئی عقلمند اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہو گا۔

آپ نے فرمایا سبحان اللہ۔

تم اس بات کا تو انکار کر رہے ہو کہ سمندر کی سطح پر ایک کشتی بغیر کسی ملاح کے سیدھی سمت چل ہی نہیں سکتی اور اس بات کا تم بغیر سوچے سمجھے اقرار کر رہے ہو کہ اتنی بڑی کائنات جس میں ساتوں آسمانوں کی وسعتیں اور زمین کی گہرائیاں پہاڑوں کے سلسلے سمندروں کے گہرے پانی اور دریاؤں کے بہاؤ بغیر کسی صانع کے معرض وجود میں آگئے۔ اور بغیر کسی محافظ کے درست سمت اور اپنے دائرے میں رہ کر اپنا فرض سرانجام دے رہے

ہیں۔ کوئی اس کی تدبیر کرنے والا نہیں' کوئی ان کی حفاظت کرنے والا نہیں۔

افسوس تمہاری عقل پر صد حیف تمہاری سوچ پر۔

امام ابو حنیفہؒ نے زندگی بھر دلائل سے دین کا دفاع کیا اور اللہ تعالی کی عطا کردہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دین کی بھرپور خدمت کی۔ منطق کو ذریعہ اظہار بناتے ہوئے بڑے بڑے جغادری مناظرہ کرنے والوں کے دانت کھٹے کیے۔

جب موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت کی کہ مجھے پاکیزہ جگہ میں دفن کیا جائے۔ ایسی جگہ میں دفن کرنے سے اجتناب کیا جائے جس میں غصب کا کوئی شائبہ تک بھی ہو۔

جب آپ کی وصیت حاکم وقت منصور تک پہنچی۔ تو اس نے برملا اعتراف کرتے ہوئے کہا:

امام ابوحنیفہ کی زندگی بھی قابل رشک اور ان کی موت بھی قابل رشک ہے۔

انہوں نے نہ اپنی زندگی میں ہمیں انگشت نمائی کا کبھی موقع دیا اور نہ موت کے وقت۔ اللہ ان پر رحم فرمائے اور ان پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے۔

امام ابو حنیفہ نے یہ بھی وصیت کی کہ مجھے حسن بن عمارہ غسل دے۔

وصیت کے مطابق انہوں نے بڑے اہتمام سے غسل دیا اور کہا:

اے ابو حنیفہ اللہ تجھ پر رحم فرمائے تجھے اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔

اور ان کارناموں کی بنا پر بخش دے جو تو نے دین کی سربلندی کے لئے سرانجام دیئے۔

اللہ تیرے مرقد پر رحمت کی برکھا برسائے۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے۔

○

امام ابو حنیفہ ؒ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

ا۔ البدایہ والنہایہ۔	۱۰/۱۰۷
۲۔ وفیات الاعیان	۵/۴۱۵۔۴۲۳
۳۔ النجوم الزاھرہ	۲/۱۲
۴۔ شذرات الذھب	۱/۲۲۷۔۲۲۹
۵۔ مراۃ الجنان	۱/۳۰۹
۶۔ العبر	۱/۳۱۴
۷۔ تاریخ بغداد	۱۳/۳۲۳
۸۔ تاریخ بخاری	۸/۸۱
۹۔ الجرح والتعدیل	۸/۴۴۹۔۴۵۰
۱۰۔ میزان الاعتدال	۴/۲۶۵

کتابیات

۱۔ القرآن الکریم

۲۔ صحیح البخاری

۳۔ صحیح مسلم

۴۔ سنن ابی داؤد

۵۔ جامع الترمذی

۶۔ سنن ابن ماجہ

۷۔ سنن نسائی

۸۔ الطبقات الکبری لابن سعد۔

۹۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی۔

۱۰۔ صفۃ الصفوۃ لابن جوزی

۱۱۔ غرر الخصائص۔

۱۲۔ وفیات الاعیان لابن خلکان۔

۱۳۔ الطبقات الشیرازی۔

۱۴۔ نکت الھمیان للصفدی۔

۱۵۔ میزان الاعتدال۔

۱۶۔ تہذیب التہذیب لابن حجر العسقلانی۔

۱۷۔ تذکرۃ الحفاظ۔

۱۸۔ نزہۃ الخواطر

۱۹۔ تاریخ الطبری لمحمد بن جریر الطبری۔

۲۰۔ البیان والتبیین للجاحظ۔

۲۱۔ العقد الفرید لابن عبد ربہ۔

۲۲۔ تحقیق العریان۔

۲۳۔ المعارف لابن قتیبہ۔

۲۴۔ رغبۃ الامل فی شرح الکامل للمرصغی۔

۲۵۔ کرامات الاولیاء۔

۲۶۔ انساب الاشراف للبلاذری۔

۲۷۔ جمہرۃ انساب العرب لابن حزم۔

۲۸۔ کتاب الزہد لاحمد بن حنبل رحمہ اللہ

۲۹۔ اخبار القضاۃ للوکیع۔

۳۰۔ شرح المقامات للشریشی۔

۳۱۔ ثمار القلوب للثعالبی۔

۳۲۔ سیرۃ عمر بن عبد العزیز لابن جوزی۔

۳۳۔ سیرۃ عمر بن عبد العزیز لابن عبد الحکیم۔

۳۴۔ تاریخ مدینۃ دمشق لابن عساکر۔

۳۵۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط۔

۳۶۔ شذرات الذھب للعماد الحنبلی۔

۳۷۔ فوات الوفیات۔

۳۸۔ امالی المرتضی۔

۳۹۔ المحبر لمحمد بن حبیب۔

۴۰۔ کتاب الوفیات لاحمد بن حسن بن علی بن الخطیب۔

۴۱۔ الحسن البصری لاحسان عباس۔

۴۲۔ دائرۃ المعارف لفرید وجدی۔

۴۳۔ تاریخ بغداد للخطیب بغدادی

۴۴۔ الوافی بالوفیات للصفدی۔

۴۵۔ طبقات الحفاظ للسیوطی۔

۴۶۔ ذیل المذیل۔

۴۷۔ تاج العروس۔

۴۸۔ التمثیل والمحاضرۃ للثعالبی۔

۴۹۔ سمط اللالی۔

۵۰۔ طبقات خلیفہ

۵۱۔ تاریخ البخاری۔

۵۲۔ التاریخ الصغیر۔

۵۳۔ الجرح والتعدیل۔

۵۴۔ خلاصۃ تذھیب الکمال۔

۵۵۔ تہذیب الاسماء واللغات۔

۵۶۔ العبر۔

۵۷۔ النجوم الزاھرۃ۔

۵۸۔ اخبار القضاۃ۔

۵۹۔ طبقات الفقہاء للشیرازی۔

۶۰۔ تاریخ الاسلام۔

۶۱۔ البدایۃ والنہایۃ

۶۲۔ العقد الثمین۔

۶۳۔ طبقات المفسرین۔

۶۴۔ سیرۃ عمر بن عبد العزیز للاجری۔

۶۵۔ التاریخ الکبیر۔

۶۶۔ تاریخ الفسوی۔

۶۷۔ الکامل۔

۶۸۔ البدء والتاریخ۔

۶۹۔ السیرۃ النبویۃ لابن ھشام۔

۷۰۔ طبقات القراء۔

۷۱۔ الاغانی لابی الفرج الاصفہانی۔

۷۲۔ الاسماء والکنی۔

۷۳۔ اسد الغابۃ۔

۷۴۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ۔

۷۵۔ المعرفۃ والتاریخ۔

۷۶۔ الاستیعاب۔

۷۷۔ لسان العرب۔

۷۸۔ غزوات العرب۔

۷۹۔ معجم البلدان۔

۸۰۔ نفح الطیب۔

۸۱۔ علماء الاندلس لابن الغرضی۔

۸۲۔ جذوۃ المقتبس۔

يُرِيدُ اللهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (القرآن الحکیم)

مجموعۂ مقالاتِ علمیہ

درباره

ایک مجلس کی تین۳ طلاق

مشتمل بر

- کارروائی سیمینار منعقدہ نومبر ۱۹۷۳ء۔ احمد آباد (ہندوستان)
- شبہات کا حل
- دعوتِ فکر و نظر۔ از مولانا کرم شاہ ازہری آف بھیرہ

ناشر

نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ
اردو بازار
لاہور۲ فون ۳۲۱۸۶۵

اِدارۃ دعوۃ الحق

- یہ ایک دینی اشاعتی ادارہ ہے جس کے زیرِ اہتمام مختلف موضوعات پر مشتمل عمدہ اور مفید کتابیں دیدہ زیب انداز میں شائع کی جاتی ہیں۔
- احادیث کے مجموعے نہایت اعلیٰ، عمدہ اور دیدہ زیب انداز میں منظرِ عام پر لانا ادارے کے اوّلین مقاصد میں شامل ہے۔
- جلیل القدر صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کی انقلابی اور پاکیزہ زندگیوں کا تعارف دل نشیں و دل آویز اندازِ تحریر میں پیش کیا جائے گا تاکہ ان قدسی صفات بندگانِ خدا کی محبت مسلمانوں کے دلوں میں جاگزیں ہو۔
- "حیات صحابہؓ کے درخشاں پہلو" کی مقبولیت کے بعد "حیات تابعین کے درخشاں پہلو" نامی دلکش کتاب منظرِ عام پر آچکی ہے
- مجلّہ دعوۃ الحق کا کویت نمبر اور نجد و حجاز ایڈیشن بڑی آب و تاب سے منظرِ عام پر آچکے ہیں
- مجلّہ دعوۃ الحق کا توحید و جہاد ایڈیشن زیرِ ترتیب ہے۔ قلمکار احباب سے قلمی تعاون کی اپیل ہے۔
- عرصہ دو سال سے ہم دیدہ زیب اور متنوع معلومات پر مشتمل دعوۃ الحق ڈائری بھی احباب کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں
- اُمید ہے کہ احباب ان تمام منصوبہ جات کی تکمیل کے لیے ادارے کے ساتھ دامے درمے، سخنے تعاون جاری رکھیں گے۔

رابطہ کیلئے: محمود احمد غضنفر مدیر اِدارۃ دعوۃ الحق
پوسٹ بکس ۹۱۸۹، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور، پاکستان

NUMANI KUTAB KHANA
URDU BAZAR LAHORE